ماہنامہ
مجلہ
# حیاتِ نو
بلریاگنج

## حَیَّ عَلَی الفَلَاح

نصیحت، گذارش اور دعوت یہی ہے کہ:

جامعۃ الفلاح اور تمام دینی ادارے، مدرسے اور جماعتیں "حَیَّ عَلَی الفَلَاح" کے ذریعہ پہلے امت اسلامیہ کو فلاح وکامرانی سے ہمکنار کریں پھر ساری انسانیت کو فلاح ونجاح وصلاح کے اس کامیاب ربانی تجربے سے استفادہ کا موقع نصیب کریں۔

حبیب ریحان خاں ندوی ازہری
۳۰/۱۰/۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ      مجلہ

# حیات نو

بلریاگنج

## پانچواں اجلاس عام نمبر

جمادی الثانی، رجب المرجب، شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۳ھ

دسمبر ۱۹۹۲ء جنوری، فروری ۱۹۹۳ء

جلد: ۷، ۸      شمارہ: ۱۱، ۱۲، ۱، ۲

### بدل اشتراک

| | |
|---|---|
| سالانہ زر تعاون: | ۵۰ روپے |
| طلبہ کیلئے: | ۴۰ // |
| خصوصی زر تعاون: | ۱۰۰ // |
| اعزازی // // | ۱۰۰۰ // |
| غیر ممالک سے زر تعاون: | ۲۵ امریکی ڈالر |
| قیمت فی شمارہ: | ۵ روپے |
| اس شمارہ کی قیمت: | ۱۲ // |

### مدیر مسئول

نور محمد فلاحی

مدیر

محمد اسمٰعیل فلاحی

معاون مدیر

عبد البر اثری فلاحی

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مجلہ "حیات نو" جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ یوپی پن ۲۷۶۱۲۳ فون ۱۹۶

نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد۔

کاتب: محمد اشفاق عالم مفتاحی، جامعۃ الفلاح بلریاگنج

# نقوش حیات نو


| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| پانچواں اجلاس عام (اداریہ) | محمد اسماعیل فلاحی | ۴ |
| تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب (خصوصی اداریہ) | محمد اسمٰعیل فلاحی | ۶ |
| پیغام | مولانا صدر الدین اصلاحی | ۱۳ |
| امر بالمعروف (درس حدیث) | مولانا ابوبکر اصلاحی | ۱۶ |
| استقبالیہ | مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی | ۲۰ |
| خطبہ صدارت | مولانا نسیم احمد غازی فلاحی | ۳۰ |
| رپورٹ انجمن | مولانا نور محمد فلاحی | ۴۵ |
| مسلمانوں کی ذمہ داریاں | مولانا عبد الرشید عثمانی | ۵۲ |
| مسلم سماج | مولانا نظام الدین اصلاحی | ۶۶ |
| تعلیم اور اصلاح معاشرہ | محمد اعظم بیگ فلاحی | ۷۰ |
| جامعہ — اصلها ثابت وفرعها فی السماء | مولانا عبد الحسیب اصلاحی | ۹۱ |
| ہاں ایسے ہی بنیادی ستون کی ضرورت ہے۔ | مولانا سلامت اللہ اصلاحی | ۹۵ |
| صحت مند معاشرہ اور ادب اسلامی | ڈاکٹر سید عبد الباری شبنم سبحانی | ۱۰۰ |
| اللہ تعالیٰ کی جامعۃ الفلاح پر خاص نظر کرم ہے۔ | مولانا نسیم غازی فلاحی | ۱۰۳ |
| نام میرا ہی کام آپ کو کرنا ہے | مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی | ۱۰۸ |
| رپورٹ سمینار بعنوان "ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس" | محی الدین غازی | ۱۱۲ |
| جمعیۃ الطلبہ مقاصد اور طریقہ کار | ابو صائغ اعظمی | ۱۲۲ |
| طلبہ کا تعلیمی مظاہرہ | ادارہ | ۱۱۹ |
| شام ادب | ادارہ | ۱۲۹ |
| تنظیمی نشست | ادارہ | ۱۳۲ |





| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| اجلاس عام کے موقع پر منظور شدہ قرار دادیں۔ | | ۱۳۴ |
| غزلیں | ضمیر اللہ ضمیر، نادر رضوی | ۹۴،۱۰۷ |
| جامعہ کے لیل ونہار | محمد اسماعیل فلاحی | ۱۴۳ |
| روداد انجمن | | ۱۴۰ |
| بابری مسجد کی شہادت پر قرار داد | از انجمن | ۱۴۱ |
| بابری مسجد کی شہادت پر قرار داد | از جامعہ | ٹائٹل |
| شعراء حضرات سے گذارش | کلیم ضیار | ۵ |


## ٹیلی گرام

**فرقہ پرست طاقتوں سے ڈرتے ہوئے دوسری فرقہ پرست تنظیموں کے ساتھ جماعت اسلامی ہند پر حکومت کی عائد کردہ پابندی کے خلاف صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور گورنر اتر پردیش کو درج ٹیلی گرام کیا گیا۔**

"منجملہ فرقہ پرست اور تخریب پسند تنظیموں کے، امن پسند اور جمہوری اقدار کو ماننے والی جماعت اسلامی ہند پر پابندی قطعی غیر منصفانہ اور غیر ضروری ہے، ہماری پرزور گذارش ہے کہ یہ غلط اور غیر عادلانہ پابندی جماعت اسلامی ہند پر سے جلد از جلد اٹھالی جائے۔"

اداریہ

محمد اسمٰعیل فلاحی

# پانچواں اجلاس عام

طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنی مقررہ تاریخوں میں انجمن کا پانچواں اجلاس عام منعقد ہوا۔ ۲۰/اکتوبر ۱۹۹۲ء کی صبح ہی سے ابنائے قدیم آنا شروع ہو گئے تھے۔ چار پانچ روز تک بڑا پر بہار اور پر کیف منظر رہا۔ کم و بیش تین سو ابنائے قدیم نے شرکت کی۔ بنگال اور منی پور سے نمائندگی نہیں ہو سکی۔ جو ساتھی نہ آ سکے ان کا افسوس رہا۔ اس موقع پر ابنائے قدیم کے علاوہ بہت سے ہمدردان جامعہ نے بھی تشریف آوری سے نوازا۔ کرناٹک سے دوسرے عزیزوں کے ساتھ جناب جعفر مینار صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ موصوف اسلامیہ کالج باسن کے ناظم اور تحریک اسلامی کے قدیم کارکنوں میں ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ امیر جماعت اسلامی ہند مولانا محمد سراج الحسن صاحب کے علیل ہو جانے کے سبب، مولانا ابو الحسن علی ندوی صاحب بیماری کے سبب، پروفیسر محمد نسیم فاروقی صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یونیورسٹی میں حالات کے معمول پر نہ ہونے کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے ساتھ ہی ہمیں خوشی ہوئی کہ جناب مولانا عبد الرشید عثمانی صاحب سکریٹری جماعت اسلامی ہند برائے تربیت نے تشریف لا کر امیر جماعت کی کمی بڑی حد تک دور کر دی۔

ناظم جامعہ، صدر جامعہ، اساتذہ جامعہ اور دیگر ذمہ داران و کارکنان جامعہ نے اس اجلاس کو کامیاب بنانے کی ہر ممکن سعی کی۔ طلبہ جامعہ نے اس موقع پر جامعہ کی چمن بندی اور دوران اجلاس مہمانوں کی خدمت کیلئے جو دوڑ بھاگ کی، وہ انتہائی قابل قدر اور جامعہ اور انجمن سے ان کے قلبی لگاؤ کا بین ثبوت ہے۔ ناشکری ہوگی اگر اس موقع پر میں دیار کے ہمدردوں کا تذکرہ نہ کروں کہ انہوں نے بھی اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں پورا تعاون کیا بطور خاص جناب منشی انور علی صاحب سابق نائب ناظم جامعہ کا گھر تین دنوں تک مہمانوں کی قیام گاہ بنا رہا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

اس اجلاس کے موقع پر انجمن نے طلبہ جامعہ کو جہاں عشائیہ دیا۔ وہیں جامعہ نے



انجمن کے مہمانوں کو عصرانہ کے ساتھ ان کیلئے عشائیہ کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر ایک روز جمعیۃ الطلبہ کی جانب سے بھی انجمن اور دیار کے مہمانوں کو عصرانہ دیا گیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے قارئین کو بھی ضرور اجلاس کی کارروائی جاننے کا شوق ہوگا۔ قارئین کی خواہش کے احترام میں یہ مشترک شمارہ اجلاس نمبر نذر قارئین ہے۔ اس اجلاس کا ایک اہم پروگرام سمینار بعنوان "ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس" تھا۔ اس کے مقالوں کی کتابت ہو رہی ہے۔ ان کو الگ سے کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

اس موقع پر مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی صاحب کا دیا ہوا درس قرآن ٹیپ نہ کئے جانے کی وجہ سے ہم اس شمارہ میں پیش نہیں کر سکے ہیں۔ جس کی کمی کا ہمیں شدت سے احساس رہا ہے۔ اختصار کے ساتھ بقیہ سارے پروگرام اس میں آپ کو مل جائیں گے امید ہے کہ یہ ضخیم نمبر زحمت انتظار کی تلافی کر دے گا۔

اس نمبر کی تیاری میں جن لوگوں کا ہمیں تعاون حاصل رہا ہم ان کے انتہائی شکر گذار ہیں بطور خاص ان طلبہ کا جنہوں نے اس سلسلے میں ہمیں اپنا پورا تعاون دیا۔

---

# شعراء حضرات سے گذارش

ناچیز (کلیم ضیا آرم) "بابری مسجد شہید" سے متعلق منظومات ترتیب دے رہا ہے تادم تحریر تقریباً سو منظومات جمع ہو چکی ہیں، مزید منظومات درکار ہیں۔ لہٰذا شعراء حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ مذکورہ منظومات (نظم، نثری نظم، رباعی، تضمین، قطعہ وغیرہ) مع مختصر تعارف کے درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔ کتاب کی اشاعت پر ہر شاعر کو ایک کاپی نذر کی جائے گی انشاء اللہ!

پتہ

PROF. KALEEM ZIA
C/O NOORANI MASJID ANSAR NAGAR
MOMINPURA NAGPUR. 440018

خصوصی اداریہ

محمد اسماعیل خلاق

# تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو اجودھیا (فیض آباد یوپی) میں انتہا پسند نا عاقبت اندیش لوگوں کے ہاتھوں جو ناقابلِ بیان سانحہ پیش آیا، اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ دنیا نے ایک بار پھر دیکھ لیا کہ ہم جو جمہوریت اور سیکولرزم کا نام لیتے نہیں تھکتے، ہمارے یہاں ان الفاظ کا کیا مطلب ہے۔ اس المیہ نے جہاں یہ بات ثابت کر دی کہ ہمارے یہاں عدالت عالیہ کی کیا حیثیت ہے وہیں ہم پر یہ حقیقت پہلے سے زیادہ عیاں کر دی کہ دستورِ ہند میں درج مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کیا معنی رکھتے ہیں اور یہ کہ ان نام نہاد رام بھگتوں کے پاس اگر اقتدار آ جائے تو ان کے اکھنڈ بھارت کا روپ کیا ہوگا اور وہ دوسروں کے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے۔ دنیا کے ذہنوں میں اگر رام کی اچھی تصویر تھی تو اس واقعہ نے اب وہ بگاڑ دی۔ رام کے عقیدتمندوں نے مسجد مسمار کر کے خود رام کے حق میں اچھا نہیں کیا۔

یہی وہ ذہنیت تھی جس نے اس ملک کے دو ٹکڑے کئے تھے۔ وہ ملک جو مسلمانوں کے دورِ حکمرانی سے قبل پانچ سو حصوں میں منقسم تھا۔ دو ٹکڑوں پر بھی انہیں صبر نہ آیا تو دو کے تین کر دیئے اور اب انکی کوشش یہ ہے کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ ملک کو بیراگی رخ پر لے جا رہے ہیں۔ اگر کبھی ایسا ہوا تو اس کے ذمہ دار یہ ہوں گے۔

۱۰ دسمبر ۱۹۹۲ء کو مرکزی حکومت کی طرف سے دوبارہ مسجد کی تعمیر کا اعلان اور اس کے بعد اب تک کا طرزِ عمل مسلمانوں اور ساری دنیا کو بیوقوف بنانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

نرسمہا راؤ حکومت کہتی ہے کہ ریاستی حکومت نے وشواس گھات کیا ہے۔ اس واقعہ کی اخلاقی ذمہ داری بھی قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس نے ایسی حکومت پر کیسے مکمل اعتماد کر لیا جس کے چھوٹے بڑے سب بانگ دہل یہ کہتے رہے ہیں کہ بابری مسجد کی جگہ مندر بنانے کے موقف کی بنا پر وہ ریاست میں برسرِ اقتدار آئے ہیں اور مندر کی تعمیر ان کا فریضہ ہے۔ ان کے ارادے ڈھکے چھپے نہیں تھے اور ان سے اس کے علاوہ کچھ متوقع بھی نہیں تھا۔ مرکزی خفیہ ایجنسیوں نے چھ دن قبل ہی حکومت کو بتا دیا تھا کہ اس دفعہ سنگھ پریوار کے ارادے کیا ہیں۔ اسٹیٹسمین نے ۴ دسمبر سے پہلے اپنے خصوصی ذرائع سے بہت کچھ شائع کر دیا تھا۔ انڈین ایکسپریس اور دی انڈی پنڈنٹ میں مسجد مسمار کرنے کی ریہرسل کی تصویر بھی آ گئی تھی۔ اخبارات اس بات کا بھی تذکرہ کر رہے تھے کہ تعمیرات کے سامان اجودھیا لے جائے جا رہے ہیں۔ وزیرِ داخلہ اور کلیان سنگھ کے درمیان مراسلت بھی اس بات کی غماز ہے کہ حکومت کو پل پل کی خبر تھی۔ تمام اپوزیشن پارٹیوں نے اور قومی یکجہتی کونسل نے حالات کی اسی نزاکت کی بنا پر مسجد کی حفاظت کی خاطر اٹھائے جانے والے ہر قدم میں حکومت کو تعاون کا یقین دلایا تھا۔ لیکن پتہ نہیں کیسے نرسمہا راؤ بھولے بنے رہے۔ سوال یہ ہے کہ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کی دوپہر جب باقاعدہ مسجد مسمار کی جانے لگی ہے، کیا اس کے بعد بھی ریاستی حکومت پر نرسمہا راؤ کا اعتماد باقی تھا؟ مسجد کی شہادت کے ۴ گھنٹے بعد ریاستی حکومت کی برطرفی کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس کے ۳۶ گھنٹے بعد جب باقاعدہ اس بات کا اطمینان ہو جاتا ہے کہ مسجد کی جگہ مندر کا ڈھانچہ کھڑا ہو چکا ہے اور مسجد مسمار کرنے والے قانون شکن باعزت طریقہ سے وہاں سے رخصت ہونا شروع ہو گئے ہیں تب کہیں جا کر مرکزی فورس وہاں پہونچتی ہے۔

یہ سب حقائق کیا اس بات کا منہ بولتا ثبوت نہیں کہ مرکزی حکومت نے مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں پوری قوم کے ساتھ نیز دستورِ ہند اور عدلیہ کے ساتھ وشواس گھات کیا ہے۔ کیا یہی وہ حکومت نہیں جس کے زمانہ میں ۱۹۴۹ء میں مسجد میں بت رکھوا گیا۔ ۱۹۸۶ء میں دھاندلی کے ذریعہ مسجد کا تالا کھلا اور پوجا کی اجازت ملی اور اسی حکومت کے زمانہ میں پوری مسجد زمین بوس کی گئی۔ ؎

تو ادھر ادھر کی نہ بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے غرض نہیں تری رہبری کا سوال ہے

یا ایسا ہوتا تو اسی لائق تھا کہ وزارت عظمیٰ کی کرسی سے چمٹے رہنے کے بجائے مقدمہ چلنا چاہئے تھا اور قرار واقعی سزا ملنی چاہئے تھی قارئین کو یاد ہوگا کہ ۱۹۸۷ء میں رابطہ کمیٹی نے یوم جمہوریہ کی سرکاری تقریبات کے بائیکاٹ کا اعلان کیا تھا تو ملک میں گویا قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ پریس چیخ اٹھا تھا۔ لیکن مندر کی تحریک چلانے والوں اور اس کا خفیہ یا اعلانیہ ساتھ دینے والوں نے جس طرح قدم قدم پر قانون کی دھجیاں اڑائیں، سپریم کورٹ کی ہدایات کو پامال کیا، اور اس کے چھوٹے بڑے ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ اس معاملہ میں وہ عدالت کو نہیں مانتے، یہ انکی آستھا کا معاملہ ہے۔ لیکن اس پر کوئی آگ نہیں لگی کوئی طوفان نہیں اٹھا۔ اس کے برعکس دنیا نے یہ دیکھا کہ انہیں مسجد گرانے اور مندر تعمیر کرنے کی کھلی اجازت کے ساتھ اس بات کا بھی موقع ملا کہ وہاں انہوں نے دوسری مسجد پر بھی دھاوا بول کر قتل اور دہشت کا ماحول گرم کئے رکھا اور ایودھیا سے ایک ایک مسلمان کو نکلنے پر مجبور کیا پھر ان "بہادر" کار سیوکوں کیلئے باعزت طریقہ سے خصوصی ٹرینوں اور بسوں کا انتظام کیا گیا دوسری جانب اس المناک واقعہ پر احتجاج کو جو مسلمان نہتے سڑکوں پر نکل آئے اور ریلیاں نکالیں انہیں گولیوں سے بھون دیا گیا۔ اس طرح پورے ملک میں آگ لگ گئی اور پورا ملک مسلمانوں کے خون سے لالہ زار ہوگیا۔ حالانکہ ریلیاں نکالنا اور اپنے جذبات کا اظہار کرنا کوئی غیر آئینی بات نہیں تھی بالفرض گروہ نوجوان بے قابو ہو رہے تھے تو انہیں آنسو گیس کے گولوں اور ربڑ کی گولیوں کے ذریعہ قابو میں کیا جا سکتا تھا۔ اگر پنجاب یا کشمیر میں کوئی قانون شکنی کرتا ہے تو اس کا ٹھکانا شمشان گھاٹ یا قبرستان ہوتا ہے۔ اور مندر اندولن والے اگر آئین شکنی کرتے اور سپریم کورٹ کی توہین کرتے ہیں تو انہیں حکومتی سہولیات ملتی ہیں یہ ہے ہمارے عظیم بھارت کا معیار انصاف!!

طرفہ تماشا یہ کہ مسلمانوں کی اشک شوئی اور عالمی جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جب قانون شکن تنظیموں پر پابندی کا اعلان ہوتا ہے۔ تو بی جے پی اور شیو سینا کو اس میں نشانہ نہیں کیا جاتا اور جماعت اسلامی ہند جیسی پابند آئین اور امن پسند جماعت پر توازن قائم کرنے کیلئے پابندی لگا کر مسلمانوں کے زخم پر نمک چھڑکا جاتا ہے جبکہ سارے معاشرہ



ہیں اور بطور خاص اس معاملہ میں جماعت اسلامی کا جو اعتدال پسندانہ رویہ رہا ہے پوری دنیا اس سے واقف ہے۔ اگر بفرض محال اس کے علاوہ کسی دوسری نامناسب سرگرمی میں وہ ملوث تھی تو سوال یہ ہے کہ پہلے کیوں پابندی نہیں لگائی گئی۔ گویا جس گھر میں ڈاکہ پڑے تو ڈاکوؤں پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے مظلوم لٹے پٹے گھر والوں کے بھی افراد پکڑ لو تاکہ ڈاکوؤں کو عدم توازن کی شکایت نہ رہے۔

۶ دسمبر کے بعد ملک کے اندر یا ملک کے باہر رد عمل کے طور پر اگر کہیں مندر کو نشانہ بنایا گیا یا کسی بے قصور پر کوئی ہاتھ اٹھا ہے تو یہ اسلامی تعلیمات کے منافی اور قابل مذمت کام ہے اسکی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔ دراصل اس سب کی بھی ذمہ داری مندر اندولن والوں اور حکومت ہند پر ہی عائد ہوتی ہے کہ انہیں کے غیر آئینی طرز عمل کا یہ سب نتیجہ ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل کیا ہو، یہ وقت کا انتہائی نازک اور سنجیدہ سوال ہے۔ مسلم نوجوان کچھ اس انداز سے سوچنے لگے ہیں کہ انہیں سڑک پر آجانا اور ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ ان کا کہنا ہے کہ روس جیسی سپر طاقت انہیں نہیں مٹا سکی، تو دوسرے کس گنتی میں ہیں۔ بیس پچیس کروڑ مسلمانوں کو نہ تو جلایا جا سکتا ہے اور نہ بحر ہند میں پھینکا جا سکتا ہے۔ یہ سوال بھی نئے سرے سے پیدا ہو چلا ہے اور اس پر سنجیدگی سے غور ہو رہا ہے کہ ہندوستان کی حیثیت کیا ہے وہ دار الحرب ہے دار عہد ہے یا پھر کیا ہے نیز یہ کہ ہماری موجودہ حالت مکی دور سے ملتی جلتی ہے یا مدنی دور سے یا ان کے مابین کوئی تیسری شکل ہے۔

یہ بادل جو میلا پانی برسا رہے ہیں اور یہ باد مخالف جو مسلسل چلائی جا رہی ہے اس کا کچھ پس منظر اور اس کے کچھ اسباب بھی ہیں، اس کا بے لاگ جائزہ لینا چاہئے اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ہماری واقعی موجودہ پوزیشن کیا ہے۔

ہندوستان میں سب سے پہلے اسلام عرب تاجروں کے ہاتھوں آیا جو اسلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ یہاں کی آبادی پر نیک اچھے اثرات مرتب ہوئے، بعد کی صدیوں

میں مسلم حکمراں یہاں آئے اور انہوں نے اپنی سلطنت یہاں قائم کی۔ انکی ساری توجہ بعض استثناءات کے ساتھ اپنی سلطنت وسیع کرنے اور داد عیش دینے میں رہی۔ انہوں نے تاج محل تو بنایا، لال قلعہ تو تعمیر کیا لیکن اسلام کیلئے انکی کوششیں صفر رہیں بلکہ بالعموم اپنے غیر اسلامی طرز عمل سے وہ اسلام کیلئے بدنامی اور نفرت کا سبب بنتے چلے گئے جس کے کڑوے کسیلے پھل ہمیں چکھنے پڑ رہے ہیں۔ آٹھ سو سالہ دور حکمرانی میں مسلم حکمرانوں کی واقعی جو تصویر تھی، انگریزوں نے اسے مزید خراب اور بد نما کرکے پیش کیا۔ انگریزوں کے بعد مسلم حکمرانوں اور مسلمانوں کی کردار کشی کی مہم اور زیادہ منظم انداز میں شروع کی گئی۔ رفتہ رفتہ ہندو ذہن بری طرح مسموم ہو گیا جسے صاف کرنے کی خاطر خواہ کوشش نہیں ہوئی۔

اس مہم میں تیزی اس وقت آئی جب موجودہ انتہا پسندانہ ہندو سیاست کے بانیوں کو برہمنیت کے شکنجے کمزور ہوتے محسوس ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ نچلی ذاتوں کے لوگ انکے پنجہ استبداد، چھوت چھات اور نسلی امتیاز سے نکل کر اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں کی جانب للچائی نگاہ ڈال رہے ہیں۔ میناکشی پورم کے واقعہ نے انکے اس خیال کو یقین میں بدل دیا تو انہوں نے طے کیا کہ ہندو مسلم خلیج کو وسیع سے وسیع تر کیا جائے اور ماحول کو اس طرح گرم رکھا جائے کہ کسی کو اسلام پر غور کرنے کا موقع ہی نہ ملے تاکہ اسلام کی جانب بڑھتے ہوئے قدم رک جائیں اور نسلی امتیاز کے نتیجہ میں انکی چودھراہٹ باقی رہے۔

یہ چاہتے ہیں کہ فضا گرم رہے اور پر سکون ماحول نہ پیدا ہو۔ اگر فضا گرم رہتی ہے تو گویا ان کا مقصد حاصل ہو گیا۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے یہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں، ماحول بالکل ٹھنڈا رہے اور کسی طور بھی اشتعال نہ پیدا ہونے پائے۔ اگر ماحول پر سکون رہتا ہے اور خلیج کم ہوتی ہے تو اسلام پر غور کرنے کا موقع پیدا ہوگا اور کفر کے کیمپ سے ٹوٹ ٹوٹ کر پیاسی اور بے چین روحیں اسلام کے چشمۂ صافی سے سیراب ہونے کیلئے آگے بڑھیں گی۔

اس معاملہ کا نازک پہلو یہ ہے کہ مسلمان ایک داعی گروہ ہیں۔ شہادت حق ان کا فریضہ منصبی ہے۔ انکی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لائیں۔ دنیا کے لوگ آگ کے الاؤ کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں، انکا کام ہے



کہ ان کی کمر پکڑ پکڑ کر انکو اس میں گرنے سے بچائیں۔ اگر انہوں نے اپنا فرض ادا نہیں کیا اور لوگ یونہی جہنم کی طرف بڑھتے رہے تو کل قیامت کے دن کتمان شہادت کا الزام ان کے سر آئے گا اور خدا کی پکڑ سے یہ نہیں بچ سکیں گے۔ ومن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللہ۔

دعوت کے کام کیلئے ضروری ہے کہ ماحول ٹھنڈا ہو، فضا اشتعال سے خالی ہو، داعی بے غرض اور بے لوث ہو، وہ مدعو کا خیر خواہ اور ان کے لئے مخلص ہو، انکی گمراہی اور بے راہ روی پر کڑھتا اور ان کے لئے دعائیں کرتا ہو۔

ہندوستان میں بد قسمتی سے ہم اپنا یہ کردار ادا نہیں کر پائے۔ ہم نے دین کی دعوت نہیں دی، لوگوں کو ان کے خالق و مالک کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اس کے بجائے ہم اپنے عمل سے اسلام کی الٹی تصویر پیش کرتے رہے، ایسی تصویر جو قریب کرنے کے بجائے دور کرنے والی رہی۔ یہاں کی عظیم اکثریت اسلام کے پیغام محبت سے نا آشنا ہے، انکی اسلام سے مخالفت بالعموم غلط فہمی پر مبنی ہے۔ جب تک ہم دعوت کا حق ادا نہیں کر لیتے اس وقت تک "کوئی اور بات" سوچنا کیسے مناسب ہو سکتا ہے۔ اگر ہم انکے اشتعال دلانے سے مشتعل ہوتے ہیں تو پھر ہمارا فرض پورا نہیں ہو سکے گا۔ اس کیلئے ضروری ہوگا کہ ملک کو خانہ جنگی کی طرف ہم بڑھنے نہ دیں۔ اور دعوت کا کام منظم انداز میں کریں۔ اس کیلئے قربانیوں کی ضرورت ہوگی، بہت کچھ برداشت کرنا ہوگا۔ حقوق مانگنے کے بجائے حقوق دینے ہونگے، دشنام طرازیوں کے جواب میں ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرنی ہوگی۔ اور بڑے صبر کے ساتھ مسلسل یہ کام کرنا ہوگا۔ اگر ہم ایسا کر سکے تو آئندہ پچاس سالوں میں ملک کا نقشہ کچھ اور ہو سکتا ہے، ہم سے فرقہ پرست طاقتیں خائف ہیں۔ ہماری عقلمندی اس میں ہے کہ ان سے دو بدو ہونے کے بجائے اس میدان میں انہیں شکست دیں۔ ع

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانہ سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

گر ہم نے اس طریقہ کو چھوڑ کر میدان مقابلہ میں کودنے کی سوچی تو دینی اور دنیاوی

دونوں پہلوؤں سے گھاٹے میں ہم ہوں گے۔ ہم اتنے بھولے بھالے واقع ہوئے ہیں کہ ہمیں اپنی طاقت کا کبھی ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا۔ سلطانی ختم ہوئے ایک مدت گزر گئی لیکن ہمارے بات کرنے اور سوچنے کا انداز ابھی وہی ہے۔ ہماری ۴۵ سالہ تاریخ پٹنے اور مار کھانے کے علاوہ بھی کچھ اور ہے؟ آپ نے گلیوں میں دو بچوں کو لڑتے دیکھا ہوگا۔ ایک کمزور ہوتا ہے دوسرا مضبوط۔ کمزور بچہ آنکھ نکالتا ہے چیختا ہے اور لڑاکا سے پٹتا ہے۔ کمزور کہتا ہے کہ اب کی مارو گے تو خیریت نہیں۔ بڑا پھر دو لگاتا ہے۔ یہ رو لیتا ہے اور چپ ہو جاتا ہے۔ اگر یہ ذرا ضدی ہوا تو گالی دیتا ہے تو بڑا پھر چپت رسید کرتا ہے۔ ہماری حالت کچھ ایسی ہی ہے۔ جب کچھ ہوتا ہے ہم چیختے چلاتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ صفر رہتا ہے۔ ظالم اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ ہم کچھ قرار دادیں پاس کر لیتے ہیں ریلیاں نکالتے ہیں نعرے لگاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جواب دے دیا جب تک وہ اگلا طمانچہ رسید کر دیتا ہے۔ یہی **۴۵ سالوں** سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم لات جوتے کھاتے رہیں اور اف نہ کریں۔ میرا مدعا بس یہ ہے کہ ہم کچھ ٹھوس کام کریں جس کا کچھ نتیجہ نکلے۔ صبر و ضبط اور تحمل و بردباری سے کام لینا سیکھیں۔ ٹکراؤ سے ممکن حد تک بچنے کی کوشش کریں۔ جذباتی تقریروں، اشتعال انگیز بیانات، ریلیوں اور نعروں سے کیا کبھی آپ کے مسائل حل ہوئے ہیں۔ بس یہ ہوتا ہے کہ اس طرح دل کی کچھ بھڑاس نکل جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے بعض نوجوان اسے بزدلی پر محمول کریں لیکن آپ خود بتائیں مشین گنوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو جانا، آگ کے الاؤ میں کود پڑنا اور جذبات میں آکر سمندر میں چھلانگ لگا دینا یہ کہاں کی دانشمندی ہے۔ جنگوں میں کبھی قدم آگے بڑھتے ہیں اور کبھی انسان پیچھے ہٹتا ہے پیچھے ہٹنا بھی دراصل آگے بڑھنے کے مقصد سے ہی ہوتا ہے۔ ایک راستہ بند ہوتا ہے عقلمند دوسرا راستہ تلاش کر لیتا ہے۔ اور بیوقوف اسی بند راستہ سے اپنے سر کو ٹکراتا رہتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر اتحادیوں کی جانب سے جب ایٹم بم گرائے گئے تو جنگ جاری رکھنے کی جاپان نے حماقت نہیں کی بلکہ اس نے جنگ کی شکل تبدیل کر دی جس کا نتیجہ ہے کہ آج وہ ایک بڑی طاقت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے ہاں اگر ساری احتیاطی کوششوں کے باوجود ہماری جان و مال اور عزت و آبرو پر



حملہ ہوتا ہے تو اس کی حفاظت ہمارا دینی و انسانی فریضہ ہے جس کی دنیا کے ہر دستور نے اجازت دی ہے۔ من قتل دون عرضہ وماله فهو شهيد۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المومن القوی خیر من المومن الضعیف (طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔) اس حدیث کا تقاضا ہے کہ ایمان و اخلاق اور جسمانی و مادی ہر اعتبار سے ہمیں طاقتور مومن بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ؎

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

اپنی مدافعت اور حفاظت کیلئے ضروری ہے کہ ہم اپنی صفوں کی اصلاح کی کوشش کریں۔ اپنے اختلافات کم کریں، ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی عادت ڈالیں۔ ملت میں پھوٹ ڈالنے کی ہر سعی نامذموم کا سختی سے نوٹس لیں۔ اللہ کے بندوں سے اللہ کے لئے محبت کریں، کسی کو حریف نہ بنائیں، دعوت کا کام تیز کر دیں۔ غیر مسلموں کے ہر طبقہ سے ہمارے گہرے مراسم ہوں۔ پچھڑی ذاتوں کی طرف **خصوصی** توجہ دیں اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم جس دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں یہ ہمارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ ہم نے اپنے خدا کو ناراض کیا ہے۔ حدود اللہ پامال کی ہیں۔ اپنے فریضۂ منصبی کو ادا نہیں کیا ہے۔ بندوں کے حقوق میں بھی کوتاہی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی روش درست نہ کرے۔ اپنی اصلاح کئے بغیر ہم لاکھ خارجی تدبیریں کرلیں ہماری حالت نہیں سدھر سکتی۔

بقیہ: خطبہ صدارت

مقصد صرف یہی ہے کہ ہم اپنی اور ملی کو بہتر سے بہتر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں آپ کا تعاون چاہتے ہیں اور اپنا تعاون پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خلوص کے ساتھ خدمت کی توفیق عطا فرمائے، ہماری کوتاہیوں سے صرف نظر کرے اور اپنے دین کی بہترین خدمت ہم سے لے لے۔ آمین ثم آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

# پیغام

جامعۃ الفلاح کے عزیز فضلاء! آپکی جمعیت "انجمن طلبہ قدیم" کا اجلاس عام منعقد ہو رہا ہے۔ کسی دینی ادارے کے اجتماعات کا انعقاد فطری طور پر مسرت ہی کا موجب بن سکتا ہے۔ اس لئے آپ کے اس اجلاس کے انعقاد کی بات بھی اصلاً اور متوقع طور پر باعث مسرت ہی ہونی چاہیئے۔ امید ہے کہ اصلاً اور متوقع طور ہی پر نہیں، بلکہ فی الواقع بھی ایسا ہی ہوگا، اور یہ اجلاس عملاً اور اپنے نتائج کے اعتبار سے بھی قابل اطمینان اور مستحق مبارکباد ثابت ہوگا۔ یہ صرف امید کا اظہار ہی نہیں ہے، بلکہ ساتھ ہی آپ کے لئے ایک خاص اور اہم توجہ دہانی بھی ہے۔ اس توجہ دہانی کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ اب دینی اداروں کے اجتماعات بھی بسا اوقات ایک رسم کی ادائی اور کچھ دھوم دھام کا مظاہرہ بن کر رہ جایا کرتے ہیں، اور ایسے سربراہ اور شرکا ظاہری زیب و آرائش اور شان و شوکت کے جھمیلوں میں کچھ ایسے کھوئے رہتے ہیں کہ ان اعلیٰ مقاصد کی طرف ان کی نگاہ بہت کم اٹھ پاتی ہے، جنکی خاطر یہ اجتماعات منعقد کیے گئے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی حساس اور صاحب نظر شخص اس بوالفضول کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھ سکتا، اور نہ اسے کسی دینی ادارے کے شایان شان سمجھ سکتا ہے۔

چونکہ چلی ہوئی اور چھائی ہوئی رسموں میں ایک طرح کی کشش پیدا ہو رہی ہے اور لوگ بڑی آسانی سے انکے دام کے اسیر بن جاتے ہیں اس لئے کسی کو بھی اس خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا چاہیئے کہ وہ اس وبائے عام کے جراثیم کی پہنچ سے لازماً دور ہی رہے گا۔ آپ بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔ لہذا آپ لوگوں کو بھی اس خطرے کی طرف چوکنا رہنا اپنی ضرورت سمجھنا چاہیئے۔ اس امر کی وضاحت غیر ضروری ہی ہوگی کہ آپکے وہ مقاصد کیا ہیں جن کی خاطر یہ اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ یہ وضاحت آپکی انجمن کے دستور میں درج ہے اور درسگاہ کے دستور میں بھی ثبت ہے جس نے آپکو اپنے اعلان کردہ انہی مقاصد



کو سامنے رکھ کر علوم دین سے آراستہ کیا ہے، اور پھر آخر میں عالمیت اور فضیلت کی سندیں آپکے ہاتھوں میں اس امید، اس آرزو اور اس مقصد سے تھمائی ہیں کہ کارزار حیات میں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ان مقاصد عالیہ کی بہرحال تکمیل کرتے رہیں گے۔ اگر آپ نے اپنے اس مقصد زندگی کو یاد رکھا، اور خدا کرے کہ ضرور یاد رکھیں، اور اس طرح یاد رکھیں جس طرح یاد رکھنے کا حق ہے ——— تو نہ صرف خود دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار ہوں گے، بلکہ اپنی درسگاہ کا نام بھی روشن کریں گے اور اسلام کے مستقبل کو بھی سنوار دیں گے، اور اپنے بعد کے فضلائے جامعہ کیلئے اسوۂ حسنہ بھی بنیں گے۔ غور کیجیئے یہ کتنی عظیم بامرادی اور کیسی قابل رشک خوش بختی کی بات ہوگی۔ یہ فتنوں بھرا دور مخلص خدام دین کی ذمہ داریوں کو کہیں سے کہیں پہنچا چکا ہے، یہ فتنے روز بروز شدید تر اور وسیع تر ہوتے جا رہے ہیں، جب کہ وہ لوگ احساس فرض کے اعتبار سے کم سے کم تر ہوتے جا رہے ہیں جن کو معرکۂ خیر و شر میں ہراول دستہ بننا چاہیئے۔

کہا جاتا ہے کہ ہمارے دینی ادارے اسلام کا قلعہ ہیں۔ بلاشبہ ان اداروں کی اصل حیثیت یہی ہے۔ کاش انکی یہ اصل حیثیت آج بھی برقرار ہوتی۔ لیکن آخر اس حقیقت سے آنکھیں کیسے موند لی جائیں کہ انہیں سے کتنے ہی قلعوں میں دراڑیں پڑ گئی ہیں، پھر ان کے اندر اسلام کا علم اٹھا کر آگے بڑھنے والے وہ جنگ آزما تو تیار کیے جا رہے ہیں نہ انہیں ضروری آلات حرب سے مسلح کیا جا رہا ہے جو دعوت دین، نصرت دین اور اظہار دین کا میدان سر کرنے کے لئے درکار ہیں۔ کتنی مسرت کی بات ہوگی کہ جامعۃ الفلاح کے فارغین پر یہ تبصرہ صادق نہ آئے۔ نہ آج، نہ کل اور نہ کبھی۔

والسلام

صدرالدین اصلاحی

۲۸ راکتوبر ۱۹۹۳ء

درسِ حدیث

# امر بالمعروف

مولانا ابو بکر اصلاحی
۳۰ اکتوبر ۹۲ء بروز جمعہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (رواہ مسلم)

حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کا کوئی جب کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیئے کہ اپنے قوت بازو سے مٹا دے، اور اگر اسکی قوت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روکنے کی کوشش کرے، اور اگر اسکی بھی استطاعت نہ ہو تو اسے دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کی کتنی عنایتیں اور کرم فرمائیاں ہیں کہ اسے مخلوقات میں سب سے زیادہ اشرف و اعلیٰ مخلوق بنایا، بہترین شکل و صورت سے آراستہ کیا، طرح طرح کی اعلیٰ و ارفع صلاحیتوں سے اسے نوازا اور اسکے مستقل قیام کے لیے جنت کو آراستہ و پیراستہ کیا، اس نے اس کی ابتدا پیغمبر سے فرمائی اور ہدایت و رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک سلسلہ جاری فرما دیا تاکہ وہ انسانوں کو جنت کی راہ پر چلائیں، اپنے طرز عمل سے اس دنیا کو بھی جنت کا نمونہ بنائیں اور بالآخر اس کے اصلی مقام جنت میں پہنچائیں۔

انبیاء کرام کی آخری کڑی پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے اپنے امتیوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روح پھونکی۔ ان کا جتھا بنایا، اور ان کو ساتھ لے کر منکر کا قلع قمع کر دیا اور معروف کو غالب فرمایا۔ اور اللہ کے بندوں کیلئے جنت کی راہ پر چلنا اور چل کر جنت میں پہنچنا آسان بنایا۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ

حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل



كَانَ زَهُوْقًا

مٹنے ہی کی چیز ہے۔

ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا یہی مقصد تھا کہ حق کا بول بالا ہو اور باطل مغلوب و مقہور جیسا کہ قرآن خود وضاحت کر رہا ہے۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (صف)

وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے خواہ یہ بات کافروں کو ناگوار ہو۔

غلبہ دین کے عظیم مقصد کے حصول کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فدائیوں کو جو ہتھیار عطا فرمایا وہ یہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ہتھیار تھا جس سے وہ لیس تھے اور جس کے استعمال میں وہ کسی مداہنت کے روادار نہ تھے۔

قرآن بھی انکا یہ وصف بیان فرما رہا ہے۔

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کیلئے برپا کیا گیا ہے (تمہارا وصف یہ ہے کہ) تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے رہے ہو۔

اس ہتھیار کے استعمال کی بنیادی شرط ہے جیسے ابن عباسؓ نے سائل کے جواب میں بیان فرمایا۔

اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اُرِیْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اَبَلَغْتَ تِلْكَ الْمَنْزِلَةَ قَالَ اَرْجُوْ فَقَالَ لَهٗ اِنْ لَّمْ تَخْشَ اَنْ تَفْتَضِحَ بِثَلَاثِ اٰیَاتٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَافْعَلْ قَالَ الرَّجُلُ وَمَا هُنَّ قَالَ قَوْلُهٗ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ الْاٰیَةَ فَهَلْ اَحْكَمْتَ

ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں تو ابن عباس نے اس سے کہا کیا تم اس مقام پر پہنچ چکے اس نے جواب دیا امید کرتا ہوں تو ابن عباس نے اس سے کہا کہ اگر تمہیں اندیشہ نہ ہو کہ تم کو قرآن مجید کی تین آیتوں کے ذریعے رسوا ہونا پڑے گا تو ایسا کرو۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ وہ تین آیتیں کون ہیں ابن عباس

هذه قال لا قال الثانية قوله: "لِمَ تقولون ما لا تفعلون" فهل أحكمتها قال لا قال الثالثة مقالة شعيب: وما أريد أن أخالفكم إلى ما أنهاكم عنه فقال هل أحكمتها قال لا قال فابدأ بنفسك۔

(خلق المسلم)

نے بیان فرمایا پہلی آیت اللہ تعالیٰ کا قول "تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپکو بھول جاتے ہو" ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تم نے اس پر عمل کر لیا ہے اس نے جواب دیا نہیں۔ ابن عباسؓ نے کہا دوسری آیت ہے لِمَ تقولون ما لا تفعلون لوگو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو تو کیا تم نے اس پر عمل کر لیا ہے تو اس نے جواب دیا نہیں پھر ابن عباسؓ نے فرمایا تیسرے حضرت شعیب کا مقولہ ہے انہوں نے (حضرت شعیب) فرمایا میں جس چیز سے تمہیں روک رہا ہوں اسے خود نہیں کرنا چاہتا تو ابن عباسؓ نے فرمایا کیا اس پر عمل کر لیا ہے اس نے کہا نہیں تو ابن عباسؓ نے فرمایا جاؤ پہلے اپنی ذات سے دعوت و اصلاح کا آغاز کرو۔

انسان کے قول و عمل میں تضاد ہو تو یہ خود اس کے لئے وبال بنے گا اور دوسروں پر کوئی اثر بھی نہیں پڑے گا۔ دوسروں کو نیکی کا حکم اور خود نیکی و بھلائی کے کاموں سے گریزاں رہنا دوسروں کو برائی سے روکنا اور خود برائیوں میں لت پت رہنا مسلم کا شیوہ نہیں۔ انسان پر پہلے اپنی ذات کا حق ہے اس کے بعد دوسروں کا نمبر آتا ہے قول و عمل کا تضاد کوئی دانشمندی کی بات نہیں ہے۔ اسی لئے تو حضرت شعیب نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ میں تم لوگوں کو جس برے کام سے روک رہا ہوں اسے خود کرنا میرے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتا۔

جس طرح معاشرے کو از سر نو اسلامی بنیادوں پر قائم کر دینے اور خدا کی اطاعت کی راہ پر چلا دینے کیلئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر ضروری ہے اسی طرح آنیوالے زمانے میں اسلامی معاشرے کو خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے امر بالمعروف



یعنی دل میں اللہ کی روح کا زندہ و بیدار رہنا ضروری ہے فرمایا

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي إلا كان له في أمته حواريون وأصحاب يأخذون بسنته ويقتدون بأمره ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل۔

(رواه مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسکی امت میں بھیجا اس کی امت میں اس کے ہمنوا اور ساتھی رہے جو اسکے طریقے اپناتے رہے اور اسکے حکم کی پیروی کرتے رہے پھر اسکے بعد جانشین پیدا ہوئے جو کہتے وہ رہے جو کرتے نہیں تھے اور کرتے وہ رہے جس کا انہیں حکم نہیں ملا تھا۔ تو جو ان سے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان سے زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان سے دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کے اندر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں

گویا ہر وقت اس روح کو بیدار و چوکنا رہنا ضروری ہے کہ جہاں کہیں کوئی رخنہ نظر آئے فوراً اسے برسر عمل ہو جانا چاہیے ورنہ سمجھا جائیگا کہ ایمان کی چنگاری اپنی حرارت کھو چکی ہے ایسی صورت میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ اللہ کا عذاب آدھمکے اور اس وقت کوئی تدبیر کارگر نہ ہو۔ اسی لئے بتاکید حکم دیا جا رہا ہے

عن حذيفة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث

حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ قوی امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب

عَلَيْكُمْ عَذَابًا ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ وَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ

بھیج دے اور تم لوگ دعا کرتے رہ جاؤ اور دعا سنی نہ جائے

(رواہ الترمذی)

وقت پر غافل رہے اپنی ذمہ داری ادا نہیں کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور اسکی ناراضگی عذاب کی شکل میں نمودار ہوئی تو دعائیں کرنے لگے وہ وقت قبولیت دعا کا تو ہوتا نہیں پھر ناکامی کے سوا کیا حاصل ہوگا۔ اگر کسی آبادی میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی روح مردہ ہو جائے، معروف متروک ہو چکا ہو اور منکر کو لوگ اپنا چکے ہوں اور کوئی بھی روک ٹوک کرنے والا نہ ہو اور صورت حال یہ ہو چکی ہو کہ منکر کے خلاف نفرت و کراہت بھی دل سے نکل چکی ہو تو اسی آبادی کی اللہ تعالیٰ کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ اَنْ اَقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا قَالَ يَارَبِّ اِنَّ فِيْهَا عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ اَقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ فلاں آبادی کا تختہ الٹ دو حضرت جبرئیل نے گذارش کی اے مالک! اسمیں فلاں تیرا ایک ایسا بندہ ہے جس نے لمحہ بھر بھی تیری نافرمانی نہیں کی اللہ تعالیٰ فرمائیگا اسے ان سب کے سمیت تلپٹ کر دو اسلئے کہ وہ میری نافرمانی کرتے دیکھتا رہا لیکن گوارہ سے اسکی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جس شخص سے متعلق سفارش کی تھی وہ خود تو عابد و زاہد تھا لیکن دوسروں کی نافرمانیوں پر اس کے اندر کوئی اضطراب نہیں تھا کہ روک ٹوک کرتا بلکہ صورتحال یہ تھی کہ برائیوں کے خلاف اس کے اندر کوئی



نفرت و کراہت بھی باقی نہیں رہ گئی تھی یہاں تک کہ برائیوں کو دیکھ کر کوئی ناگواری نہیں ہوتی تھی جس کا اظہار چہرے کی رنگت بدل کر ہو جاتا۔

عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا مُنْكَرًا فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ يُوْشِكُ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهٖ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو، تم لوگ یہ آیت پڑھتے ہو کہ اے ایمان والو! تم پر صرف تمہاری ذمہ داری ہے اگر تم راہ ہدایت پر ہو تو گم کردہ راہ تم کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ لوگ جب برائی کو دیکھیں اور اسے مٹا نہ دیں تو پورا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سبھی کو اپنے عذاب میں گرفتار کرے۔

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

آیت کریمہ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم کا مفہوم کچھ لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ دوسروں کو راہ راست پر چلنے کی تلقین اور برائیوں سے باز رکھنے کی جد وجہد ضروری نہیں ہے ہر ایک پر صرف اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اگر وہ نافرمانیوں سے کنارہ کش اور فرماں برداری کی راہ پر گامزن ہے تو دوسروں کی گمراہی اس کیلئے کچھ مضرت رساں نہیں یہ بات جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے صاف صاف اعلان فرمایا کہ یہ خیال درست نہیں ہے کہ ہر ایک کو صرف اپنی فکر کرنی چاہیے اگر خود راست روی اختیار کی گئی تو دوسروں کی بے راہ روی مضر نہ ہوگا۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ لوگ برائیوں کو دیکھیں اور انہیں مٹانے کی جد وجہد نہ کریں تو پورا امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سبھی کو اپنے عذاب میں دھر پکڑے البتہ اگر منکر کو مٹانے کی امکانی کوشش کی گئی اور پھر بھی نافرمان باز نہ آئے تو پھر انکی نافرمانی و گمرہی کے وبال سے وہ محفوظ رہیں گے اور اسی صورت میں

اذیت میں انہیں کچھ بھی نقصان نہ پہونچا سکیں گی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا طَغٰی نِسَاءُکُمْ وَفَسَقَ شُبَّانُکُمْ وَتَرَکْتُمْ جِھَادَکُمْ قَالُوْا اَوَکَائِنٌ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ وَاَشَدُّ مِنْہُ سَیَکُوْنُ قَالُوْا وَمَا اَشَدُّ مِنْہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ کَیْفَ بِکُمْ اِذَا لَمْ تَاْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَلَمْ تَنْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ قَالُوْا اَوَکَائِنٌ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ وَاَشَدُّ مِنْہُ سَیَکُوْنُ قَالُوْا وَمَا اَشَدُّ مِنْہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ کَیْفَ بِکُمْ اِذَا لَمْ تَاْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَلَمْ تَنْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ قَالُوْا اَوَکَائِنٌ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ وَاَشَدُّ مِنْہُ سَیَکُوْنُ قَالُوْا وَمَا اَشَدُّ مِنْہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا اَمَرْتُمْ بِالْمُنْکَرِ وَنَھَیْتُمْ عَنِ الْمَعْرُوْفِ قَالُوْا اَوَکَائِنٌ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ وَاَشَدُّ مِنْہُ سَیَکُوْنُ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِیْ حَلَفْتُ لَا فِتْنَۃً یَصِیْرُ الْحَلِیْمُ فِیْھَا حَیْرَانَ

(طبرانی)

اسامہ بن زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا لوگو، تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکش ہو جائیں گی اور نوجوان بے راہ ہو جائیں گے اور تم فریضہ جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا ایسا زمانہ بھی آئیگا آپ نے فرمایا ہاں اس سے بھی سخت زمانہ آئیگا لوگوں نے دریافت کیا وہ کیسا ہوگا آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ بیٹھو گے، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا ایسا زمانہ بھی آنیوالا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس سے بھی شدید زمانہ آنیوالا ہے لوگوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول اس سے شدید تر زمانہ کیا ہوگا آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگو گے لوگوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول کیا اس سے بھی شدید تر زمانہ آنیوالا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس سے کہیں بڑھ کر شدید ترین زمانہ آنیوالا ہے لوگوں نے دریافت کیا اے



اللہ کے رسول وہ کیا زمانہ ہوگا آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب منکر کا حکم دوگے اور معروف سے روکو گے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کہنا کہ میں انہیں ایسی آزمائش میں مبتلا کروں گا کہ صاحبان عقل و ہوش حیران و ششدر رہ جائیں گے

اس حدیث میں نافرمانیوں کے چار اسٹیج بتائے گئے ہیں پہلا اسٹیج تو یہ ہے کہ عورتیں سرکش ہو جائیں گی، نوجوان بے راہ رو ہو جائیں گے اور لوگ جہاد کو چھوڑ بیٹھیں گے۔ چونکہ اس وقت بھی اللہ کے فرماں بردار تھے عورتیں بھی فرماں بردار مرد بھی فرماں بردار اور نوجوان بھی راست رو تو اس سے صحابہ کرام کو تعجب ہوا اور انہوں نے حیرت سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا ایسا زمانہ بھی آنیوالا ہے صحابہ کرام حیرت سے پوچھتے رہے اور آپ بتاتے رہے دوسرا اسٹیج آپ نے یہ بتایا کہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ بیٹھیں گے اور تیسرا اسٹیج یہ بتایا کہ معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگیں گے اور چوتھا اسٹیج آپ نے یہ بتایا کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ امر بالمنکر اور نہی عن المعروف جنکا شیوہ ہوگا۔

جب ایسی صورت حال ہو جائے گی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ ایسی صورتحال میں میں انہیں ایسے فتنے میں مبتلا کروں گا کہ عقلاء و ذی شعور حیران و ششدر رہ جائیں گے اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آئیگا کہ کیا کریں۔

یہ تو دنیا میں انجام ہوگا، آخرت کا انجام سنتے چلئے۔

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَاءُ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُہٗ فِی النَّارِ فَیَطْحَنُ فِیْھَا کَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاہُ فَیَجْتَمِعُ اَھْلُ النَّارِ فَیَقُوْلُوْنَ اَیْ فُلَانُ مَا شَاْنُکَ

اسامہ بن زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص لایا جائیگا پس اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اسکی اوجھ آگ میں نکل پڑے گی پس وہ اس کے گرد چکر لگائیگا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر لگاتا ہے تو جہنم والے اکٹھا ہو جائینگے اور کہیں گے اے فلاں تمہارا کیا حال ہے

أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ

(متفق علیہ)

کیا تم ہمیں بھلائیوں کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائیوں سے نہیں روکتے تھے وہ کہے گا میں تمہیں نیکی کا حکم تو دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور تمہیں برائی سے تو روکتا تھا۔ لیکن خود کرتا تھا۔

شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے وہ کیوں پسند کرے گا کہ انسان جنت کے راستے کو اپنا کر جنت میں جا داخل ہو۔ مسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنی زندگی کا مشن بنایا وہ اس فریضے کی انجام دہی میں مشغول تو ہو گیا لیکن اپنی طرف سے غافل ہو گیا اسے یہ یاد نہ رہا کہ دوسروں کو معروف کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی خود اپنی عملی زندگی میں اسے اپنانا چاہیے اور لوگوں کو منکر سے روکنے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی منکر سے گریزاں رہنا ہے۔ اور صورت یہ بن گئی کہ اس کے قول و عمل میں تضاد ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قول و عمل کا تضاد سخت ناپسندیدہ ہے سورہ صف میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ

(سورۃ الصف ۲)

مومنو! تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ نہایت ناپسندیدہ بات ہے کہ وہ کہو جو کرتے نہیں ہو

لیکن رحمت خداوندی کی وسعت بہت بے پایاں ہے بندہ مالک کی طرف رجوع ہو کر آگے بڑھے تو مالک کو اسے اپنی آغوش شفقت میں لے لینے کے لئے شاداں و فرحاں تیار و آمادہ پائے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں اور وہ جہاں کہیں مجھے یاد کرتا ہے اس کے ساتھ (ہی) ہوں خدا



حَيْثُ يَذْكُرُنِي وَاللَّهِ لَلَّهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِذَا أَقْبَلَ إِلَيَّ يَمْشِي أَقْبَلْتُ إِلَيْهِ أُهَرْوِلُ

(متفق علیہ)

کی قسم تم میں سے کسی آدمی کو چٹیل سرزمین میں اپنی گم شدہ سواری کو پا کر جس قدر خوشی و مسرت حاصل ہوگی اس سے کہیں بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو اس وقت خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے جبکہ کوئی بندہ توبہ کر کے اور مالک کی طرف پلٹ کر آتا ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک گز قریب ہوتا ہوں۔

اس مہربان آقا کی محبت و شفقت کو ملاحظہ فرمائیے کہ بندہ جیسا کچھ آقا کے بارے میں خیال رکھتا ہے ویسا اور جہاں کہیں آقا کو یاد کرتا ہے وہاں آقا موجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے در پر بندہ آتا اور اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ مسرت حاصل ہوتی ہے اس مسافر سے بھی زیادہ مسرت حاصل ہوتی ہے جسے چٹیل سرزمین میں اپنی گم شدہ سواری کو پا لینے پر ہوتی ہے۔

پھر دیکھئے اس کا کرم کہ بندہ آقا کی طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو آقا بندے کی طرف ایک ہاتھ بڑھ کر آتا ہے بندہ آقا کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو آقا بندے کی طرف ایک گز بڑھ کر آتا ہے بندہ آقا کی طرف چل کر آتا ہے تو آقا بندے کی طرف دوڑ کر پہنچتا ہے گویا آقا بندے کی ہر طرح کی پذیرائی کرنے کیلئے تیار ہے شرط یہ ہے کہ بندہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے کیلئے تیار ہو اور اخلاص و ایمان کے ساتھ آمادہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کو بندے کی کوشش و جدوجہد کو نوازنے کیلئے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے چشم براہ ہے۔

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ خَبَّابًا يَقُولُ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت قیس روایت کرتے ہیں کہ میں نے خباب کو کہتے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ

وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَهُوَ
فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَقَدْ لَقِينَا مِنَ
الْمُشْرِكِينَ شِدَّةً فَقُلْتُ أَلَا
تَدْعُو اللّٰهَ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ
وَجْهُهُ فَقَالَ لَقَدْ
كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ
بِمِشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ
عِظَامِهِ مِنْ لَحْمٍ أَوْ عَصَبٍ
مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ
وَيُوضَعُ الْمِنْشَارُ عَلَى مَفْرِقِ رَأْسِهِ
فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ
ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ وَ
لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ
مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ

(رواه البخاری)

وسلم کے پاس آیا، آپ خانۂ کعبہ کے سائے تلے ایک چادر سر کے نیچے رکھے بیٹھے تھے، اور اس دور میں مشرکین کی طرف سے ہمیں سخت اذیت پہنچ رہی تھی تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا نہ فرمائیں گے، تو آپ اٹھ بیٹھے آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ نے فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گذرے ہیں جنکی ہڈیوں سے لوہے کی کنگھیوں کے ذریعہ گوشت اور پٹھے کھرچ لئے گئے یہ چیز انہیں ان کے دین سے نہ پھیر سکی، اور سر کے بیچ آرہ رکھا گیا اور دو ٹکڑوں میں پھاڑ دیا گیا یہ چیز بھی انہیں انکے دین سے نہ پھیر سکی، اللہ تعالیٰ ضرور اس معاملے کو تکمیل تک پہنچا کر رہے گا یہاں تک کہ مسافر صنعا سے حضر موت تک کا سفر کریگا اور اسے سوائے خدا کے کسی کا ڈر نہیں ہوگا

اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت تو بندوں تک پہنچنے کیلئے چشم براہ ہے۔ اگر اس میں کچھ تاخیر ہوتی ہے تو اس لئے کہ ابھی بندوں نے اپنے آپکو مکمل طور پر مستحق نہیں ثابت کیا ہے جس روز انہوں نے اپنا کلی استحقاق ثابت کر دیا نصرت الٰہی آپہنچے گی، اور مقصد حاصل ہوکر رہے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے یقین و اعتماد کیساتھ فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو شاہد بنا کر فرمایا کہ غلبہ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کا مقدس کام جو انجام دیا جا رہا ہے یہ تکمیل کو پہنچ کر رہے گا، اور مملکت کے حدود میں امن و امان اور چین و سکھ عام ہوگا چنانچہ چند ہی سال کے اندر دین حق غالب ہوکر رہا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی ذمہ داری ادا کرنیکی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بھی دین کا غلبہ دکھا



# استقبالیہ

رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی
ناظم اجلاس عام

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

خدائے وحدہ لاشریک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں پھر ایک بار اکٹھا ہونے اور اپنے حال دل کہنے سننے کا ایک زریں موقع عنایت فرمایا ہے

محترم مہمانان، مشفق اساتذہ کرام، برادران گرامی قدر ابناء قدیم اور عزیز طلبہ ! انجمن طلبہ قدیم کے اس پانچویں اجلاس عام میں ہم آپ کا پرتپاک استقبال کرتے اور دلی مسرت کا اظہار کرتے ہیں یہ محض رب کریم کی خاص عنایت اور آپ کے خلوص ہی کا نتیجہ ہے کہ ہماری ایک آواز پر جیسے آپ نے بھی اپنی دل کی آواز جانا یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہمیں آپکو یکجا کر اور اپنے درمیان پاکر جو خوشی ہو رہی ہے اس کا بیان ممکن نہیں ہمارا سر اللہ تعالیٰ کے شکر و سپاس میں جھک جاتا ہے۔

لیکن ساتھ ہی آگے بڑھنے سے پہلے میں اپنے اور سب کے محترم بزرگ انجمن کے مشفق سرپرست کا ذکر کروں گا جو اب ہم میں نہیں رہے اور ہم انکے سایہ شفقت سے محروم ہو چکے ہیں اور جن کی کمی پر ہمیں انتہائی رنج و افسوس ہے میری مراد مولانا ابو اللیث اصلاحی ندوی مرحوم سے ہے کہ جنکی ذاتی دلچسپیوں اور کوششوں سے انجمن اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئی اور اسے آگے بڑھنے کے خطوط کار۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم فلاحی برادران ! ہم اور آپ اپنی اس مادر علمی میں ایک بار پھر جمع ہوئے ہیں اس مادر علمی میں جہاں عمر عزیز کا ایک حصہ ہم نے گزارا اور آئندہ زندگی گزارنے کا لائحہ عمل ترتیب دیا ہے ہمیں فرداً فرداً اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ جس مقصد کے تحت اس جامعہ کا قیام عمل میں آیا ہے اور جس کی تکمیل کے لئے انجمن قائم ہوئی ہے ہم اس مقصد سے کتنے قریب اور

ہماری عملی زندگی اس سے کس قدر ہم آہنگ ہے۔ کیا ہمارا شمار ایسے افراد میں ہو سکتا ہے۔

جو قرآن و سنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں

جن کی نظر وقت کے اہم مسائل پر بھی ہو اور جو غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں

جو اسلامی اخلاق و کردار کے حامل ہوں

جن میں احیاء دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا صحیح جذبہ ہو

جو گروہی، جماعتی اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر وسعت قلب و نظر کے ساتھ معاشرہ کی اصلاح و تعمیر کا فریضہ انجام دے سکیں

برادران گرامی: ہم یہاں ذرا رکیں اور اپنا جائزہ لیں کہ کہیں اپنا یہ سبق بھول تو نہیں گئے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر سے یہ سبق اپنے ذہن و دماغ میں تازہ کر لیں۔

حضرات اس وقت ملکی اور بین الاقوامی سطح پر جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں خصوصاً مسلمانوں کے تئیں جس طرح کا رویہ اپنایا جا رہا ہے کیا اس کے تقاضے سے ہم باخبر ہیں اور ان کے مقابلے کے لئے تیار ہیں؟

ہم مختلف مدارس کے ذمہ داران، اساتذہ کرام اور کارکنان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور دل کی گہرائی سے ان کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ہم انکو بتانا چاہتے ہیں کہ انجمن کے پیش نظر مذکورہ مقاصد کے حصول کے لئے دیگر دینی و تعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور ان کا تعاون حاصل کرنا بھی ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی اجلاس عام اور سمینار کا انعقاد بھی ہے اس سے قبل چوتھے اجلاس عام کے موقع پر دینی مدارس اور ان کے مسائل کے موضوع پر سمینار کا اہتمام کیا گیا تھا جو کافی مفید رہا اور جس پر اہل علم کی طرف سے کافی حوصلہ افزائی کی گئی چنانچہ پانچویں اجلاس عام میں "ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس" جیسے اہم مسئلہ کو سمینار کا موضوع قرار دیا گیا۔ اور اس موضوع پر اظہار خیال کی دعوت ہندوستان کے مختلف مکاتب فکر کے علماء اور دانشوران کو دی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں اور بہت ہی سخت اور ناگفتہ بہ حالات میں ان کے قیام عام کا فیصلہ کیا گیا تھا جب اہل کلیسا کے نظام تعلیم کا جال مسلمانوں پر ڈالا جا رہا تھا جس کے بارے میں علامہ



اقبال کہا ہے۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

اور اس سازش کو واشگاف انداز میں خود لارڈ میکالے کے الفاظ میں سنئے

"ہمیں ایک جماعت بنانی چاہئے جو ہمارے اور ہماری رعایا کے درمیان مترجم کا کام دے سکے یہ ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی مگر مذاق، رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو" ——— اس کے جواب میں مولانا نانوتویؒ نے فرمایا تھا "ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے اسلامی ہوں جن میں اسلامی تہذیب و تمدن کے جذبات بیدار ہوں اور دین و سیاست کے لحاظ سے انہیں اسلامی شعور زندہ ہو" ———

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم نوجوان بحالت موجودہ اپنا بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو ہمیں سوچنا ہے کہ کیسے ادا کر سکتے ہیں۔

محترم ہمدردان جامعہ و انجمن۔ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ کا ہمارے ساتھ جو تعاون رہا ہے اس کے نتائج کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور پرکھیں اور ہمیں بتائیں کہ آپ نے ہم سے جو توقعات وابستہ کی ہیں وہ کہاں تک پوری ہو گئی ہیں؟ اور آئندہ کیسے پوری ہو سکتی ہیں؟

محترم اساتذہ کرام! ہم طلبہ قدیم جنہوں نے آپ کی آغوش میں تربیت پائی ہے اور آپ کی شفقتوں میں پلے بڑھے ہیں آپ کے سامنے حاضر ہیں۔ اور اپنے کو آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں ہماری کوشش رہی ہے کہ ہم آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنے آپ کو پوری طرح ڈھال سکیں اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ کی رہنمائی ہمیں حاصل رہے گی۔

محترم ناظم صاحب اور ذمہ داران جامعہ ہم آپ کے تہ دل سے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور ہمیں آپ کی ہر طرح کی تائید حاصل رہی۔ اگر آئندہ بھی ہمیں آپ کا یہ تعاون اور آپ کی تائید حاصل رہی تو ہمیں امید ہے کہ دینی اور علمی کی قابل قدر خدمت انجام دے

سکیں گے۔

عزیز طلبہ:- ابھی آپ طالب علم ہیں ہمارے چھوٹے اور عزیز بھائی کل آپ بھی انجمن کے ایک اہم ممبر ہوں گے ان شاء اللہ۔ اس وقت جامعہ کا جو نقشہ نظر آرہا ہے دراصل یہ آپ لوگوں کی دن رات کی کوششوں کا ثمرہ ہے یہ اگرچہ آپکا اپنا کام ہے اور اپنا ہی کام سمجھ کر اسے اپنے انجام دیا ہے۔ لیکن اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو علمی میدان میں مزید انتھک جد وجہد کرنے کا خوگر بنائے اور علم وعمل کے اعلیٰ درجات پر سرفراز کرے آمین۔

آخر میں میں اپنے اساتذہ جامعہ اور دوستوں خصوصاً برادرم انصار احمد فلاحی ناظم اجلاس اور دوسرے تمام معاونین کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے صرف قانونی خانہ پری کے طور پر نہیں بلکہ پورے دل وجان سے لگ کر اس اجلاس کے ہر ہر مرحلہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور مجھے پتہ بھی نہیں چلنے دیا کہ اتنا زبردست انتظام کیسے انجام پا گیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس پورے انتظام میں جو خوبیاں نظر آئیں وہ انکے خلوص کا ثمرہ ہے اور خامیاں دراصل میری کوتاہی عمل کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمائے۔

آخر میں ایک بار پھر میں تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دل کی پوری گہرائی سے کہتا ہوں کہ حالات اگرچہ سخت ہیں معاشرہ میں کافی بگاڑ آچکا ہے جس سے ہمارے نوجوان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن ان تمام خطاؤں کے باوجود مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہمت کیجئے میدان عمل میں اترئے اور ڈٹ جائیے کہ

نہیں ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



# خطبۂ صدارت

نسیم احمد غازی فلاحی

انجمن کے پانچویں اجلاس عام منعقدہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء کے موقع پر
صدر انجمن کا خطبۂ صدارت

برادران گرامی، مہمانان محترم، اساتذۂ کرام اور عزیز طلبہ وطالبات و معزز حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ کا احسان وکرم ہے کہ اس نے آج ہمیں انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کے پانچویں دوسالہ اجلاس عام کے انعقاد کی توفیق عطا فرمائی۔ آج ہمیں اساتذۂ کرام وطلبۂ عزیز نیز مہمانان گرامی کو یکجا دیکھ کر کس قدر مسرت ہو رہی ہے اسکا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لیکن ساتھ ہی آج ہمارے دل ان بزرگوں اور فلاحی برادران کو اپنے بیچ نہ پاکر غمگین ہیں جو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ انہیں جامعہ کے قدیم ومعزز استاد مولوی ادریس صاحب، مجلس انتظامیہ کے بنیادی رکن مولانا حبیب اللہ ملک صاحب، جامعۃ الفلاح کے سابق ناظم اور انجمن طلبۂ قدیم کے سرپرست اول مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحی ندوی، جنہوں نے انجمن طلبۂ قدیم کے قیام کیلئے ہمت افزائی فرمائی، شامل ہیں۔ نیز ہمارے جو فلاحی بھائی ہم سے رخصت ہوگئے ڈاکٹر احسان فلاحی ہنگائی پور اور عبد الباری صاحب فلاحی بلریا گنج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اور انکی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری یہ بھی دعا ہے کہ ہمارا یہ اجلاس اپنے مقاصد میں کامیاب ہو اور جامعہ کی تاریخ کا ایک اور روشن باب ثابت ہو۔ آمین

حضرات! آپ میں سے اکثر لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ ہماری انجمن ۱۸ نومبر ۱۹۷۶ء

میں قائم ہوئی، ہر چند کہ بڑی بے سروسامانی میں یہ سب کچھ ہوا تھا لیکن فارغین جامعہ کی وابستگی اور یکسوئی اور اللہ کے فضل و کرم سے یہ کارواں آگے بڑھتا چلا گیا۔ ہم نے طے کیا تھا ہر دو سال پر انجمن کا اجلاس عام منعقد کریں، جس میں دو سالہ سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے صدر، سیکریٹری، خازن اور شوریٰ کا از سر نو انتخاب عمل میں آئے لیکن بعض وجوہات کی بنا پر شوریٰ کے فیصلے کے مطابق ہمارا یہ اجلاس تاخیر سے منعقد کیا جا رہا ہے۔

حضرات! اس سے قبل جو اجلاس منعقد ہوئے ان میں پہلا ۷/۸ مارچ [illegible]

• دوسرا ۲۱ تا ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء، تیسرا ۱۹/۲۰ فروری ۱۹۹۹ء، اور چوتھا ۱۲/۱۳ فروری [illegible] میں منعقد ہوا، ان اجلاسوں میں الحمد للہ نہ صرف یہ کہ فارغین جامعہ کی بہت بڑی تعداد شریک ہوئی، اور سالہا سال کے بچھڑے ساتھی و اساتذہ کو ملاقات کا موقع ملا، بلکہ [illegible] تعاون انجمن کی سرگرمیوں کو بیش از بیش مفید بنانے میں بھی ان کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔

محترم حاضرین! گذشتہ میقات میں انجمن نے جو بھی خدمات انجام دی ہیں اس کی ایک رپورٹ علیحدہ سے آپکے سامنے سیکریٹری انجمن کی طرف سے پیش کی جائے گی۔ ہم بس اس سلسلہ میں اتنا ہی کہیں گے کہ ہم جو کچھ کر سکے وہ اللہ کے فضل و کرم سے کر سکے اور جو کمی رہ گئی اسمیں ہماری کوتاہی و تقصیر کا ہی دخل ہے جسکا ہمیں اعتراف ہے۔

حضرات! انجمن کے اغراض و مقاصد سے آپ حضرات ضرور واقف ہوں گے جو یہ ہیں۔

"فارغین جامعہ کو مقاصد جامعہ کے حصول کیلئے منظم کرنا، انکی صلاحیتوں کو ان مقاصد کیلئے زیادہ سے زیادہ موثر اور مفید بنانے کی تدابیر اختیار کرنا، جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ذمہ داران جامعہ کے ساتھ تعاون کرنا، مقاصد جامعہ کے حصول کیلئے دینی تعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنا وغیرہ۔"

مقاصد جامعہ کی جو تعیین خود جامعۃ الفلاح کے دستور دفعہ ۳ میں کی گئی ہے وہ یہ ہے۔

"۔ ایسے افراد تیار کرنا جو قرآن و سنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں



[illegible] فقہی مسائل پر بھی ہو اور جو غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں، [illegible] حالات سے واقف ہوں، جن میں احیائے دین و اعلائے کلمۃ اللہ کا صحیح جذبہ [illegible] اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر وسعت قلب و نظر کے ساتھ [illegible] اصلاح و تعمیر کا فریضہ انجام دے سکیں۔ ایسا نصاب تعلیم زیر عمل لانا [illegible] تعلیم کا بہترین امتزاج ہو۔"

یہ ہے وہ اعلیٰ و ارفع مقصد جس کے حصول میں جامعہ کا تعاون کرنے کیلئے انجمن وجود میں آئی اور الحمد للہ انجمن اپنے اس مقصد پر حتی الوسع پابندی سے عمل پیرا ہے۔ انجمن نے بطیب خاطر اپنی مادر علمی کی خدمت انجام دی ہے اور انجمن اسے اپنے لئے باعث سعادت و افتخار سمجھتی ہے، ذمہ داران و متعلقین جامعہ نے ہماری خدمت کو سراہا ہے اور ہمیں اپنے تعاون سے نوازا ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ جامعہ کی [illegible] مجلس انتظامیہ میں چار فارغین جامعہ اور مجلس تعلیمی میں دو کو خدمت کا موقع عنایت کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ جامعہ کے تدریسی اسٹاف میں بھی بہت سے فارغین کو خدمت کا موقع دیا گیا ہے۔ ایک طرف ہمارے سلسلہ میں جامعہ کا یہ اعزاز ہمارے لئے باعث فخر ہے وہیں اس سے زیادہ ہمارے کاندھوں پر امانت و ذمہ داری کا بار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان توقعات کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو جامعہ نے ہم سے بجا طور پر کی ہیں۔

محترم حاضرین! یہ اجلاس ہمیں اس بات کا ایک بہترین موقع بھی فراہم کرتا ہے کہ ہم دنیا کے عمومی حالات کا جائزہ لے سکیں اور خاص طور پر ان امور پر غور کر سکیں جن کا تعلق براہ راست اسلام اور جامعہ کے مقاصد سے ہے۔

گذشتہ چند سالوں کے دوران میں دنیا میں نہایت تیز رفتاری اور سرعت کے ساتھ وہ واقعات رونما ہوئے۔ حالات کی یہ تبدیلی ہنوز جاری ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ [illegible] دنیا بشمول امت مسلمہ اس سے متاثر ہوگی۔

پہلا واقعہ اشتراکیت کے سیاسی و حکومتی ڈھانچہ کا انہدام اور سرد جنگ کا خاتمہ ہے اور دوسرا واقعہ امریکہ کے ذریعہ NEW WORLD ORDER (نیا عالمی

نظام) کے قیام کی جدوجہد ہے۔ پہلا واقعہ جہاں امت مسلمہ کیلئے بہت ساری نیک اچھی اور دوررس نتائج والی تبدیلیاں لے کر آیا۔ مثلاً افغانستان سے کمیونزم کا خاتمہ اور وسطی ایشیا نیز دیگر مسلم علاقوں کی اشتراکیت کے پنجۂ خونی سے آزادی وغیرہ، وہیں عالمی سطح پر اسلام دشمن قوتوں کی نئی محاذ آرائی اور اسلام کو کچل ڈالنے کی ترکیبیں و سازشیں بھی لے کر آیا۔ اس سلسلہ میں خود افغانستان میں اسلامی نظام کی راہ روکنے کیلئے ریشہ دوانی، عراق کی قوت توڑنے کی کوشش، بعض مسلم ملکوں کی امداد بند کرنے کا فیصلہ اور صومالیہ کی خانہ جنگی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ لیکن ان سب میں سب سے اشد اور دردناک واقعہ جس سے بجا طور پر ساری امت لرز اٹھی ہے، سابق یوگوسلاویہ میں بوسنیا ہرزگووینا وغیرہ میں مسلمانوں کا قتل عام ہے جبکہ اس سلسلہ میں ساری اسلام دشمن مغربی قوتیں یا تو اغماض برت رہی ہیں، مجرمانہ طور پر خاموش ہیں یا موثر اقدام کرنے سے پہلو تہی کر رہی ہے۔

دنیا کا دوسرا واقعہ امریکہ کی طرف سے نیا عالمی نظام کا نعرہ ہے جو مستقبل میں اپنے نتائج کے اعتبار سے نہایت اہم ہے، اسلام دشمن قوتوں، جنکی سربراہی امریکہ اور ساری دنیا کے یہودیوں کے ہاتھ میں ہے، کی کوشش ہے کہ دنیا میں ایک ایسا نظام برپا کیا جائے جسمیں دنیا کی تمام قومیں اور نظریات مغربی نظام و نظریات کی غلام اور حاشیہ بردار ہو کر رہ جائیں۔ یہ بات آپ سب پر عیاں ہوگی کہ ان تمام کوششوں کا اصل ہدف اسلام اور اہل اسلام ہی ہیں کیونکہ انہیں ڈر ہے کہ اسلام جو ساری دنیا میں عدل و قسط کے قیام کیلئے آیا ہے اگر اسکی حقیقت دنیا والوں پر منکشف ہوگئی تو انکا ظلم و جبر جاری نہ رہ سکے گا لہذا اس سے قبل کہ اسلامی دنیا اسلام کی بنیادوں پر اپنا نظم استوار کرے اسکے وسائل پر قبضہ کر لیا جائے اور انہیں غلاموں کی طرح ہر اعتبار سے جکڑ کر رکھ دیا جائے۔

حضرات! ہمیں واضح طور پر اور کسی شک و شبہ میں مبتلا ہوئے بغیر سمجھ لینا چاہئے کہ نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کیلئے بلکہ عالم انسانیت کیلئے بھی یہ گھڑی بہت ہی نازک اور فیصلہ کن ہے، کیونکہ باطل و اغیار کی تمام جدوجہد کا مقصد حق و اہل حق کو شکست دینا ہے لہذا ہمیں ایسے موقع پر نہ صرف یہ کہ فراست ایمانی کا ثبوت دینا چاہئے بلکہ دنیا بھر پر



قریب سمجھ رہا چاہئے اور حالات و واقعات کے ظواہر کے بجائے باطن پر نظر ڈالنی چاہئے تاکہ ظاہر کے پُرفریب چہرے سے ہم دھوکہ نہ کھا سکیں۔

اس سلسلہ میں اہل علم کی اس ذمہ داری سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے علم و زبان سے عوام و خواص پر یہ حقیقت واضح کریں کہ صحیح معنوں میں عالمی نظام کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اسلام قوم و نسل، رنگ و زبان اور وطن سے اوپر اٹھ کر پوری دنیا کو ایک خاندان تصور کرتا ہے اور سب کیلئے ایک ایسا مبنی بر عدل نظام دیتا ہے جو قابل عمل بھی ہے اور سارے مسائل کا حل بھی۔ کاش اگر آج مسلم ممالک بھی اپنے یہاں اسلامی نظام کو نافذ کر کے دنیا کے سامنے عملی نمونہ پیش کرتے اور اسلام کو عالمی نظام بنانے میں اپنا اہم رول ادا کرتے۔

حضرات، جہاں تک ہمارے ملک کے اندرونی حالات کا تعلق ہے تو ہم میں شاید ہی کسی شخص کو اس بات سے اختلاف ہوگا کہ آج ملک کی صورتحال جتنی کشیدہ نازک اور اشتعال انگیز ہے اتنی شاید گذشتہ چالیس سالوں میں کبھی نہ رہی ہوگی

حالیہ دنوں میں بعض عناصر کے رجحانات اور فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی جو بابری مسجد، رتھ یاتراؤں اور دیگر کوششوں کے ذریعہ فروغ پاتی رہی ہیں، انکے سبب برادران وطن کے اندر مسلمانوں کے خلاف جذبات اور غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں، ممکن ہے وہ افراد جو ایک خاص حلقہ میں نشست و برخاست رکھتے ہیں انکو اس کا خاطر خواہ احساس نہ ہو کہ ملک کے طول و عرض میں اور شہر شہر و قریہ قریہ میں عام غیر مسلم بھائیوں کے اندر اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے کس قدر نفرت انگیز غلط اور مخالفانہ جذبات پیدا کئے جا رہے ہیں۔

مخالفین اسلام کی یہ کوشش بھی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا اسلامی تشخص ختم ہو جائے اور وہ ایک مخصوص عقیدہ و مذہب پر مبنی نام نہاد قومی دھارے میں شامل ہو جائیں انکے یہ بھی ناپاک عزائم ہیں کہ مسلمان نام کی ایک قوم تو ملک میں باقی رہے لیکن اسلام سے اسکا رشتہ صرف نام کا ہو، چنانچہ ایسے مسلمانوں کو جو ان کے معیار پر کھرے اتریں انہیں ہر سطح پر اعزازوں سے نوازا جاتا ہے، اونچے اونچے عہدوں پر سرفراز کیا جاتا ہے اور موقع بہ موقع یہ بعد

کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہی دراصل وہ سچے مسلمان ہیں جو اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں اور مسلمانوں کے اصل راہ نما ہیں۔

ادھر کچھ دنوں سے ایک ستم یہ بھی کیا جانے لگا ہے کہ ملک کے جن صوبوں میں فرقہ پرست جماعتوں کی حکومتیں قائم ہیں وہاں تاریخ کو مسخ کر کے ایسے واقعات نصابی کتابوں میں شامل کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف بچوں کے ذہن میں زہر گھول سکے نیز ان لوگوں کی ذہنی سطحیت کا اس بات سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایسے شہروں کے نام بھی تبدیل کرنے پر آمادہ ہیں کہ جن سے مسلمانوں یا اسلام کی تہذیب سے ادنیٰ سا بھی تعلق ظاہر ہوتا ہو۔

ان سب زہر افشانیوں کے جو نتائج مستقبل قریب میں سامنے آئیں گے اور ان سے ہمارے عوام و خواص اور ہمارے ادارے متاثر ہوں گے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

ایک دوسرے پہلو سے بھی ہمیں ملک کے حالات کا ہلکا سا جائزہ لینا چاہیے کہ آج ہمارے وطن عزیز میں اخلاقی انحطاط اپنے عروج پر ہے، اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ لفظ اخلاق ہماری ڈکشنریوں کی صرف زینت بنا ہوا ہے ورنہ اس سے ہمارے ملک اور اس کے باشندوں کو کچھ لینا دینا نہیں۔ فحاشی عام ہو گئی ہے دھوکہ فریب، غریبوں اور پسماندہ طبقات کا استحصال ہمارے لئے جیسے باعث فخر ہو گیا ہے اور اس صورتحال کا سب سے افسوسناک اور خطرناک پہلو یہ ہے کہ مسلمان اور وہ مسلمان جو قرآن و سنت کے حامل ہیں اور شہادت علی الناس جنکی ذمہ داری ہے، وہ خود بے تحاشہ برائیوں کی طرف دوڑ رہے ہیں اور آج اسلامی و غیر اسلامی معاشرہ میں فرق کرنا دشوار ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام مخالف قوتیں خود مختلف ذرائع استعمال کر کے مسلمانوں کو راہ راست سے ہٹانے کیلئے کوشاں ہیں لیکن خود مسلمان ہی اس صورتحال کے ذمہ دار ہیں، ہم نے اپنے گھروں اور دلوں کے دروازے باطل قوتوں کے لئے اور عام برائیوں کیلئے چوپٹ کھول دئے ہیں۔ دوسری طرف خود اسلامی اقدار و ثقافت کو محفوظ کرنے کا کوئی مؤثر ذریعہ یا تو ہمیں حاصل نہیں ہے یا اسے بروئے کار لانے کی سکت نہیں ہے۔



معزز حاضرین! جب دنیا اور خاص طور پر ہمارے وطن عزیز کے حالات ایسے ناگفتہ بہ ہیں تو آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج کی اور ہماری ذمہ داریاں کس قدر بڑھ جاتی ہیں اور ملک کی نیا کو ڈوبنے سے بچانا کس قدر ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ ڈوبتی ہے تو ہم بھی ڈوبنے اور غرقاب ہونے سے نہیں بچ سکتے۔

حضرات! اگر ہمیں حالات کی سنگینیوں کا اندازہ ہے تو خدارا ذرا سوچیے کہ غفلت میں پڑے رہنے، اتفاق و اتحاد کے بجائے نا اتفاقی اور اختلافات کا رویہ اختیار کرنے اور غیر ذمہ دارانہ زندگی گذارنے کا ہمارے لئے کیا جواز ہو سکتا ہے۔

سامعین کرام! اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے ان ذمہ داریوں کو رکھوں جنکو پورا کرنا ہمارے دینی مدارس کیلئے ضروری ہے۔ یہ ہمارا فرض منصبی بھی ہے اور ہمارے مسائل کا حل بھی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے علمائے کرام کو جس اعزاز سے نوازا ہے وہ ورثۃ الانبیاء کا اعزاز ہے یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں، یہ محض کوئی خطاب والقاب نہیں ہیں جس سے علماء کو نوازا گیا ہے بلکہ صحیح معنوں میں یہ عظیم ذمہ داری ہے جو علماء کرام پر ڈالی گئی ہے۔

ہمارے علماء اور دینی مدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں اور اس کیلئے جامع منصوبہ تیار کریں۔ وقتاً فوقتاً اساتذہ و طلبہ کے وفود مسلمانوں کی آبادیوں میں بھیجے جائیں جو حالات سے انہیں واقف کرائیں، اسلام کے تقاضے ان کے سامنے رکھیں مایوسی، جھنجھلاہٹ، بددلی سے انہیں بچائیں اور ادارے اور ملک و ملت کے تئیں مسلمانوں پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان پر واضح کریں۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارا اور ہمارے دینی اداروں کا تعلق عوام سے جتنا زیادہ مضبوط ہوگا اتنا ہی ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں گے۔ اس طرح ایک طرف ہم مسلم عوام کی اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دیکر معاشرہ کی تعمیر کا اہم کام انجام دیں گے تو دوسری طرف زیادہ کامیابی کے ساتھ تعلیم و تعلم کی خدمت بھی انجام دے سکیں گے

اب میں جامعۃ الفلاح کے منتظمین اور اساتذہ کرام کی خدمت میں چند گذارشات پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

ہمارے محترم منتظمین اور قابل صد احترام اساتذہ! ہم کچھ دیر کیلئے اس دور کو یاد کریں گے
جب جامعۃ الفلاح جیسے ادارہ کو قائم کیا گیا۔ اس وقت دینی مدارس اور جامعات کی
کوئی کمی ہمارے ملک یا قرب وجوار میں نہ تھی بہت سے ادارے اچھی خدمات انجام دے رہے
تھے لیکن ایک نئے ادارہ کا قیام کچھ نئے انداز اور کچھ نئے عزائم کے ساتھ ہمارے بزرگوں نے
ضروری سمجھا جنمیں بعض شخصیات اللہ کو پیاری ہوگئیں اور بعض آج ہمارے درمیان موجود
ہیں اللہ انکی عمریں دراز کرے۔

جامعہ کے اغراض ومقاصد جن کا میں ذکر کرچکا ہوں عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوکر
پیش ہوں دستور کے ساتھ عوام کے سامنے رکھے گئے۔ لوگوں نے ان اعلیٰ اغراض ومقاصد
اور بزرگوں کے خلوص اور جوش ہونے کو دیکھ کر غیر معمولی اظہار مسرت کیا۔ جیسے انکی یہ
دیرینہ خواہش اور دلی تمنا کی تکمیل کا سامان ہونے جارہا تھا۔ جامعہ کے ان اعلیٰ
مقاصد کو دیکھ کر اور اس کے بانیوں کے غیر معمولی ولولوں کے پیش نظر مولانا مودودیؒ
نے یہ پیشین گوئی فرمادی تھی کہ

"جامعۃ الفلاح کے موذن نے "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کی آواز اتنے زور سے بلند
کی ہے کہ مستقبل میں جامعہ کو نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگی کی شکایت کرنی پڑے گی"

لوگوں نے اسے اپنے دل کی آرزو اور وقت کا تقاضا سمجھا اور مسائل کا حل سمجھا چنانچہ
جامعہ کے اس کار خیر میں ہر طرح سے تعاون کیا۔ جامعہ کو یہ غیر معمولی RESPONSE عوام
وخواص دونوں کی طرف سے ملا جسکی واحد وجہ یہی تھی کہ ہم نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہماری
جامعہ ایسے صاحب کردار، ذی علم داعی اور مجاہد پیدا کرے گی جو احیائے دین اور اعلاء
کلمۃ اللہ کا صحیح جذبہ رکھتے ہوں، جو معاشرہ کی اصلاح وتعمیر کا فریضہ انجام دے
سکیں جو قرآن وسنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں، جنکی نظر وقت کے اہم
مسائل پر بھی ہو اور جو غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں۔ لیکن آغاز میں
اس دعویٰ کی گرمی ہمارے اندر موجود رہی جسکی حرارت سے ایک طرف ہمارے
منتظمین اور جامعہ کے بہی خواہوں نے جامعہ کی ترقی کیلئے رات ودن ایک کردیئے



[illegible] کا اعلیٰ کام کیا اور یہیں جامعہ کے اساتذہ نے رات ودن ایک کرکے طلبہ کو علم سے
آراستہ کیا، انکی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور انکے اندر زیادہ سے زیادہ صلاحیت پیدا کرنے کی
کوشش کی۔ اس کیلئے ہمارے ان مشفق ومحترم اساتذہ نے نہ رات دیکھی نہ دن، نہ صبح دیکھی
نہ شام اور نہ بھوک دیکھی نہ پیاس۔ اسی طرح یہاں کے طلبہ نے جامعہ کو اپنا گھر سمجھا اور بیت الفلاح
کی دیواروں کیلئے گارے مٹی اور اینٹ اٹھانے سے لیکر جامعہ کی بڑی سے بڑی خدمت کو اپنے لئے
باعث فخر واعزاز تصور کیا۔ ساتھ ہی ان سبھی نے علاقہ قرب وجوار کے بھائیوں سے اپنا ایسا
مضبوط رشتہ قائم کیا کہ جسکو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اپنے مسلم بھائیوں کی آبادیوں
میں طلبہ واساتذہ کے وفود بھیجے جنہوں نے جمعہ کے خطبوں اور دیگر ذرائع سے انکی رہنمائی
کی۔ انکی علمی صلاحیت بڑھانے کیلئے کتابیں فراہم کیں لیکن آہ! ہمیں سوچنا چاہیے کہ کہیں یہ حرارت
کہیں سرد مہری کا شکار تو نہیں ہورہی ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اسے دور کرنے کی سخت ضرورت ہے۔
اگر ہم صحیح معنوں میں ان اغراض ومقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جنہیں ہم نے خوب سوچ سمجھ
کر اختیار کیا ہے۔ تو پھر ہمیں اپنی کارکردگی، اپنے PRODUCTION اور اپنے نتائج کا جائزہ
لینا ہوگا۔ اور جائزہ میں ہم نے حقیقت پسندی کا دامن ذرا بھی اور جہاں بھی ہاتھ سے چھوڑا!
وہیں ہم بھاری بھول کریں گے۔

ہمارے یہاں سے جو طلبہ فارغ ہورہے ہیں انہیں سے بہتوں کی علمی صلاحیتوں اور
مختلف شعبہ جات میں انکی خدمات کا ہمیں اعتراف ہے اور انکے مستقبل کے سلسلے میں ہم
دعاگو بھی ہیں اور اس سلسلہ میں ایک مقالہ بھی آپکی خدمت میں اجلاس کے موقع پر پیش
کرنے جارہے ہیں، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم میں سے بعض فارغین کی علمی وعملی
صورتحال بحیثیت مجموعی ناقابل اطمینان ہے، لہٰذا ہمیں اس صورت حال کو بدلنے کی
سنجیدہ کوشش کرنی ہوگی اور مطلوبہ مقاصد کے حصول کیلئے ہر سطح پر اپنی ذمہ داری ادا کرنی
ہوگی اور برابر اس بات کا جائزہ لیتے رہنا ہوگا کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔

اب ہم اپنے اساتذہ سے انکے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے گذارش کریں گے
کہ آپ کی حیثیت الحمد للہ عہد سازی کی ہے۔ آپکے حوالے جن طلبہ کو کیا گیا ہے انکو علم کی دولت سے

مالا مال کرنا بڑی حد تک آپ ہی کی توجہ پر منحصر ہے۔ آج ملک و ملت کو جن صلاحیتوں کے افراد کی ضرورت ہے انکو پیدا کرنا آپکے ہاتھ میں ہے۔ آپ اس بات سے خود بھی انکار نہیں کرسکتے کہ آج ایسے باصلاحیت افراد کی کتنی شدید ضرورت ہے جو موجودہ حالات و خطرات کا مقابلہ کرسکیں، قوم کی بہتر رہنمائی کرسکیں۔ ایسے افراد اگر آپ تیار نہیں کریں گے تو یہ امید پھر کس سے وابستہ کی جائے۔ یقیناً یہ کام بہت اہم اور دشوار ہے لیکن اپنے انجام اور اجر کے اعتبار سے بڑا ہی عظیم ہے۔

اب کچھ باتیں اپنے عزیز طلبہ سے کہنا ضروری ہیں۔ میرے عزیزو! یقیناً آپکی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں بہت سے لوگوں کی ذمہ داریاں ہیں لیکن اسکی اصل ذمہ داری خود آپ کے اوپر ہے اور اساتذہ اور منتظمین اسی وقت معاون ثابت ہوسکتے ہیں جب خود آپ اس کیلئے تیار، فکرمند اور کوشاں ہوں۔ علم کے حصول میں طلبہ کی اپنی سعی وجہد کا جو حصہ ہے اسکی اہمیت کو جامعہ نے شروع ہی سے محسوس کیا ہے۔ لیکن تعلیم و تعلم کے میدان میں خود ہمارے ملک اور پوری دنیا میں سرکاری یا نیم سرکاری سطحوں پر جو ریسرچ جاری ہے اس کا نتیجہ بھی کھل کر سامنے یہی آیا ہے۔ کہ علم کے حصول میں طلبہ کی اپنی کوششوں اور محنت کا بہت بڑا رول ہے۔

**عزیز طلبہ! تعلیم و تربیت کیلئے یہاں جو نظام قائم کیا گیا ہے وہ صرف آپ اور آپ کی فلاح و بہبود کیلئے قائم کیا گیا ہے۔ اگر آپ نے مطلوبہ مقصد یہاں حاصل** نہیں کیا تو یہ تمام چیزیں بے سود ہوکر رہ جائینگی۔ اسلئے میری آپ سے گذارش ہے کہ اپنی حیثیت کے شعور سے کبھی غافل نہ ہوں اور اس بات کو اپنے سامنے واضح رکھیں کہ آپکا مقصد کوئی معمولی مقصد نہیں ہے بلکہ نہایت ہی اعلیٰ و ارفع مقصد ہے۔ آپکو تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوکر ایک انقلاب برپا کرنا ہے یہ انقلاب فکر کا ہوگا، سنجیدگی و متانت کا ہوگا عدل اور قسط کا ہوگا یہ انقلاب ربانی انقلاب ہوگا اور یقیناً اس انقلاب کیلئے آپ کو بھرپور تیاری کرنی ہے۔ یہاں جو وقت آپ کو میسر ہے آپکی خواہش کے باوجود پھر کبھی میسر نہ ہوگا۔ آپ کی اعلیٰ صلاحیتیں آپ کیلئے ترقی کا دروازہ کھول دیں گی۔ آپ علم کو بوجھ کی طرح حاصل نہ کریں



آپ کو یہاں جو باصلاحیت اور مشفق اساتذہ میسر ہیں انکی قدر کیجئے اور انکے ذریعہ علم کی دولت سے اپنی جھولی کو جس قدر بھر سکتے ہوں بھر لیجئے۔ آپکے وہ مشاغل جو آپکے مقصد کیلئے رکاوٹ بنیں ان سے مکمل طور سے قطع تعلق کرلیجئے۔ دنیا اور خود اپنے ملک کے جو بگڑے ہوئے حالات ہیں جس کا ہلکا سا نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے انکو بدلنے کی ذمہ داری آپ ہی کی تو ہے۔ لوگ آپ سے امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ بھٹکی روحیں اپنی نجات کیلئے آپکی منتظر ہیں آپ کو جی ہاں آپ کو اپنے ہم وطنوں کو آگ سے بچانے کا اہم فریضہ بھی تو انجام دینا ہے۔ ذرا سوچئے یہ کام اتنا عظیم ہے کیا اس کو انجام دینے کیلئے بڑی تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ تیاری آپ کو یہاں رہ کر کرنی ہے۔

ان گذارشوں کے بعد اب میں پھر اپنے اساتذہ اور منتظمین جامعہ کی توجہ چند اہم امور کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

آج مخالف اسلام قوتیں مسلمانوں کو ہر اعتبار سے تباہ کرنے کے درپے ہوگئی ہیں اور انہوں نے اپنا خاص نشانہ دینی تعلیم اور دینی مدارس کو بنایا ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ مدارس دینیہ مسلمانوں کی تعمیر میں کتنا اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم سازشوں سے آگاہ رہیں اور اپنے تعلیمی نظام اور دینی مدارس کو بہتر بنانے کی تدابیر اختیار کریں۔ بہر صورت جس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی ہے وہ دینی مدارس کی تنظیم ہے یعنی پورے ملک کے دینی مدارس کو منظم کرنے کی جدوجہد شروع کردی جائے تاکہ ایک طرف ہم اپنی قوم کی علمی و عملی میدان میں بہتر سے بہتر رہنمائی و خدمت کرسکیں دوسرے اپنے مشترکہ مسائل میں متحد ہوکر حل کی تدابیر اختیار کرسکیں۔ مدارس کی تنظیم کے اہم کام کو انجام دینے کیلئے ہمارے بڑے مدارس اور ان کے ذمہ داروں کو پہل کرنی چاہئے اور اس سلسلہ میں اگر ہماری جامعہ پیش رفت کرسکے تو یہ ہماری بڑی خوش نصیبی ہوگی اور انجمن اس سلسلہ میں ہر ممکن تعاون کیلئے تیار ہے۔ چنانچہ ضرورت کی اسی شدت کے پیش نظر انجمن نے "ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس" کے عنوان سے ایک اہم سمینار اس اجلاس کے موقع پر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ ہم ملک کے اہم دینی

وعلمی شخصیات اور مختلف تعلیمی اداروں کے ذمہ داران کو اس موضوع پر سوچنے کی زحمت دی۔ اس سے قبل گذشتہ اجلاس کے موقع پر بھی ایک سمینار بعنوان "دینی مدارس اور ان کے مسائل" منعقد کیا اور مقالات کو کتابی شکل میں طبع کرا کے عام کرنے کی کوشش کی۔ ان سمینار اس SEMINARS کو منعقد کرنے کا ایک بڑا مقصد ہمارے پیش نظر یہی تھا کہ ہم مدارس دینیہ میں اتحاد و اشتراک کی راہ میں معاون بن سکیں۔

معزز منتظمین جامعہ اور اساتذہ کرام! اپنے اعلیٰ و ارفع مقصد تک پہنچنے کیلئے ہمارے لئے یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے نصاب تعلیم اور طریقۂ تعلیم پر غور وخوض کرتے رہیں اور اپنے دعوے و مقصد کو اس سے ہم آہنگ کرنے کیلئے کوشاں رہیں۔ ہمیں اسلامی حدود میں رہتے ہوئے جدید ذرائع و طریقوں سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیئے جو ہمارے مقصد میں ممد و معاون ہوں۔ وقت کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق اپنے نصاب تعلیم میں تبدیلی سے گریز نہ کریں۔ ہمارے ملک میں جو ہمارا اصل میدان کار ہے جو نئی صورت حال پیدا ہو رہی ہے اس سے نبرد آزما ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ہم ایک طرف ہندی زبان میں قدرت پیدا کریں وہیں ہم اپنے طلبہ کو ہندوستانی مذاہب کے مطالعہ اور معلومات کے مواقع فراہم کریں تاکہ ہمارے فارغین مخاطب کے مذہب، زبان اور نفسیات کو سامنے رکھ کر شہادت حق کا فریضہ انجام دے سکیں۔ اس ضرورت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ خود غیر مسلم برادران نے قرآن مجید کا ترجمہ سنسکرت زبان میں شائع کیا ہے اور اس کے دو ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

محترم حاضرین! ہمیں اپنے طلبہ کو علم و عمل سے آراستہ کرنے کے سلسلہ میں طلبہ کے اندر یکسوئی پیدا کرنی ہوگی اور ان پر یہ بات اول دن سے واضح کرنی ہوگی کہ انکی جو ذمہ داریاں ہیں وہ انہیں بہر حال پوری کرنی ہیں۔ انکی پہلی اولین ذمہ داری ہے کہ جامعہ نے تعلیم و تربیت کا جو پروگرام ان کیلئے متعین کیا ہے اس کو وہ عملی جامہ پہنائیں ساتھ ہی ذمہ داران جامعہ کو اس بات پر بھی نظر رکھنی ہوگی کہ مطلوبہ مقاصد حاصل ہو رہے ہیں یا نہیں۔ ؟ اپنے تعلیمی و تربیتی پروگراموں کو طلبہ کی خواہش کا پابند بنانا ایسی



معمول ہے جو نہ تو ہمارے حق میں بہتر ہو سکتی ہے اور نہ ہی ہمارے عزیز طلبہ کے حق میں۔ ان کے ساتھ ایک اہم ضرورت جو محسوس کی جاتی ہے وہ سرپرستوں سے ربط کی ہے اس سلسلہ میں بھی ہم ابھی صرف برائے نام ہی کچھ کر سکے ہیں۔ ہمیں اس میدان میں بھی منظم طریقے سے کام کرنا ہوگا۔ سرپرستوں کو طلبہ کی رپورٹ سے آگاہ کرنا طلبہ کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ان کا تعاون حاصل کرنا اور انکی زندگیوں کو بھی مقاصد جامعہ کے ہم آہنگ بنانا ایک اہم کام ہے کہ اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو انشاء اللہ العزیز ہمارے لئے طلبہ کی تعلیم و تربیت کا کام بہت آسان ہو جائیگا۔

اپنی بات ختم کرنے سے قبل اپنے ہم سفر فارغین جامعہ سے کچھ باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔

میرے رفیقو! آپ خود کو جامعہ سے الگ نہ سمجھیں۔ دیگر اداروں میں وہاں کے اساتذہ و طلبہ ہی زندگی کی روح سمجھے جاتے ہیں، انکا وجود انہیں لوگوں کی حرکت و عمل سے عبارت ہوتا ہے لیکن ہمارے ادارے کا معاملہ بالکل مختلف ہے یہاں کے اساتذہ، طلبہ اور دیگر کارکنوں کی طرح فارغین جامعہ بھی ایک اہم بنیادی حصہ ہیں، ان کے کندھوں پر بھی عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ ہے۔ اگر یہ ذمہ داریاں ادا نہیں کی جائیں گی تو اس سے ایک طرف ادارے کو صدمہ پہونچے گا وہیں آپکی ذات کو بھی بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم صرف جامعہ سے اپنی وابستگی کا اظہار کریں اور مادی و معنوی مدد بھی کر دیں بلکہ سب سے اہم اور بنیادی امر یہ ہے کہ ہم نے اپنی عمر کا ایک بہترین حصہ جو یہاں گذارا ہے اس کو کبھی فراموش نہ کریں۔ ہم یہاں اللہ کے دین کا علم حاصل کرنے اور اپنے اخلاق و کردار کی تعمیر کیلئے آئے تھے اور یہاں کے دوران قیام مسلسل یہ عہد کرتے رہے کہ ہم عملی زندگی میں اپنے قول و عمل سے حق کی شہادت دیں گے اور دنیا میں اخلاق و کردار کا نمونہ پیش کریں گے اور یہاں زیادہ سے زیادہ اپنے اندر صلاحیت پیدا کر کے فراغت کے بعد یکسوئی کے ساتھ فکری محاذ پر اسلام کا دفاع کریں گے۔ لہذا ہمیں ہر وقت یہ جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ ہم اپنے اس عہد کو کس حد تک

دفاع کر رہے ہیں، ہماری ذات جامعہ کے اغراض و مقاصد کی کس حد تک نمائندگی ہو رہی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ادارے کی بدنامی کے باعث بن رہے ہوں۔ ہمارے ادارے سے قوم نے جو امیدیں وابستہ کی ہیں ہم انکو پورا کر رہے ہیں یا ہم ادارے کے ان بہی خواہوں کی امیدوں پر پانی پھیر رہے ہیں۔ دوران تعلیم ہماری زندگی کا مطالعہ کرنے والے بہت کم ملیں گے لیکن فراغت کے بعد ہماری ایک ایک ادا کو ہمارے دعووں اور جامعہ کے مقصد وجود کے آئینہ میں دنیا ہمارا جائزہ بڑی باریک بینی سے لیتی ہے بڑی بدنصیبی ہوگی اگر ہم اپنے کردار سے جامعہ کی بدنامی کا باعث بنیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جامعہ کی صحیح نمائندگی کی توفیق دے۔ یہ تو ہماری ذاتی زندگی سے متعلق معاملہ ہے لیکن ساتھ ہی ہمیں ملت کی خدمت اور فکری رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دینا ہے لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم اپنے آپکو علمی و فکری پہلوؤں سے مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی مسلسل جد و جہد بھی کرتے رہیں اسکے لیے ہمیں قرآن و حدیث سے گہرا ربط اور قلبی نسبت پیدا کرنی ہوگی ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے زندگی کا ایک بہترین حصہ یہاں صرف قرآن و حدیث کا وسیع علم اور ان میں گہری بصیرت حاصل کرنے کیلئے صرف کیا ہے اگر ہم اس نعمت سے دور ہوگئے تو ہماری مثال اس جہاز کی طرح ہوگی جس کا رشتہ اپنے ڈور سے کٹ گیا ہو۔ آج ملت کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ ملت کی رہنمائی کے علمبردار قرآن و حدیث کو نظر انداز کر کے ملت کی رہنمائی کرنا چاہتے ہیں اب یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ ہم اپنی اصل حیثیت کو باقی رکھنا چاہتے ہیں یا اسی رنگ میں رنگ جانا چاہتے ہیں۔

اس موقع پر میں مجلہ حیات نو کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ ہی کا نمائندہ مجلہ ہے۔ آپ کو اپنے مجلہ کے ذریعہ اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے کا موقع ملتا ہے نیز فلاحی برادران کے باہمی ربط کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہے اسے آپ کا بھرپور تعاون ملنا چاہیے۔ اس کے علاوہ انجمن اپنی مادر علمی اور فارغین جامعہ کے لیے جو پروگرام بناتی ہے اس میں بھرپور حصہ بھی لینا چاہیے۔

محترم حاضرین! ہم نے آپ کے سامنے جو گزارشات رکھی ہیں ان کا اصل

بقیہ ص ۱۳ پر



# رپورٹ انجمن

نور محمد فلاحی
سکریٹری انجمن

الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم محمد ن الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین، اما بعد!

مہمانانِ گرامی قدر، اساتذہ کرام اور فلاحی بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سب سے پہلے میں رب کریم کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے ایک بار پھر ہمیں اس بات کا موقع دیا کہ ہم اپنی مادر علمی کی آغوش میں یکجا بیٹھ سکیں۔ اپنی ماضی کی یادوں کو تازہ کر سکیں اور آئندہ اس کی خدمت، اسکی ترقی کیلئے کچھ کرنے کا فیصلہ کر سکیں۔

میں اس وقت آپکے سامنے اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کی گذشتہ چار سالوں کی رپورٹ پیش کروں۔ اس لئے نہیں کہ ہم نے کوئی معرکہ سر کیا ہے اس پر آپ سے داد و تحسین اور حمد و ستائش کے نذرانے وصول کریں بلکہ اسے آپ کے سامنے پیش کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ جن عظیم مقاصد کے حصول کے لیے ہم نے ۱۴ر نومبر ۱۹۶۶ء کو اپنی انجمن کی داغ بیل ڈالی تھی جائزہ لے سکیں کہ انکے حصول میں ہم کہاں تک کامیاب ہو سکے ہیں، کیا کچھ کمیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں تاکہ آئندہ تلافی مافات کر سکیں، اور اپنی سرگرمیوں کو بے داغ اور پاک و صاف بنا سکیں۔ اس سلسلے میں آپکی مخلصانہ تنقیدیں، عمدہ تجاویز و مشورے اور دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں ہمارے لئے بہترین سرمایۂ عمل ثابت ہو سکتی ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے میں یہ چاہوں گا کہ ہم مقاصد انجمن کو اپنے ذہنوں میں تازہ

کریں تاکہ انکی روشنی میں با آسانی سرگرمیوں کا جائزہ لے سکیں۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ فارغین جامعہ کو مقاصد جامعہ کیلئے منظم کرنا۔

۲۔ انکی صلاحیتوں کو ان مقاصد کے حصول کیلئے زیادہ سے زیادہ مفید اور موثر بنانے کی تدابیر اختیار کرنا۔

۳۔ جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ذمہ داران جامعہ کے ساتھ تعاون کرنا۔

۴۔ مقاصد جامعہ کے حصول کیلئے دیگر دینی و تعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور انکا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

اب ان مقاصد کی روشنی میں گزشتہ چار سالوں کی کارکردگی ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے یہ معلوم کرتے ہیں کہ اب تک کے فارغین کی تعداد کیا ہے۔

فضیلت سے سند فراغت حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد ۳۲۵ ہے۔

عالمیت سے سند فراغت حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد ۲۷۵ ہے۔

کل مجموعی تعداد ۶۰۰ ہے۔

جہاں تک فارغین جامعہ کو مقاصد جامعہ کے حصول کیلئے منظم کرنے کی بات ہے تو اس سلسلے میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ جہاں بھی فلاحی بھائی معتد بہ تعداد میں رہتے ہیں وہاں انکی یونٹیں قائم ہو جائیں۔ چنانچہ اس وقت ملک و بیرون ملک ۸ یونٹیں قائم ہیں۔ اس غرض سے بعض مقامات پر وفود بھی بھیجے گئے۔ خود ارکان شوریٰ جہاں جہاں گئے وہاں انہوں نے اس کے اہتمام کی کوشش کی۔

اس طرح تمام ہی بھائیوں سے خطوط کے ذریعے مضبوط ربط قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن مختلف اسباب کے تحت اسمیں کما حقہ کامیابی نہیں مل سکی ہے۔ سب سے پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمیں تمام کے پتے میسر نہیں ہیں اور یہ مسئلہ بغیر آپکے تعاون کے حل نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلے میں ایک کوشش کی گئی کہ آپ کے بارے میں مختصر معلومات دفتر انجمن میں ہمہ وقت فراہم رکھی جائے۔ چنانچہ اس معلومات کو حاصل کرنے کیلئے ایک فارم طبع کر دیا گیا ہے جو آپکی خدمت میں ارسال کیے گئے۔ جن کو موصول ہوا ہو وہ ہمیں حاصل کرکے خانہ پری کرنے کے بعد



ذمہ داران سے مستقل ربط میں سہولت ہو۔

خود ان کے مابین مضبوط ربط بنانے کیلئے تمام فارغین کے پتوں کی ایک ڈائرکٹری بھی تیار کرانا پیش نظر ہے۔ جو اس وقت تیاری کے مراحل میں ہے۔

دوسرا مقصد جس کیلئے انجمن کا قیام عمل میں آیا یہ ہے کہ فارغین کی صلاحیتوں کو مقاصد جامعہ کے حصول کیلئے مفید و موثر بنایا جائے۔

اس بنیادی مقصد اور دیگر ذیلی مقاصد کے حصول کیلئے ماہنامہ مجلہ "حیات نو" کا اجراء عمل میں آیا تھا اور جو ہنوز تمام مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے برابر شائع ہو رہا ہے۔ یہ مجلہ جہاں ہمیں منظم کرنے اور مربوط رکھنے میں مدد دیتا ہے وہیں ہمیں یہ موقع بھی فراہم کرتا ہے کہ ہم اپنی آواز اور اپنا مافی الضمیر کو بہترین اسلوب، عمدہ پیرایہ اور دلنشین انداز میں پیش کر سکیں۔ ساتھ ہی اپنے افکار و خیالات کے ذریعہ دنیا کے سامنے اس کے مختلف مسائل پریشانیوں اور الجھنوں کا اسلامی حل پیش کر سکیں۔ اس مجلے میں جہاں بہت سے مفید، عمدہ اور دلچسپ موضوعات ہوتے ہیں، وہیں "جامعہ کے لیل و نہار" کیلئے چند صفحات مختص ہیں۔ جن کے ذریعہ زیر تعلیم طلبہ کے سرپرست، جامعہ سے دلچسپی رکھنے والے لوگ اس کے بہی خواہ و ہمدرد اور خود ابنائے قدیم جامعہ کے روز و شب سے آگاہی حاصل کرتے ہیں کیونکہ التزامی طور سے ماہ بماہ جامعہ میں ہونے والی ترقیات، حالات و واقعات اور آنیوالی قابل ذکر شخصیات اور ان کے خطابات کا ہلکا سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

علمی اور تعلیمی دنیا کے واقعات اور اس میں رونما ہونے والی ترقیات سے بھی اس مجلے کے ذریعہ ملک کے تعلیمی اداروں کو روشناس کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس طرح ملک میں موجود دینی مدارس اور دانش گاہوں کو ایک دوسرے کو قریب کرنے اور ان کے مسائل سے ایک دوسرے کو واقف کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس غرض سے تقریباً دو سو مدارس کو مجلہ اعزازی طور پر بھیجا جاتا ہے۔

معاون مدیر اور منیجر کے اضافہ کے بعد اس کے انتظامی معاملات پر کسی قدر قابو پالیا گیا ہے لیکن دیگر پہلو اب بھی قابل توجہ ہیں۔

۱۔ ان کے مستقل اخراجات کیلئے مستقل مالیات کی فراہمی۔

۲۔ معیار کو بلند کرنے کیلئے مناسب اور معیاری مضامین کی فراہمی۔

اس سلسلے میں ہر ایک اپنے اپنے لحاظ سے اپنا تعاون دے سکتا ہے۔ جو تعلیمی میدان میں ہیں وہ مضامین کے ذریعے اور جو دوسرے میدانوں میں ہیں وہ اسکو مالی طور پر استحکام بخش کر۔ امید کہ اس طرف توجہ دی جائے گی۔

اس ضمن میں فارغین کو اعلیٰ تعلیم کی سہولت فراہم کرنے کیلئے تعلیمی وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہنگامی ضروریات کے وقت بھی مختلف صورتوں میں تعاون فراہم کیا جاتا ہے۔ اسی غرض سے مختلف یونیورسٹیوں سے الحاق بھی کرایا گیا ہے اور مزید کرانے کیلئے جدوجہد جاری ہے۔ مثلاً ہندو یونیورسٹی بنارس، جامعہ ہمدرد وغیرہ۔

ان تمام کوششوں کے باوجود ہمیں شدت سے یہ احساس ہے کہ اس ضمن میں جو کچھ ہونا چاہئے تھا اسے انجام دینے میں پوری طرح ہم کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور آئندہ تلافی کی سبیل پیدا کرے۔ آمین۔

تیسرا بنیادی مقصد جس کیلئے انجمن قائم ہوئی وہ یہ ہے کہ جامعہ کی تعمیر و ترقی کیلئے ذمہ داران جامعہ کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ بفضلہ تعالیٰ اس سلسلے میں انجمن کی سرگرمیاں قابل اطمینان ہیں۔ اگرچہ ہمارے نزدیک یہ آخری منزل نہیں اور ہمیں اچھی طرح احساس ہے کہ ہم نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ بہت کم ہے اور یقیناً ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ بہرحال جو کام انجام پا سکے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جب بھی کوئی مسئلہ جامعہ کو درپیش ہوا تو فارغین نے عموماً اور انتظامیہ و تعلیمی کمیٹی کے ممبران فارغین نے خصوصاً اسے حل کرنے میں حسن و خوبی سے اپنا کردار ادا کیا اور مستقبل میں بھی ہماری یہ خواہش اور کوشش ہوگی کہ اپنی بساط بھر مسائل کے حل کے لئے کوشش کریں۔ ان شاء اللہ

۲۔ جامعہ میں موجود طلبہ کی صلاحیتوں کو نشوونما دینے، انہیں مفید بنانے اور ان کے اندر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا رجحان اور مسابقت کا جذبہ پیدا کرنے کیلئے انجمن نے



انعامات کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے جس کے تحت ہر سال درجہ اول سے فضیلت تک تمام درجات میں پہلی، دوسری، تیسری پوزیشن حاصل کرنیوالے تمام ہی طلبہ اور طالبات کو نقد کی شکل میں انعامات دیئے جاتے ہیں۔ گزشتہ پانچ سالوں کے انعامات ۲۰ ہزار روپے کے [illegible] ہیں جو اس موقع سے تقسیم کئے جائیں گے۔

۳۔ طلبہ کے اندر بہترین سیرت و کردار کی تعمیر اور عمدہ اخلاق و عادات کی پرورش میں جہاں اور بہت سے عناصر کا دخل ہے، وہیں ایک بہت ہی عظیم اور ضروری عنصر غیر درسی کتابوں کا مطالعہ ہے۔ اس مقصد کے لئے یہاں کی لائبریری کو وسیع و منظم کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ جامعہ طلبہ اور طالبات ہر ایک کی لائبریری کو کتابیں فراہم کی گئیں۔ طلبہ اور طالبات کی لائبریری کو مرکزی مکتبہ کی تمام مطبوعات کے ایک ایک نسخے فراہم کئے گئے ہیں۔ نیز طالبات کی لائبریری کیلئے ایک لاکھ روپے کی کتابیں فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جو لائبریری کی تعمیر کے بعد ان شاء اللہ فراہم کر دی جائیں گی۔

۴۔ جامعہ کے قرب و جوار سے روزانہ حصول علم کیلئے طلبہ و طالبات کا ایک ہجوم چلا آتا ہے۔ طلبہ تو پیدل اور سائیکل وغیرہ سے چلے آتے ہیں۔ لیکن طالبات کیلئے بڑی پریشانیاں تھیں۔ انکے لئے سابقہ دو بسیں ناکافی تھیں تو انجمن نے خود اپنی جدوجہد سے ایک نئی بس خرید کر جامعہ کو فراہم کی ہے۔ جسکی وجہ سے آمد و رفت میں کافی سہولت و راحت ہو گئی ہے۔ اس سلسلے میں کمیٹی میں مقیم فلاحیوں کی خدمات کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ یہاں کے شعبۂ ابتدائی میں چند گھنٹیوں کیلئے ایک استاذ کی اشد ضرورت تھی تو انجمن کی طرف سے دو گھنٹیوں کا نظم سال بھر تک کیا گیا۔

۶۔ جامعہ کے احاطہ میں طلبہ کی صحیح تعلیم و تربیت کے پیش نظر کینٹین کا ہونا بہت ضروری تھا۔ چنانچہ ماضی میں ہم نے اسکا نظم کیا نیز ذمہ داران جامعہ کو آمادہ کیا کہ وہ اس کا نظم کریں۔ اس سلسلے میں انجمن کی طرف سے پندرہ ہزار روپئے کی شکل میں ذمہ داران کو تعاون دیا گیا۔ جو الحمد للہ کافی انتظار کے بعد اب کھل گئی ہے۔ اللہ اس کے نظم کو حسن و خوبی چلائے اور بحال رکھے۔

۷۔ زیر تعلیم طلبہ میں جو مالی حیثیت سے کمزور ہیں انہیں بھی تعلیمی وظائف فراہم کئے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنے تعلیمی سلسلے کو جاری رکھ سکیں۔

اسی طرح انکی فوری ضروریات کی تکمیل کیلئے بھی برابر تعاون دیا جاتا ہے۔ ویسے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کے طلبہ کی ناگہانی ضرورت کیلئے ایک مستقل فنڈ قائم کیا جائے۔ بعض فلاحی بھائیوں نے اسکی تجویز دی اور اپنی طرف سے کچھ رقم بھی فراہم کی تھی جو الحمدللہ اسی مد میں استعمال ہوئی۔ آئندہ اسے مستقل شکل دیتے ہوئے برابر جاری رکھنے کا ارادہ ہے۔

انجمن کے تیسرے بنیادی مقصد کے تحت یہ چند قابل ذکر سرگرمیاں تھیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ سب کچھ جو کیا گیا اور جس کا ذکر ہوا یہ مادر علمی پر ہمارا کوئی احسان نہیں ہے بلکہ ہمارا احساس تو یہ ہے کہ یہ مادر علمی کے عظیم اور گراں مایہ احسانات کو ہلکا کرنے کی معمولی سعی و کوشش ہے۔ اور ان سب کے پیچھے ہمارا مقصود خالصتاً جامعہ کی فلاح و بہبود اور اللہ کی خوشنودی ہے۔ اللہ ہمیں عزم و حوصلہ دے کہ مستقبل میں بھی ہر آن ہم للہ فی اللہ اس کی خدمت کرتے رہیں۔ اور اسکی فلاح و بہبود کے حصول میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے۔ آمین!

چوتھا بنیادی مقصد جس کیلئے انجمن قائم ہوئی تھی۔ وہ یہ ہے کہ مقاصد جامعہ کے حصول کیلئے دیگر دینی تعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور انکا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ اس سلسلے میں مختلف اسباب کے تحت کوئی خاص پیش رفت نہیں ہو سکی۔ صرف درج ذیل کام ہی انجام پا سکے ہیں۔

۱۔ گذشتہ فروری ۱۹۹۹ء کے کنونشن کے موقع سے "دینی مدارس کے مسائل اور انکا حل" کے عنوان سے جو سیمینار ہوا تھا اس کے کتابی شکل میں شائع ہو جانے کے بعد ایک فلاحی کے تعاون سے تقریباً ۵۰ مدارس کو اعزازی طور پر اسکے ایک ایک نسخے بغرض استفادہ روانہ کئے گئے۔

۲۔ تقریباً دو سو مدارس کو حیات نو اعزازی طور پر بھیجے جا رہے ہیں تاکہ انکے درمیان



تعاون و اتفاق کی راہیں تلاش کی جائیں اور ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

۲۔ اس سلسلے میں ایک اہم کوشش یہ سیمینار ہے جو "ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس" کے عنوان سے اس اجلاس کے موقع سے منعقد کیا جا رہا ہے۔ اور جس میں بطور خاص ہم نے مختلف مکاتب فکر کے مدارس کے ذمہ داران کو مدعو کیا ہے۔ تاکہ سب ایک ساتھ مل کر اس مسئلے پر سوچیں اور راہ عمل متعین کریں۔ توقع ہے کہ اس کے بعد آئندہ اس پہلو پر زیادہ کام کرنے میں تیزی آئے گی۔

۳۔ اس ضمن میں مدارس اور تعلیم خصوصاً دینی تعلیم سے متعلق مسائل پر قرارداد میں پاس کی گئیں اور احتجاجی خطوط بھیجے گئے۔ ان شاء اللہ اس موقع سے ہم سب مل کر کوئی جامع پروگرام بنانے کی کوشش کریں گے۔

اس پوری رپورٹ سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ہم اب تک کیا کر سکے ہیں۔ ہم کس طرح کے مسائل سے دو چار ہیں۔ کہاں کہاں ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ اور کون کون سے پہلو قابل توجہ ہیں جن کے بارے میں ہمیں سوچنا اور منصوبہ بند کوشش کرنا ہے۔

آخر میں پھر انہیں بیک نظر آپ کے سامنے رکھے دیتا ہوں تاکہ بآسانی غور و فکر کر سکیں اور صحیح حل تک پہنچ سکیں۔

۱۔ انجمن کیلئے مستقل آفس اور اس سے متصل ایک مہمان خانہ کا قیام۔

۲۔ طلبہ قدیم کی علمی کاوشوں کی اشاعت۔

۳۔ حاجت مند اور نادار طلبہ کی ضروریات کی تکمیل کیلئے ایک مستقل فنڈ کا قیام۔

۴۔ طالبات کی لائبریری کیلئے ایک لاکھ روپے کی کتابوں کی فراہمی۔

۵۔ جامعہ اور طلبہ قدیم کی ضروریات کیلئے نیز مضافات سے ربط رکھنے کیلئے ایک جیپ کی فراہمی۔

۶۔ مولانا جلیل احسن ندویؒ کے ادھورے کاموں کی تکمیل کا نظم۔

آخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے مسائل کا شعور اور انکے حل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمام اہل علم اور اہل خیر حضرات سے استدعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کا برابر تعاون فرماتے رہیں۔

"وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

کلیدی خطاب عام
۳۰ اکتوبر بعد نماز عشاء

# مسلمانوں کی ذمہ داریاں

مولانا عبدالرشید عثمانی صاحب
سکریٹری جماعت اسلامی ہند

"برائے تربیت"

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم
واصحابہ اجمعین الی یوم الدین اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن
الرحیم۔ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون
واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء
فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم
منھا کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تھتدون ولتکن منکم امۃ یدعون
الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون
ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینات واولئک لھم
عذاب عظیم۔

(آل عمران: ۱۰۲-۱۰۵)

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں ترے دور کا آغاز ہے

محترم بزرگو، عزیز نوجوانو، محترم بہنوں اور بیٹیو! یہ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ پہلی بار اس بستی میں آنے کی سعادت نصیب ہوئی اور اس موقع پر آج خطاب عام میں کچھ اپنی مسلمانوں کی ذمہ داریوں کے تعلق سے پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے میرے دو محترم ساتھیوں نے بہت ہی اہم باتیں آپ کے سامنے پیش کیں۔ جناب محمد اعظم بیگ صاحب نے "تعلیم اور اصلاح معاشرہ" کے تعلق سے انتہائی پرجوش انداز میں اپنی بات کو پیش کیا اور خاص طور سے نوجوانوں سے یہ بات کہی کہ وہ آگے بڑھیں، اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، نوجوانی کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔

محترم دوستو! مولانا نظام الدین اصلاحی صاحب نے اس موضوع پر اظہار



خیال فرمایا کہ ہم اپنی سماج کو کس طرح بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں اور سماج میں ایک دوسرے کے کیا حقوق ہیں وہ سب مثبت انداز میں آپ کے سامنے پیش کیا۔ ان دو محترم مقررین کی تقاریر کا جو خلاصہ ہے اس کو ہمیں اپنے سامنے رکھکر اپنی زندگی بنانی چاہئے۔ میرے عزیز بھائیو! میں تھوڑی دیر کیلئے آپکو آج سے تیرہ چودہ سو سال پہلے اس واقعہ کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جب نبی کریم ہجرت کیلئے تیاری کر رہے تھے مکے کا اسلام دشمن طبقہ اس وقت پوری طاقت جمع کر چکا تھا اور یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اللہ کے نبی کا کام تمام کر دیا جائے یعنی حق و باطل کی کشمکش تیرہ سال تک مکہ میں اس مقام پر پہونچ چکی تھی کہ نبی کو قتل کر دیا جائے اور اس کے لئے منصوبہ یہ بنا تھا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک فرد اپنے ہتھیار لیکر آئے گا اور ایک ساتھ اللہ کے نبی پر حملہ کرے گا اور آپ کو ختم کر دیا جائیگا تاکہ قریش کے لوگ کسی ایک کو الزام نہ دھریں وہ دن بھی آیا اور رات آگئی ہر قبیلہ کا نمائندہ اپنے ہتھیار کے ساتھ موجود تھا اللہ کے نبی کو اس کا علم ہوا ہجرت کا حکم آگیا اللہ کے نبی نے ارادہ فرمایا کہ میں مکہ چھوڑ دوں اور مدینہ چلا جاؤں چنانچہ آپ نے علی کو بلایا اور فرمایا علی! اب میں مکہ سے جا رہا ہوں اس مکان سے چل کر اب میں دوسری جگہ جا رہا ہوں لیکن دیکھو وہ لوگ جو میرے خون کے پیاسے ہیں، مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں انکی امانتیں میرے پاس رکھی ہیں یہ امانتیں تو لوٹانی ہیں تو ایسا کریں کہ میرے بستر پر آپ لیٹ جائیں اور صبح سویرے جو امانتیں ہیں اسکو پہنچا دیجئے پھر اللہ کے نبی انتہائی اطمینان کے ساتھ اپنے مکان کا دروازہ کھولتے ہیں اور ان کے درمیان سے گذرتے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اس وقت سورہ یسین پڑھتے ہوئے گذر رہے تھے۔ پھر جب انھوں نے پلان بنایا کہ ایک ساتھ حملہ ہو اور وہ بستر پر ہی ختم کر دیے جائیں تو معلوم ہوا کہ بستر پر حضرت علی ہیں بڑا افسوس ہوا ابوصہیب کو، عتبہ بن ربیعہ کو اور بڑے بڑے سرداروں کو کہ جنہیں مارنا چاہتے تھے وہ تو نکل چکے حضرت علی سے ان ظالموں میں سے کچھ نے پوچھا کہ علی رات بھر کیسی بے چینی رہی نہ جانے کب تلوار برستی ہے نہ جانے کب نیزہ آتا ہے اور نہ جانے کب حملہ ہوتا ہے اس پر حضرت علی فرماتے ہیں خدا کی قسم اس رات تو مجھے وہ نیند آئی ہے کہ ایسی نیند زندگی میں کبھی نہیں آئی تھی نبی اپنے رفیق محترم حضرت

ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ اپنا سفر پورا کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں مشرکین مکہ کے سرداروں
نے بڑے بڑے انعامات رکھے کہ جو اللہ کے نبیؐ کی خبر لائے اللہ کے نبیؐ کو گرفتار کر لائے تو اس
کو یہ انعام ملیں گے سو اونٹ ملیں گے وہ تمام لوگ جو انعام کے خواہش مند تھے اور
راستہ جانتے تھے مختلف راستوں میں چلے گئے اور خاص طور سے وہ راستہ جو مدینہ کا بہت
مشہور و معروف راستہ تھا اس سے بہت دور چلے گئے روایتوں میں آتا ہے کہ سراقہ بن
جعشم نے وہ راستہ اختیار کیا جو جنوبی حصہ کے ساحل پر سے گذرتا ہے اسے یقین تھا کہ یہ
راستہ دشوار گذار ہے اور اسی راستے سے نبیؐ گذرے ہوں گے چنانچہ اس نے اپنا گھوڑا
لیا اور سرپٹ دوڑتا رہا وہ وہاں پہونچا جب کہ نبیؐ درختوں کے نیچے آرام کر رہے تھے آپ کیساتھ
ابوبکر صدیقؓ اور ایک وہ شخص تھا جو راستہ بتانے والا تھا اور دوسرا وہ شخص تھا جو ابوبکر
صدیقؓ کا غلام تھا چار افراد کا یہ قافلہ آرام کر رہا تھا۔ وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا سرپٹ چلا آرہا
ہے جب نبیؐ کے قریب وہ پہونچا تو گھوڑے کا پیر دھنس گیا گر گیا اس شخص نے سمجھا کہ گھوڑے
کو ٹھوکر لگ گئی ہے۔ لیکن جب بار بار ایسا ہوا تو پھر انہیں ہوش آیا اور کسی غیبی قدرت کا احساس
جاگا چنانچہ پھر وہ یوں ہی قریب آئے اور معذرت کے انداز میں کہا کہ میں کسی سے نہ کہوں گا کہ آپ
کہاں جا رہے ہیں میں کسی سے نہ کہوں گا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں بس آپ امان دے دیجئے اللہ کے نبیؐ
نے فرمایا تم کون ہو اس نے کہا میں جعشم کا بیٹا سراقہ ہوں نبیؐ نے امان دیدی اور کہا کہ سراقہ میں تمہارے
ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں سراقہ کو اپنی ذات پر بڑی خوشی ہوئی پھر وہ یونہی بالکل واپس
آیا تو کسی سے کچھ نہیں کہا وقت آیا چلا گیا اللہ کے نبیؐ مدینہ پہنچے استقبال ہوا اللہ کے نبیؐ نے مختلف
جنگیں لڑیں آپؐ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ابوبکر صدیقؓ کا دور آیا وہ دور بھی ختم ہوا پھر عمر فاروقؓ کا دور
آیا ایران فتح ہوا فتح ہونے کے بعد تمام مال غنیمت جو ایران کی جنگ میں کسریٰ کی جنگ میں حاصل
ہوا تھا مدینہ میں آیا حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں جو کچھ مال غنیمت آیا ہے اس کا پورا جائزہ
ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ پورا جائزہ پیش ہوا آپ نے کہا کہ جائزہ مکمل نہیں ہے مال
ٹھیک سے چیک نہیں ہوا ہے مال دوبارہ چیک کیا جائے تمام مال دوبارہ چیک ہوا پھر
رپورٹ آئی آپ نے اسے دیکھا اور کہا کہ پھر غلط ہوتا ہے کہ تیسری مرتبہ عمر فاروقؓ خود



مال غنیمت کے معائنہ و تقسیم کیلئے گئے۔ مختلف گھوڑوں کو دیکھا ایک گھوڑا ایسا تھا کہ اس
کے پچھلے حصے میں لوگ نہیں دیکھ رہے تھے۔ عمر فاروقؓ نے پچھلے حصے میں ہاتھ ڈال کر کسریٰ کے
کنگن نکالے اور کہا کہ میں انہیں کنگنوں کو ڈھونڈ رہا تھا مجھے یقین تھا کہ سراقہ کے ہاتھ میں
کنگن جانے والے ہیں۔ نبیؐ نے پیشین گوئی فرمائی تھی سراقہ کو قریب بلا کر کہا سراقہ
تمہیں کچھ معلوم ہے اللہ کے نبیؐ نے تم سے کچھ وعدہ کیا تھا جب تم ان کا پیچھا کر رہے تھے سراقہ
نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھے یاد ہے اللہ کے نبیؐ نے فرمایا تھا کہ اے سراقہ میں تمہارے ہاتھ میں
کسریٰ کا کنگن دیکھ رہا ہوں حضرت عمر فاروقؓ نے وہ کنگن دکھائے اور کہا کہ سراقہ وہ وقت
آگیا ہے جبکہ کنگن تمہارے ہاتھ میں ہوں گے۔ کتنا یقین نبی کریمؐ کی پیشین گوئی پر حضرت عمر فاروقؓ
کو تھا اتنا ہی یقین ہمیں اس پیشین گوئی پر بھی ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے ایک بار یہ ارشاد فرمایا
کہ: میں اللہ کا نبی ہوں اور کار نبوت انجام دے رہا ہوں جب تک اللہ چاہے گا کار نبوت
جاری رہے گا پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ کار نبوت ختم ہو جائے گا اور میرے طریقہ پر خلفاء
راشدین خلافت کے نظام کو چلائیں گے میرے طریقے کو اس امت میں جاری و ساری
کریں گے یہ دوسرا دور ہوگا پھر تیسرا دور آئے گا جو بے لگام بادشاہت کا ہوگا خود قانون بادشاہ
کا ہوگا یہ سلسلہ بھی چلتا رہے گا پھر ایک دور وہ آئے گا جب ظالم حکمراں اور اس کے ساتھ
آمریت کا دور ہوگا یہ آمریت اپنے سماج پر، اپنے لوگوں پر انتہائی ظلم و ستم کریں گے یہ دور بھی چلتا
رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کے بعد پانچواں دور آئے گا اور پانچواں دور وہ دور
ہوگا کہ ٹھیک میرے طریقے کے مطابق خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگا۔ میری نبوت کے طریقے
کے مطابق خلافت قائم ہو جائیگا اور زمین کے اوپر اللہ کا حکم ہم پر جاری و ساری ہو جائیگا
میرے عزیز بھائیو! یہ پیشین گوئی برحق اور سچی ہے اور ان شاء اللہ اس کے مطابق ضرور وہ دن
آئے گا جب اللہ کی زمین پر اللہ کا دین جاری و ساری ہوگا۔ ہمارا یقین اس بات پر ہے لیکن
ان پیشین گوئیوں کو سن کر خوش ہونے کے بجائے ہمیں اس بات کی فکر کرنی ہوگی کیا ہم وہ تقاضے
پورے کر رہے ہیں جن کو پورا کرنے کے بعد ہی ایسا ممکن ہے کیونکہ انبیاء نے پورا کیا چاہے اس
کی خاطر پریشانیاں اٹھانی پڑی ہوں۔ ہم سے پہلے جن لوگوں نے اسلام کیلئے جدوجہد

کی انکوفیہ میں رکھا گیا اپنے سروں پر آرے چلوائے گئے لیکن پھر بھی وہ باز نہ آئے ۔ کیوں باز نہ آئے ۔ اس کی وجہ صرف اور صرف خوف خدا ہے تقویٰ الٰہی ہے اس موقع سے میں اپنی بیٹیوں اور بہنوں سے کہوں گا کہ وہ خوف خدا ہمارے اندر ہونا چاہئے جو حضرت سمیہؓ کے اندر تھا جو حضرت فاطمہؓ کے اندر تھا وہ خوف خدا کیسا خوف خدا تھا حضرت سمیہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ایک ظالم مشرک کی لونڈی تھیں، باندی تھیں ۔ اللہ کے نبی کی دعوت کو سنا دل سے اسے قبول کر لیا زبان سے اس کا اظہار کر دیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسکا مقصد زندگی بن گیا ۔ اس مشرک کے مکان میں، اللہ کا ذکر کر رہی ہیں اسلام کی دعوت کو پیش کر رہی ہیں ۔ اس ظالم مالک کو معلوم ہوا کہ سمیہؓ نے اسلام کو قبول کر لیا ہے محمد کا کلمہ پڑھ لیا ہے بلا کر کہتا ہے اے سمیہ میں نے سنا ہے کہ تم مسلمان ہو گئی ہو حضرت سمیہ لونڈی تھیں، باندی تھیں، باندی کی حیثیت کیا ہو سکتی ہے، اس کا مقام کیا ہوتا ہے کہ وہ بھی مالک کے سامنے جب کہ مالک غصے میں ہو اور غصہ میں اگر جب باتیں کرے تو باندی کیا کر سکتی تھی لیکن حضرت سمیہؓ کا یہ تقویٰ تھا یہ خدا خوفی کا جذبہ تھا کہ انہوں نے ظالم کے سامنے کہا اشہدان لا الٰہ الا اللہ واشہدان محمداً عبدہ ورسولہ "میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ کے بندے ہیں" یہ سننا تھا کہ اس ظالم نے حضرت سمیہؓ پر ایسا ظلم ڈھایا ایسی تکلیف پہنچائی کہ انسان سوچ نہیں سکتا ۔ مارتے مارتے مضبوط آدمی تھک گیا اور ایک دن دو دن نہیں کئی دن تک سلسلہ چلتا رہا جب اس نے دیکھا کہ سمیہ کے عزم و حوصلہ میں کمی نہیں آ رہی ہے تو اپنے دوستوں کو بلایا ابوجہل بھی آیا اور ابوجہل کے سامنے یہ بات رکھی کہ سمیہ جس نے اسلام کا کلمہ پڑھ لیا اور یہ اسے چھوڑتی بھی نہیں ہے میں بار بار کہتا ہوں اسے چھوڑ دے لیکن اسے چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے میں کیا کروں مارتے مارتے تھک چکا ہوں ابوجہل نے کہا یہ کیا مشکل بات ہے یہ بہت آسان نسخہ ہے کہ کی چلچلاتی دھوپ جب وہ عروج پر پہونچ جائے جب ریت خوب گرم ہو جائے تو اس وقت سمیہ کو ننگے پیر کھڑا کر دو اور ننگے پیر کھڑا کرنے کے بعد ٹھنڈے پانی کا پیالہ اس کے سامنے رکھو اور کہو کہ سمیہ ٹھنڈے پانی کا پیالہ تیرا انتظار کر رہا ہے ۔ ظالموں نے یہی طریقہ اختیار کیا ۔



عزیز بھائیو ! ذرا سوچئے تو صحیح کہ ایک ناتواں کمزور خاتون چلچلاتی ہوئی گرم دھوپ میں ننگے پیر کھڑی کر دی جائے کیا کیفیت ہوگی چند لمحات بھی نہیں گذرے کہ حضرت سمیہؓ کی حالت خراب ہوگئی، زبان خشک ہوگئی العطش العطش پیاس پیاس پانی پانی کی آواز بلند ہوگئی کہ ظالم اسی گھڑی کے منتظر تھے فوراً ٹھنڈے پانی کا پیالہ سمیہ کے پاس لے آ کر کہتے کہ سمیہ پانی تیرا انتظار کر رہا ہے ۔ لا الٰہ کا انکار کر دو اور پانی کو استعمال کر لو ۔ حضرت سمیہ توقف کرتی ہیں اور پھر وہ پکارتی ہیں لا الٰہ الا اللہ یہ کیفیت جاری ہے ۔ باطل ناکام ہو رہا ہے ۔ حق کی آواز آگے بڑھ رہی ہے، کمزوروں کے ذریعہ آگے بڑھ رہی ہے چنانچہ یہ صورت حال پیدا ہو گئی کہ ابوجہل کو سخت غصہ آیا فوراً اپنے مکان پر گیا ایک لمبا نیزہ لایا اس کے پھل کو خوب تیز کیا اور اس کے بعد اس ظالم انسان نے حضرت سمیہؓ کے دونوں رانوں میں اس نیزے کو پیوست کر دیا وہ نیزہ پیٹ کو پھاڑ کر آگے نکلا خون کا فوارہ بہا ۔ حضرت سمیہؓ اپنے رب سے لو لگائے رہیں اور روح پرواز کر گئی روایتوں میں آتا ہے کہ زبان پہ جو الفاظ نکلے وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھے یہ خدا کا ڈر اور خدا کا خوف تھا میں اپنی بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں میں اپنے بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں میں اپنے نوجوانوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ خوف خدا کے اس معیار تک پہونچنے کے لئے اپنی تڑپ جاری رکھو یہ تقویٰ وہ ہے کہ اس کو اختیار کر لینے کے بعد دنیا کی کوئی طاقت ہمارے عزم و حوصلے کو معطل نہیں کر سکتی "یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ" (آل عمران) ایمان لانے والو اللہ ہی سے ڈرو اللہ ہی کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے ۔ اگر تم نے اس کو اختیار کر لیا تو یہ تقویٰ تمہاری زندگی کو انفرادی زندگی کو بھی اور اجتماعی زندگی کو بھی مردوں کی زندگی کو بھی اور عورتوں کی زندگی کو بھی اس معیار پہ پہنچا دے گا کہ انشاء اللہ العزیز حق غالب ہوگا اور باطل مغلوب ۔ پہلی ذمہ داری ہماری ہے کہ صرف اللہ کا خوف ہمارے دلوں میں ہو اللہ کے سوا کسی اور کا خوف ہمارے دلوں میں نہ ہو ۔ دوسری بڑی ذمہ داری ہمارے اوپر یہ آتی ہے کہ ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں اپنی زندگی کا جائزہ لیکر وہ تمام چیزیں جو اسلام کے دائرے میں نہیں آتی ہیں اور ہماری

زندگی میں داخل ہو چکی ہیں انہیں بھی دور کرنا ہوگا اور خواتین کو بھی دور کرنا ہوگا۔ جائزہ لیجیے کہ ہماری صورتحال کیا ہے۔ آج پورا مسلم سماج اس طریقے پر گامزن ہے جو اسلام سے بالکل مطابقت نہیں رکھتی کتنی چیزیں ہمارے یہاں ایسی ہیں جو رسم کے طور پر رہ گئی ہیں قرآن کہتا ہے ولا تموتن الا وانتم مسلمون تمہیں ہرگز ہرگز موت نہ آئے لیکن اس حالت میں کہ تم مسلم رہو مسلم کا معنی اسلام کا ماننے والا اور اسلام کے معنی اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ کے حوالے کر دینا اللہ کے سپرد کر دینا اپنے رب کے حوالے اپنے آپ کو اس طرح کر دینا کہ میری اپنی زندگی اللہ کی دی ہوئی ہے یہ جو میرے بھائی نے ابھی آپ کے سامنے بات رکھی اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (التوبہ: ۱۱۱) اللہ نے جان و مال کو خرید لیا جنت کے بدلے میں یہ مال و جان میری اپنی نہیں یہ اللہ کی ہے اور میرا کام یہ ہے کہ میری زندگی میں پورے طور سے اللہ کا دین راسخ ہو جائے۔ ہمارے مسلم سماج کے اندر ہماری بہنوں کے اندر بے پردگی، بے حیائی، فیشن پرستی، غلط قسم کے رسومات جو آ چکی ہیں یہ غیر اسلامی زندگی ہے اسے دور کرنا ہے۔ ہمارے مردوں میں جو غلط قسم کی چیزیں آ چکی ہیں اپنے اخلاق کے بارے میں اپنی کردار کے بارے میں رہن سہن کے بارے میں جو غلط قسم کی چیزیں آ چکی ہیں انکو دور کرنا اور اسلامی زندگی کو اختیار کرنا یہ اسلام کو ماننا ہے اور پھر اسلام اس بات کا بھی نام ہے کہ پوری کی پوری زندگی، زندگی کا ہر پہلو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گذر جائے ایسا نہ ہو کہ کچھ معاملات میں تو اللہ کی بات کو لے لیں اللہ کے رسول کی بات کو لے لیں اور کچھ معاملات میں بلکہ زیادہ معاملات میں اللہ اور اس کے رسول کی بات کو کنارے ڈال دیں یہی تو آج ہمارا حال ہے قرآن کہتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْکُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (البقرۃ: ۲۰۸) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی مت کرو وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ واضح ہدایات آنے کے بعد اگر تم پھسل گئے تو خوب جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ عزیز ہے اور حکیم ہے۔ زبردست ہے۔ طاقت رکھنے والا ہے۔ حکمت رکھنے والا ہے اگر ہم واقعی اسلام کا اسلامی نظریے سے حق



[illegible] ہیں تو ہمارا کام یہ ہے کہ ہماری پوری زندگی اسلامی سانچے میں ڈھل جائے جس [illegible] میں جا کر سبحان ربی الاعلیٰ اور سبحان ربی العظیم اور اھدنا الصراط المستقیم کہنا [illegible] سے پہلے مسجد کے باہر کی زندگی میں اللہ کی عظمت کو بیان کرنا ہے اللہ کا [illegible] بیان کرنا ہے وحدت کو بیان کرنا ہے ایسا نہ ہو کہ صرف مسجد میں جا کر بیٹھوں کہ میں اللہ [illegible] ہوں اور مسجد سے باہر نکلنے کے بعد کہوں کہ میں کسی کا نہیں شیطان کا بندہ ہوں۔ آج آپ [illegible] صورتحال ہماری کیا ہے۔ ہم مسلمانوں کا سواد اعظم بڑا حصہ ہمارا وہ ہے کہ جن کا معاملہ [illegible] کہ پانچ وقت کی نمازیں تو پڑھتے ہیں لیکن یہ پانچ وقت کی نمازیں ہماری زندگی میں تبدیلی [illegible] کرتی ہیں بلاشبہ یہ نماز دین کا اہم ستون ہے انکو قائم کرنے کی شدید ضرورت ہے اللہ [illegible] الصلوٰۃ عماد الدین من اقامها فقد اقام الدین ومن ترکها ومن هدمها فقد هدم الدین۔ نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا اس نے اللہ کے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا جس نے اسکو ڈھا دیا اس نے اللہ کے دین کو ڈھا دیا یہ ہے وہ [illegible] یہ نماز ہی ہمارے اوپر عائد نہیں بلکہ جس طرح مسجد کے اندر ہم اللہ کے بندے اور غلام ہیں مسجد کے باہر بھی اس کے بندے اور غلام بن کر رہیں [illegible] اگر فرض کیجیے کہ وہ کان [illegible] ہوں تو میرا ترازو مسلمان ہوگا اگر میں کھیتی کرتا ہوں تو میرا ہل مسلمان ہوگا اگر میں آفس میں کام کرتا ہوں تو میری کرسی مسلمان ہوگی میرا ہر کام مسلمان ہوگا میری ہر چیز مسلمان ہوگی میں اسلام کے مطابق زندگی گذارنے کا نمونہ بنوں گا۔ یہ ہے اسلامی زندگی اور آج آپ دیکھیے اسلامی زندگی کو نافذ کرنے کا کتنا جذبہ مسلمانوں کے اندر ہے۔ اسلامی زندگی فی الواقع مسلمانوں کیلئے نہیں بلکہ پورے ملک کے لئے پوری دنیا کیلئے راہ نجات ہے اس سے کتنی دوری ہماری اپنی ہے ہم اپنا جائزہ لیکر دیکھیں بڑی کمزوریاں نظر آئیں گی محترم خواتین میں بھی اور عزیز بھائیوں میں بھی اسلام یہ کہتا ہے اللہ کا دین یہ کہتا ہے کہ اگر تم دنیا میں واقعی عزت کی زندگی گذارنا چاہتے ہو دنیا کو راہ راست پر لانا چاہتے ہو پہلے خود آگے بڑھو اچھا کام گھر سے شروع ہوتا ہے پہلے اپنے آپ سے اپنی ذات سے لہٰذا اللہ کے دین کو پہلے اپنی ذات پر قائم کر دو پھر آپ کا یہ اخلاق دوسروں کو متاثر کرے گا اور اسلام غالب ہوگا۔

میرے عزیز بھائیو! یہ وقت وہ ہے کہ ہم اس وقت دارالامتحان میں ہیں ہمارا
کام ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنے قول سے بھی اور ہم اپنے عمل سے بھی حق کی شہادت
دیں حق کی شہادت کو سننے کیلئے آج بھی پورا ملک آج بھی پوری دنیا بالکل تیار ہے میں
آپ سے بتاؤں کہ یہ ملک ہندوستان کی آبادی اس وقت ۸۶ کروڑ ۴۲ لاکھ ہے ۸۶
کروڑ ۴۲ لاکھ کی آبادی میں ۱۸ کروڑ تقریباً مسلمان ہیں لیکن ہماری آواز کو سننے کیلئے لوگ
کیسے بے قرار ہیں اس پورے ملک میں اسلام دشمن لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو نقصان
پہنچا رہے ہیں ان میں طاقت زیادہ نہیں ہے یہ بہت ہی تھوڑے لوگ ہیں سو میں مشکل سے
پانچ یا سات ہوں گے زیادہ تر لوگ وہ ہیں غیر مسلموں میں جو آپکی بات سننے کیلئے تیار ہیں
لیکن ہم نے اپنی بات ان تک نہیں پہنچائی وہ ہمارے مخالف نہیں ہیں ان کے سامنے اسلام
کی دعوت کو پیش کرنے کی بڑی سخت ضرورت ہے ابھی مہاراشٹر میں اور کرناٹک میں قرآن مجید
کے ترجمے کئے گئے اور ان ترجموں کو وہاں کے غیر مسلم بھائیوں کے سامنے پیش کیا گیا میں آپکو
کیا بتاؤں جیسا مجمع اس وقت ہے تقریباً اسی انداز کے کئی مجمع قائم کئے ہم نے مختلف مقامات
مراٹھی زبان میں قرآن کا تعارف کرایا مولانا نظام الدین صاحب بھی اس وقت موجود
تھے ایک دو مقامات پر انکو بھی اس بات کا احساس ہوا کہ کس قدر لوگوں میں پیاس ہے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین پانی کیلئے محتاج ہے۔ زمین میں دراڑیں پڑ چکی ہیں یہ پانی چاہتی
ہے لیکن انکو پانی نہیں ملتا۔ قرآن مجید کو ہم نے انکے ہاتھوں میں دیا مراٹھی زبان کا آپ کو
سن کر حیرت ہوگی شاید ویسا ماحول آپ نے یہاں نہیں دیکھا ہوگا لیکن ضرور انشاء اللہ
یہاں بھی ویسا ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔ ہم نے جہاں جہاں پروگرام کیے آٹھ دن پہلے جن لوگوں
سے ہم اظہار خیال کروانا چاہتے تھے مراٹھی قرآن ان تک پہنچا دیا

خاص طور سے تعلیم یافتہ لوگ ایڈوکیٹ، پروفیسر، بڑے بڑے ڈاکٹر، بڑے بڑے سیاسی
لوگ اور علم اور معلومات رکھنے والے لوگ ان تک ہم نے پہنچا دیا اور یہ کہا کہ آج کے سات
دن بعد ہمارا جلسہ ہونے والا ہے آپ اس قرآن کو پڑھئے اور قرآن پر اظہار خیال کیجئے۔ میرے
عزیز بھائیو! میں کیا بتاؤں میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ایسی ایسی باتیں سامنے آئیں ایک



ایڈوکیٹ نے جو ۶۵ سال کے تھے میرج میں اسٹیج لگا ہوا تھا جب تقریر کرنے کیلئے بلایا گیا تو مراٹھی
قرآن اپنے ہاتھ میں لیکر کہتے ہیں کہ میرے ۶۵ سال کی زندگی بیکار گئی مجھے نہیں معلوم تھا
کہ میرا مقصد کیا ہے میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے کیسے زندگی گزارنا ہے اس کتاب نے مجھے بتایا
ہے کہ زندگی کیسے گزارنا چاہئے۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر میرے بازو میں بیٹھے ہوئے تھے ناندیڑ
میں پروگرام ہو رہا تھا جماعت اسلامی نے اس کو منظم کیا تھا انتہائی شاندار کیا تھا اور بہترین
انداز میں ایک ہال میں پروگرام ہو رہا تھا اور ہمارے کنوینر صاحب مراٹھی میں گفتگو کر رہے تھے
وہ میرے بازو میں بیٹھا ہوا بار بار یہ کہتا تھا کہ کیا مسلمانوں میں ایسی بھی جماعت ہے
کیا مسلمانوں میں مراٹھی بولنے والے ایسے بھی ہیں جو اتنی اچھی مراٹھی بولتے ہیں اور یہ قرآن ایک اچھا
کتاب ہے ہم آپکو دعوت دیتے ہیں آپ ہماری یونیورسٹی میں آئیے ہم تمام پروفیسرس کو ہم تمام
اساتذہ وطلباء کو انکا پروگرام دیں گے اور آپ وہاں تقریر کیجئے اور بتائیے قرآن کیا ہے۔ یہ ہے
وہ بات کہ اگر صحیح رخ اور صحیح ڈھنگ سے ہم قرآن کو متعارف کرائیں تو بڑی تبدیلی آسکتی ہے
آج یہ ملک اس بات کا شدید محتاج ہے کہ قرآن کی تعلیم اور حدیث کی تعلیم صحیح رخ پر سامنے
آئے آج اس ملک کے سامنے جو بد اخلاقی کا ماحول پیدا ہو چکا ہے اسکا کوئی حل انکے پاس نہیں وہ تشدد
کو ابھار کر کے اور انتشار پیدا کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہی ہے اس کے پاس آج
کے بد اخلاقی کا آج کے ملک کا آج کے غلط رسومات کا کوئی حل نہیں ہے۔ آج کل صورت
حال یہ ہے کہ اگر کسی نوجوان خواتین کا شوہر مر جاتا ہے تو مرے ہوئے شوہر کے پاس وہ اپنی جان دینے
کیلئے تیار ہو جاتی ہیں آج کا شنکراچاریہ اسکی تعریف کرتا ہے میرے عزیز بھائیو! اس ملک میں
بڑی تبدیلی آسکتی ہے۔ بشرطیکہ قول و عمل سے اسلام کی شہادت دینے کیلئے اپنے آپکو تیار کرلیں
میرے عزیز بھائیو! یقین رکھو جتنا یقین مجھے کل مشرق سے سورج کے نکلنے پر ہے اس سے
زیادہ یقین مجھے اس بات کے اوپر ہے کہ اگر ہم نے صحیح ڈھنگ پر اس ملک کے اندر اسلام
کے کام کو کیا قرآن کے تعارف کو آگے بڑھایا تو یقین جانو اس ملک کی تقدیر بدل سکتی ہے
تو یہ اہم ترین کام ہے اپنے قول و عمل سے حق کی شہادت دیں اس موقع سے یہ بھی کہنا
چاہتا ہوں کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (آل عمران ۱۰۳) تم سب ملکر مضبوطی

سے اللہ کی رسی کو پکڑ لو اور آپس میں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ۔ میرے بھائیو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اتفاق واتحاد مردہ ہو چکا ہے مولانا نظام الدین صاحب نے بڑی اچھی مثال دی ہے ہر ایک کہتا ہے کہ اتحاد واتفاق اختیار کرو لیکن جب اس کے پاس جاؤ تو وہ کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہماری نااتفاقی کا حال کیا ہے اس ملک میں، دنیا میں، دنیا میں نااتفاقی کا آج یہ حال ہے کہ جون ۱۹۶۷ء یہ وہ سال ہے اور یہ جون کا مہینہ وہ مہینہ ہے جب مسجد اقصیٰ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی اس پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا اور قبضہ کر لینے کے بعد مختلف مواقع پر وہ جاننا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا کیا ردعمل ہوتا ہے چنانچہ کبھی وہاں آگ لگائی جاتی ہے کبھی وہاں گولیاں چلائی جاتی ہیں کبھی دیوار توڑی جاتی ہے اس کے برخلاف مسلمانوں کی صورت حال یہ ہے کہ ان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد نئے اندازے کے مطابق ایک سو تیس کروڑ ہے اور یہودیوں کی تعداد تقریباً تین کروڑ سے کچھ کم ہے لیکن تین کروڑ والوں تین کروڑ یہودیوں نے ایک سو تیس کروڑ مسلمانوں کے ہاتھ سے مسجد اقصیٰ چھین لی اور وہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر تم میں بل بوتہ ہو تو مسجد اقصیٰ لیکر دیکھو لیکن مسلمانوں کے اندر یہ بل بوتہ نہیں ہے کہ مسجد اقصیٰ لے لیں ہاں یہ ہے کہ نو سال تک ایران عراق لڑ سکتے ہیں دس لاکھ مسلمان شہید ہو سکتے ہیں ان دس لاکھ مرنے والوں کی کوئی گنتی اور اہمیت نہیں ہے لا الہ الا اللہ کہنے والے دس لاکھ مسلمان اپنی جانیں دے سکتے ہیں کویت عراق کی جنگ ہو سکتی ہے لیکن تحفظ بیت المقدس نہیں ہو سکتا ایک صحیح حدیث ہے جس کا خلاصہ میں آپکے سامنے رکھتا ہوں کہ نبی کریمؐ نے پانچ باتوں کی طرف اشارہ فرمایا اگر یہ پانچ چیزیں تمہارے اندر آجائیں گی تو تباہی و بربادی کا وہ وقت ہوگا ان پانچ باتوں میں دو باتیں آپ نے بتائی ایک بات یہ کہ جب مسلمان اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے غداری کریں گے تو ان کے اوپر وہ حکومت مسلط کر دی جائے گی جو ان سے انکی بنیادی چیزوں کو چھین لے گی اور دوسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ جب مسلمان حکمران قرآن مجید کو چھوڑ دیں گے تو مسلمانوں کے سماج میں مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہوگا اور پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کا گلا پکڑیں گے آج دیکھئے



یہ حال ہو رہا اپنے ہاتھوں خود اپنا گلا کاٹ رہے ہیں یہ آپس کی نا اتفاقی اور ہر سطح پر چھوٹے چھوٹے مسئلوں پر جھگڑے ہیں شہر میں پورے ملک میں اور کتنے چھوٹے چھوٹے ہمارے اختلافات آپ آمین زور سے کہیں یا آہستہ کہیں درود پڑھیں یا نہ پڑھیں فاتحہ ہو یا نہ ہو یہ چھوٹے چھوٹے اختلافات ہیں انکو بالائے طاق رکھ کر ہم توحید کی بنیاد پر رسالت کی بنیاد پر آخرت کی بنیاد پر ایک ہو جائیں یہ ہمارا ایک ہونا انشاء اللہ ہماری طاقت کو مضبوط کریگا لہذا یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور سب سے اہم بات یہ کہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم حق کی آواز کو خیر کے کام کو اس ملک کے سامنے پیش کریں۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (آل عمران) اسی گروہ میں شامل ہو جایئے جو خیر کو لیکر آگے بڑھ رہا ہے جو شر کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہے معروف میں جدوجہد کر رہا ہے منکر کو مٹانا چاہتا ہے اس وقت ہم سب پر فرض ہے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران: ۱۱۰) تم وہ بہترین امت ہو تمہارا سلیکشن ہوا ہے تمہارا انتخاب ہوا ہے اس مقصد کیلئے کہ تم لوگوں کے سامنے معروف اور نیکی کا حکم دو منکر اور برائی سے روکو اور اللہ پر ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو یہ اہم ذمہ داری مسلمانوں کی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کی ذمہ داری قرار دی ہے اللہ کے رسول نے کرکے دکھایا اور جب معروف کا قیام منکر کے ازالے کی بات ہوگی تو گویا وہ بات پوری ہوگی جو قرآن نے کہی تھی "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا" (الفتح: ۲۸) یہ اللہ کی کتاب اور ہدایت غالب ہونے کیلئے آئی ہے مغلوب ہونے کیلئے نہیں آئی یہ غلبہ چاہتی ہے یہ غالب ہونا چاہتی ہے اور اس کے لئے صرف اللہ کی گواہی کافی ہے میرے بھائیو اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ہمیں آگے بڑھنا چاہئے ہم اگر واقعی چھوٹے پیمانے پر ہی سہی اس کا آغاز کرکے حق کے فریضے کو انجام دینے کی کوشش کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ آہستہ آہستہ اسلام آگے بڑھ رہا ہے یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مختلف فیلڈس میں مختلف میدانوں میں ہم بہت پیچھے ہیں تعلیم کے معاملے کو آپ دیکھئے

## مسلمانوں کا کیا حال ہے ـ مولانا فضل

حسین صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ مسلمانوں کی تعلیم کا حال یہ ہے کہ اگر سو ہندوستانی مسلمان ایک طرف کر دیئے جائیں تو فرماتے تھے کہ سو مسلمانوں میں صرف تین مسلمان تعلیم یافتہ ہیں اور اسی مسلمان انپڑھ ہیں یہ تو عصری تعلیم کا حال ہے اور دینی تعلیم کا حال کتنا خراب ہے ـ دینی تعلیم کا حال اتنا خراب ہے کہ ہندوستان کا سواد اعظم خود مسلمانوں سے پریشان ہے کہ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ تک صحیح طریقے سے نہیں پڑھ سکتا قرآن مجید کی تلاوت صحیح ڈھنگ سے نہیں کر سکتا کہیں زیر کی غلطی ہو گئی کہیں زبر کی غلطی ہو گئی انگریزوں نے غلبہ کے بعد سو ہندوؤں کے بعد مسلمانوں کے تعلیم یافتہ لوگوں کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا اس کے بعد لارڈ میکالے کو بلایا گیا اور کہا گیا کہ ایسا نصاب تعلیم تیار کرو کہ اس نصاب تعلیم کے مطابق پڑھنے والا آدمی اپنے پیٹ کا پجاری بن جائے پیٹ کو پالنے کی کوشش کرے اسکو کچھ سمجھ میں نہ آئے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ لارڈ میکالے نے جو نصاب تعلیم تیار کیا تھا اسکی جو اسپرٹ تھی وہ اسپرٹ آج بھی ہے چنانچہ آج بھی صورت حال یہ ہے کہ مسلمان نوجوانوں کو آپ دیکھئے کہ ایک صاحب بی۔ ایس۔ سی تھے مسلمان تھے ان سے یہ پوچھا گیا سوال کیا گیا پڑھے لکھے سمجھدار آدمی تھے اسلام کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں اسلام کے معنی مسلمانوں کا مذہب اور وہ بچے جو اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں انکا کیا حال ہے پنڈت پور کے مدرسے پر میں گیا ہوا تھا ایک جلسہ تھا خطاب ہونیوالا تھا لوگوں کے آنے میں کچھ دیر تھی بچے بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان سے پوچھا بیٹو یہ بتاؤ حضرت محمدؐ کی وہ لڑکی وہ دختر جس سے امام حسنؓ اور امام حسینؓ پیدا ہوئے انکا کیا نام تھا ایک لڑکا بھی جواب نہیں دے سکا پھر میں نے ان سے سوال کیا بیٹو یہ بتاؤ کیکئی کون تھی؟ ہاتھ اٹھ گئے ایک نے کہا رام کی ماں تھی دوسرے نے کہا کہ نہیں رام کی سوتیلی ماں راجہ دشرتھ کی بیوی کیکئی کے بارے میں تو معلومات ہیں حضرت فاطمہؓ کے بارے میں کوئی معلومات نہیں یہ ہے موجودہ نصاب تعلیم کا اثر موجودہ نظام تعلیم جس رخ پر ہم کو لیجا رہا ہے انتہائی تکلیف دہ ہے اس فیلڈ میں بھی ہمیں کام کرنا ہے یہ فیلڈ ہمارے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے تعلیم کے میدان میں اگر ہم نے غفلت برتی تو آئندہ ہمارا مسلم سماج صحیح رخ پر آگے نہیں



بڑھ سکے گا کتنی افسوس کی بات ہے کہ یہ یو پی جو اردو کا مرکز تھا اردو یہاں پیدا ہوئی پروان چڑھا آج یہاں کا ایک ایک مسلمان ایک ایک آدمی مظفر حسین کو محمد حسین کہتا ہے یہ صورت حال جاری ہو رہی ہے اگر ہم نے اپنے آپ کو نہیں سدھارا مختلف میدانوں میں صحیح رخ سے کام نہیں کیا میرے بھائیو یقین جانو معروف کے حکم اور منکر کے ازالے کے فریضے کو ہم انجام نہیں دے سکے اور اب آخری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اگر ہم نے اپنے فرض کو ادا نہیں کیا تو ایک دن خدا کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جواب دینا ہو گا یاد رکھو اس روز جب خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے وہاں میں بھی موجود ہوں گا آپ بھی رہیں گے محمد الرحمن بھی ہونگے فاطمہ بھی ہونگی ہر ایک اللہ کے سامنے کھڑے ہونگے ہر ایک کو اپنے کاموں کا حساب دینا ہو گا وہ دن ایسا ہو گا کہ کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہو گا باپ بیٹے کو دیکھے گا بیٹا باپ کو دیکھے گا بیوی شوہر کو دیکھے گی شوہر بیوی کو دیکھے گا لیکن کوئی ساتھ دینے کیلئے تیار نہیں ہو گا اپنے اپنے نامہ اعمال ہوں گے اپنا اپنا بوجھ ہو گا اپنا اپنا حساب و کتاب ہو گا وہ دن ضرور آنیوالا ہے اس دن کے آنے سے پہلے ہماری ذمہ داری ہے کہ دنیا میں ہم اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں اپنے فرض کو محسوس کریں اور صحیح رخ پر صحیح طریقے سے اپنے کام کا نقشہ بنائیں اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں اگر ہم نے صحیح کام صحیح ڈھنگ سے انجام دیا انشاء اللہ العزیز یہاں کے حالات میں تبدیلی آسکتی ہے مایوسی کی کوئی بات نہیں قرآن کہتا ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ (الزمر ۵۳) اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ اسکا احسان ہے ہم مسلمان اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں بس ہمارا کام یہ ہے کہ اپنے فرض کو انجام دینے کی ہم کوشش کریں اللہ کی مدد ضرور آئیگی اللہ کا ارشاد ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (محمد ۷) اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدموں کو جما دیگا اللہ کی مدد یہ ہے کہ اللہ کے دین کے غلبے کیلئے اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے اپنی پوری طاقت لگا دیں آپ اس کام کیلئے آگے بڑھئے اللہ راستے کھول دیگا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین (العنکبوت ۶۹) جو لوگ ہمارے راستے میں جد و جہد کرتے ہیں ہم انکے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں لنہدینہم سبلنا تفصیل نہیں کیا

بقیہ صفحہ ۱۱ پر

# مسلم سماج

مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی
صدر مدرس جامعۃ الفلاح
ورکن شوریٰ جماعت اسلامی

خطاب عام
۳۰ر اکتوبر ۲۰۰۹ء بعد نماز عشاء۔

محترم صدر جلسہ مہمانان گرامی معزز حاضرین طلبہ وطالبات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آج اس موضوع پر مسلم سماج کا جائزہ لینا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں کچھ باتیں آپ لوگوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک صحابی نے کسی کی تعریف کی اسکی دین داری پر کہ فلاں آدمی بہت دیندار اور پرہیزگار آدمی ہے حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ بہت دین دار بہت اچھا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ نماز کا بہت پابند ہے اور تہجد کی نماز ادا کرتا ہے تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کیا تم کبھی اسکے پڑوس میں رہے ہو؟ کہا کہ نہیں تو پھر سوال کیا کہ تم نے کبھی اس کے ساتھ سفر کیا ہے تو کہا نہیں اور پھر سوال کیا کہ تم نے کبھی اسکے ساتھ کاروبار اور معاملہ کیا ہے تو کہا نہیں تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ دین داری کا معیار صرف نماز نہیں ہے جب تک انسان معاملے کے اندر اور عمل کے اندر دیندار نہ ہو۔ یہ واقعہ ہم کو یہ بتاتا ہے اسلام نے دین و دنیا کو ایک کیا ہے اور کسی دوسرے مذہب اور نظریے کے اندر یہ بات نہیں وہی انسان کامل ہے جو دنیا کے اندر دنیا کے انسانوں کے اندر کامل بن کر رہے اور اس کے ساتھ ساتھ خدا سے بھی اس کا تعلق اچھا ہو۔ اور اس کی نمازیں بھی درست ہوں اور اسکی عبادات بھی درست ہوں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "احسنکم اخلاقا احسنکم باھلہ" "تم میں سے سب سے زیادہ بہترین اخلاق والا وہ آدمی ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بہترین اخلاق والا ہو" کوئی سماج بہتر بنتا ہی نہیں جب تک کہ اس کے اندر تمام ہی لوگ ایک دوسرے کا حق ادا نہ کریں۔ بیٹے باپ کا حق ادا کریں، بیٹے اپنی ماؤں کا حق ادا کریں، باپ اور بزرگ لوگ چھوٹوں کا حق ادا کریں، نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ "من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا" "جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور جو بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے" یہ اس



بات کی علامت ہے کہ ہمارا پورا معاشرہ ایسا معاشرہ ہونا چاہئے کہ سبھی کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات اچھے ہوں، معاملات اچھے ہوں اور بہتر انداز سے ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرتے ہوں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں "لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاک بوجہ طلیق" "کسی نیکی کے کام کو حقیر مت سمجھو چاہے اپنے بھائی سے خندہ روئی سے ملاقات ہی ہو اس کو بھی چھوٹا مت سمجھو حالانکہ آپ دیکھتے ہیں کہ جب انسان کے دو آدمی کچھ دنوں کے بعد ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو مسکراہٹ چہرے پر آ ہی جاتی ہے لیکن یہ دینی تعلیمات دی جاتی ہیں تاکہ ہمارا معاشرہ ہر طرح سے بہتر و خوب تر ہو۔ ہمارا مسلم سماج ایک بہتر سماج ہو جائے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا۔ من احق یا رسول اللہ قال امک ثم قال من؟ قال امک ثم قال من؟ قال امک ثم قال من؟ قال ابوک نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا میرے حسن و سلوک اور برتاؤ کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے، دنیا میں کون ایسا انسان ہے، جس کے ساتھ میں اچھا برتاؤ کروں تو فرماتے ہیں کہ تیری ماں پھر سوال کیا پھر فرماتے ہیں کہ تیری ماں، پھر سوال کیا۔ پھر فرماتے ہیں تیری ماں اور جب چوتھی مرتبہ سوال کیا تو فرماتے ہیں کہ تمہارے باپ۔ مطلب یہ ہے کہ ماں اور باپ کا حق ۱/۳ اور ماں باپ کو کیسا اونچا مقام دینا یہ ہمارے سماج کی ایک ضروری تعلیم ہے ہمارے سماج کیلئے ایک ضروری ہدایت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی، ہمیں ایسا بننا چاہئے اور جتنے لڑکے ہیں وہ اپنے ماں باپ کی خدمت کریں وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کریں، قرآن کے اندر اس کی باندر میں آتی تاکید کی گئی ہے کہ بار بار آتی ہیں آئی ہیں یہاں تک کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ کلام پاک میں بار بار والدین اور ماں باپ کا جو حق بیان کیا گیا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا کے بعد سب سے اونچا درجہ دنیا کے اندر انہیں کا ہے نبی کریم ﷺ تو دنیا میں موجود نہیں ورنہ سب سے بڑا درجہ تو انہیں کا تھا لیکن اب انسانوں کے اندر جو ہے خدا کے بعد سب سے بڑا درجہ ہے تو ماں باپ کا ہے اور ماں باپ کے اندر ماں کا درجہ باپ سے اونچا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا "وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

ـــــ وَبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (الاسراء: ۲۳)

کلام پاک کے اندر یہ ذکر کیا گیا مسلمانوں سن لو تمہارے رب کا یہ فیصلہ ہے کہ خدا کی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ بہترین برتاؤ کرو مسکینوں کی خبر لو اور غریبوں کی خبر لو مسافروں کی خبر لو ان کے ساتھ بہترین معاملہ کرو۔ دیکھو تمہارا سماج کیا بنتا ہے ہر ایک جو کہ سماج کے اندر کمزور ہے محتاج ہے جو بھی سماج کے اندر ضرورت مند ہے اس کے لئے اسلام کی یہ تعلیم ہے اور اسی طرح سے دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا گیا ہے

لیکن اگر ماں باپ غلط راستے پر ڈال دیں اپنے لڑکے کو برے کام پر لگا دینا چاہیں تو اس بارے میں ماں باپ کی اطاعت و فرماں برداری نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ ہر چیز میں ماں باپ کی خدمت کرنا یہاں تک کہ نبی کریمؐ یہ بیان فرماتے ہیں

اور فقہ کے اندر یہ تمام چیزیں لکھی ہوئی ہیں کہ کسی غیر مسلم کا لڑکا اسلام قبول کرے تو بھی وہ اپنے غیر مسلم باپ کی خدمت سے دست بردار نہیں ہو سکتا اسکی اسی طرح سے خدمت کرنی پڑے گی جس طریقے سے وہ اپنے مسلمان باپ کی خدمت کرے گا اور اسی طرح اپنی کمائی اس کو دیگا۔ اگر وہ ضرورت مند ہے ہر طرح سے اس میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا کسی نوجوان مسلم کا باپ مسلم ہے یا غیر مسلم ہے اس میں خدمت کے اندر کوئی فرق نہیں کیا جائیگا جو خدمت اس کے لئے لازم اور ضروری قرار دی گئی ہے اور اسی کے لئے قرآن پاک میں بار بار اسکی طرف متوجہ کیا گیا ہے ہمارا سماج ایسا بننا چاہئے آپ دیکھئے ماں کا درجہ باپ سے تین گنا بڑھایا گیا وجہ کیا ہے قرآن پاک اس کو بیان کرتا ہے۔ "وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ" (لقمان) ماں بڑی تکلیف اٹھاتی ہے بڑی تکلیف جھیلتی ہے بڑی مصیبت اور تکلیفوں سے اسکو جنتی ہے اور دو سال تک دودھ پلاتی ہے اپنی نیند حرام کرتی ہے یہ تمام چیزیں باپ کے اندر نہیں ہوتی ہے بس اس لئے اس کا درجہ اونچا کیا گیا ہے اور نبی کریمؐ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارا سماج کیسا بننا چاہئے مسلمانوں کو اپنے سماج کو زیادہ اہمیت دینا چاہئے کہ اولاد کس طرح سے بن رہی ہے ماں باپ اپنا حق ادا کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے ہیں ان تمام چیزوں کا ہمیں جائزہ لینا چاہئے ان تمام چیزوں کو ہمیشہ سمجھنا چاہئے اس کے بغیر ہمارا سماج بن نہیں سکتا ہے۔



اور بار بار اسکی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ اس کے بغیر کوئی سماج مکمل نہیں ہوگا اور آپ دیکھئے ماں کی محبت بیٹے کے لئے۔ ماں کی محبت اولاد کے لئے کتنی ہوتی ہے آپ کو ایک واقعہ بتاؤں آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ماں کی تڑپ اور ماں کی محبت اور بچے کی اندر مت کیسی ہوتی ہے اس واقعہ پر آپ غور کیجئے۔ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ آپ لوگوں نے سنا ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے دربار میں ہوئی اس نے کہ اس نے یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے اندر جتنے لڑکے پیدا ہوں سب کو مار ڈالا جائے پیدائش ہوتے ہی مار ڈالا جائے ورنہ ہم کو پتہ چلا ہے نجومیوں کے ذریعے سے کہ اس کے اندر ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو میری حکومت کو الٹ دے گا۔ تو پہلے ہی تمام بچوں کو مار ڈالا جائے تاکہ وہ دن نہ آنے پائے سب بچے قتل کئے جا چکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ ایک تابوت کے اندر اس لڑکے کو سلا کر کے سمندر کے اندر ڈال دو وہ بہتا ہوا کہیں چلا جائیگا اور قتل ہونے سے بچ جائیگا ورنہ یہ بات پھیل جائے گی چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پانی کے اندر بکس میں بھر کر ڈال دیا گیا لیکن یہ ماں کو کہاں برداشت ہو سکتا ہے چنانچہ اس کے بارے میں خود باتیں آتی ہیں انکے بارے میں یہ آتا ہے قرآن کے اندر کہ "وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" (القصص: ۱۰) حضرت موسیٰ کی ماں کا دل اڑا جا رہا تھا بے قابو تھا حالانکہ الہام خداوندی سے یہ کام کیا تھا دل اڑا جا رہا تھا اور اگر ہم اس دل کو مضبوط نہ کرتے تو یہ پوری بات کھول دیتی کہ میرا لڑکا سمندر کے اندر تیر رہا ہے جاؤ تلاش کرو ہو سکے ملک میں بات پھیل جاتی اور لڑکا مل نہیں سکتا تھا وہ قتل کر دیا جاتا اتنا مضبوط دل ماں کے دل کی تڑپ اور ماں کے دل کی پریشانی کیسی ہوتی ہے اپنے اولاد کے لئے خود اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا اپنی ایک لڑکی سے کہا کہ ذرا دیکھتی جاؤ سمندر کے کنارے کنارے چلی جاؤ اور دیکھتی جاؤ ایسا نہ ہو وہ کہیں ڈوب جائے کوئی جانور اس کو کھا جائے کوئی اٹھائے جائے کوئی چھپائے کوئی کچھ کر دے۔ قرآن کی آیت ہے "وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَن جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ" (القصص)

تو اپنی لڑکی سے کہا کہ چلی جاؤ پیچھے پیچھے جاؤ تابوت کے اور دیکھتی رہو کنارے کنارے سے اور کوئی پتہ بھی نہ پائے کہ تم کیا کر رہی ہو اس لیے کہ ہو سکتا ہے کوئی خطرہ پیش آ جائے۔ ماں کی محبت ماں کا لاڈ و پیار کیسا ہوتا ہے اسی وجہ سے نبی کریمؐ نے ماں کے درجے کو تین گنا بڑھا دیا ہے اور پھر فرماتے ہیں "الجنۃ تحت اقدام الامہات" کہ جنت تو ماں کے قدموں کے نیچے ہے ماں کے قدم کے نیچے جنت ہونے کا کیا مطلب ہے مطلب یہ ہے کہ جو بیٹا ماں کے قریب ہے ماں کو خوش کریگا وہ جنت اسی کو دے دیگی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اس کے ہاتھ میں دے دی ہے نبی کریمؐ فرماتے ہیں جنت اس کے ہاتھ میں ہے اس کے قدم کے نیچے ہے تو جتنی ہی زیادہ ماں کی خدمت کرو گے وہ تم کو جنت آسانی سے دے دیگی جنت کے مانگنے کا شوق جنت مانگنے کا حوصلہ نوجوانوں کے اندر پیدا ہونا چاہئے اور اسی طرح سے باپ کے ساتھ حسن سلوک ہونا چاہیئے احادیث و آیات میں وضاحت کے ساتھ آیا ہے کہ اولاد کا والدین سے کیا معاملہ ہونا چاہیئے انکی اطاعت فرماں برداری کرنی چاہیئے کمزور ہو جائیں تو خاص طور سے کرنا چاہیئے کیونکہ کلام پاک کے اندر باپ کے بارے میں عرض کیا گیا "وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (الاسراء ۲۳،۲۴) جب تمہارے ماں باپ بوڑھے ہو جائیں اور کمزور ہو جائیں تو کبھی اپنی زبان سے انکے بارے میں اف مت کہنا ڈانٹنا تو الگ رہا اف بھی مت کہنا یعنی اپنی زبان سے ناپسندیدگی کا لفظ ہی مت نکالنا اور انکے بارے میں یہ دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ تو ان پر رحم فرما اور انکی صحت کو برقرار رکھ انکے اوپر رحم فرما اسی طریقے سے جس طرح میں ایک مہینہ دو مہینے کا تھا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا تو ان لوگوں نے میری پرورش کی اور میرے اوپر رحم کیا یہ تو قرض کی ادائیگی ہے ذرا سی ماں کی توجہ اپنے بچے سے ہٹ جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا ایک دن کے بچے ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتا تو ماں نے جو بھی خدمت کی اور باپ نے کما کر کے خدمت کی تو بیٹا جوان ہونے کے بعد یہ قرض ادا نہیں کریگا دنیا کے اندر



ضروری ہے کہ آپ کسی سے کچھ لیں گے اور کوئی کچھ دیگا تو دوسرے دن وصول کرے گا ماں باپ نے جب آپ کو یہ تمام کچھ کر کے آپ کو پالا ہے، جوان کیا ہے اور تعلیم دیا ہے اور ... ہے شادی کی ہے اور تمام مشکلات برداشت کیا ہے تو آپ بھی خدمت کیجئے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دعا کرو "رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا" (الاسراء ۲۴) "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ" (الاسراء ۲۴) اور ان کے سامنے جھکے رہو جو ہر کلام ... کی خدمت میں گذرے
وسلم

اسلام نے بھی آپکو یک طرفہ تعلیم نہیں دی ہے، کہ آپ حج نماز روزہ زکوٰۃ اور کچھ اور عبادات کریں اور اس کے بعد اسلام سے آپ کو کچھ مطلب نہیں تو ایسا نہیں اسلام آپکو دونوں طرف سے ایک طرف سے آپکو تمام تعلیمات دے کر کہتا ہے کہ ایک اللہ سے تعلق جوڑنے کے ساتھ ساتھ بندوں کے تعلقات جوڑو، اور جو آدمی بندے کو نہ پہچانے وہ خدا کو نہیں پہچانتا جس نے اپنی ماں کو نہ پہچانا، جس نے اپنے باپ کو نہ پہچانا جس نے اپنے پڑوسی کو نہ پہچانا، جس نے اپنے بڑے کو نہ پہچانا جس نے چھوٹے کو نہ پہچانا وہ خدا کو کیا پہچان سکے گا تو اس وجہ سے ہمارا سماج اسلامی بننا چاہیئے مسلمانو یہ اسلامی سماج رہے گا تو اس میں دو فائدے ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ کہ ہماری جنت بنے گی، ہماری دنیا بھی بنے گی دوسرے یہ کہ ہمارا سماج اچھا ہوگا۔ بلکہ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارے پڑوسی غیر مسلم لوگ نہیں جانتے کہ خدا اور رسول کیا ہیں ہمارے سماج کو دیکھ کر کے نا معلوم کیا کیا انکے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا ہوں گی تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہمیشہ اسلام نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ جتنے سماج کے اندر کمزور لوگ ہوں، انکے حقوق کو متعین کر دیا جائے انکے حق کی ادائیگی کو مسلمانو کے اوپر فرض کر دیا جائے، تاکہ مسلم سماج کے اندر کمزوروں کو ستانے کا موقع نہ رہے ان کو ہمیشہ اونچا درجہ ملتا رہے۔ اب میں آپکو بتاؤں کہ ہمارے سماج کے اندر سب سے کمزور مخلوق کون ہے "لڑکی" اور ہمارے ہی سماج کے اندر نہیں پوری دنیا کے سماج کے اندر سب سے کمزور لڑکی ہے۔ لڑکا کمزور نہیں۔ اس لئے کلام پاک کے اندر حدیثوں کے اندر لڑکی کے بارے میں سارے حقوق بیان کئے گئے ان کے Rights بیان کئے گئے۔ نبی کریمؐ ارشاد فرماتے

ہیں۔ جس گھر میں تین لڑکیاں پیدا ہو جائیں۔ اور باپ ان لڑکیوں کی پرورش کرے اور انکی تربیت کرے اور انکی شادی کرے "وجبت الجنۃ" جنت ضروری ہو گئی۔ دنیا کا کون سماج دنیا کی کون سی تعلیم اس طرح سماج کو بنانے کی تعلیم دیتی ہے یہ ہمارا سماج ہے یہ نبی کریم کا دیا ہوا سماج ہے کہ کسی کے گھر میں لڑکی پیدا ہو۔ تو وہ جنت کا حقدار ہے۔ یہ اونچا مقام دیا ہے۔ اور یہی سماج ہے جس میں لڑکی کو مال و دولت کا مالک بنایا گیا ہے۔ جس کے اوپر شوہر کو بھی تصرف کرنے کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ اور لڑکی کے اوپر بیوی کے اوپر کوئی خرچ کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی اور پوری ملکیت اس کو دے دی گئی۔ شوہر کو اسمیں حق تصرف بھی نہیں دیا گیا کلام پاک کے اندر ارشاد ہے "لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ" (النساء: ۳۰) مرد جو کمائے وہ انکا ہے اور عورت جو کمائیگی وہ اس کا۔ عورت بھی کما سکتی ہے۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ عورت اگر کمانا چاہے تو اس کے اوپر کام نہ کرنے کی کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔ اور اس کی کمائی کو شوہر لے بھی نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ اس کی کمائی کو اپنے گھر کے اوپر خرچ کرنے کی کوئی ذمہ داری شرعی نقطہ نظر سے نہیں ہے۔ شوہر کے ذمہ ہے کہ وہ اپنی کمائی کو جہاں چاہے جیسے چاہے تصرف کرے۔

بھلا وہ سماج ہے۔ جس کے بارے میں کلام پاک یہ کہتا ہے کہ لڑکیوں کو ویسے ہی وراثت کے اندر حق ہے جیسے لڑکوں کا وراثت کے اندر حق ہوتا ہے۔ یہی سماج ہے یہی اسلام ہے کہ ان لڑکیوں کو وارث بنایا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کے بارے میں سوچا جاتا ہے کہ انکی شادی کیسے ہو۔ اور آج کے سماج نے اس کو اتنا زیادہ پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اسلام نے اس کو آسان کر دیا ہے آسان کر کے آپ کے سماج کو پرسکون بنا دیا ہے اتنا سکون کہ مسلمان اگر ہندو سماج کے اور مشرکانہ سماج سے عادت نہ پکڑیں تو ان کے لئے راحت ہی راحت اور سکون ہی سکون ہے۔ ان کے گھر میں کتنی ہی لڑکیاں پیدا ہو جائیں اس کو کبھی نہیں سوچنا پڑے گا کہ شادی کیسے ہو گی۔ مال و دولت کہاں سے آئیگا۔ اب آپ دیکھئے کہ لڑکی کی شادی کے سلسلے میں یہ جہیز کی رسم ہے اور لڑکی کی ولادت ہوتے ہی انسان کے اوپر ایک بوجھ ہو جاتا ہے کہ میں کہاں سے کما کر لاؤنگا۔ اور ہندو سماج اسی کے اندر تباہ



ہو رہا ہے۔ ابھی ہمارا سماج اس حالت تک نہیں پہنچا ہے لیکن ہندو سماج اس حالت تک پہونچ گیا ہے۔ اسلام نے کہا کہ دونوں طرف سے سادگی سے شادی ہونی چاہئے۔ اور مہر کی ادائیگی کی طاقت جس کے پاس ہو وہ دے دے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ نبی کریمؐ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا تھا۔ اور جہیز کے نام پر ایک ایک لاکھ دو دو لاکھ روپیہ جن لوگوں کے پاس روپیہ ہے ایک ایک لاکھ دو دو لاکھ کا سامان دے کر کے خوب نیکی کماتے ہیں شہرت ملے فلاں نے اتنا دیا۔ فلاں نے اتنا دیا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کو جہیز دیا گیا وہ نہیں سمجھے کہ اس کی تاریخ کیا ہے۔ اس کی تاریخ یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہ کی شادی ہوئی۔ حضرت علیؓ پانچ چھ سال کی عمر ہی کے تھے تبھی سے آپؐ کی پرورش میں تھے۔ انکے پاس کوئی مکان نہیں تھا۔ کوئی جگہ نہیں تھی۔ اسی گھر میں رہتے تھے۔ اسی گھر میں پلے۔ اور جب شادی کے لائق ہوئے۔ تو شادی کیا تو اب کہاں جائیں۔ تو ایک انصاری نے مکان میں سے ایک مکان اپنا خالی کر دیا۔ کچھ تھا نہیں۔ سامان تو چاہئے ایک چارپائی دے دیا۔ ایک گھڑا دے دیا ایک چٹائی دے دیا۔ اور گدا وہ بھی روئی کا نہیں، روئی کہاں تھی ان دنوں اس میں کھجور کی پتیاں باندھکر کے چمڑے کا ایک گدا بنا دیا۔ تو جس کو مثال میں پیش کرتے ہیں اسلامی نقطہ نظر سے جو جہیز مناسب ہے نا جائز یا حرام نہیں ہے دو دیتے لیکن اسکا جو ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ اس کا جو طریقہ مسلمانوں کے اندر رائج کیا گیا یہ نہایت غلط ہے۔ اور یہ ہندو سماج کا ہے اور یہ جہیز جس کی بنا پر لڑکیوں کو بار سمجھا گیا۔ انکے اوپر تھوڑی بھی توجہ آپ کریں تو اصلاح ہو سکتی ہے۔ یہ تو حضرت فاطمہؓ کے جہیز کے نام پر ان لوگوں نے شروع کر دیا کہ چاہے طاقت ہو یا نہ ہو۔ لیکن سوچتے یہ ہیں کہ پڑوس میں فلاں نے اپنی لڑکی کو اتنا دیا اور میں اتنا ہی دوں گا تو میری ناک کٹ جائیگی۔ اب رہے یا نہ رہے۔ کہیں سے بھی دیجئے کچھ بھی کرے بھوکا مر جائے۔ کہیں سے ڈھونڈ کے لائے۔ لے دے کے کچھ سماج کے برابر تو ہو۔ اسکی ناک کٹنے سے بچ جائے۔ تو یہ تمام چیزیں آ جاتی ہیں۔ اس کے اندر بڑے لوگوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے دولت سے نوازا ہے۔ انکو چاہئے کہ وہ سادگی اختیار کریں۔ اور کچھ دنوں

کے بعد چاہیں تو اپنی لڑکی کو لاکھوں کا سامان دے دیں۔ اور اپنی استطاعت کے مطابق زندگی بھر دیتے رہیں۔ کون روکتا ہے لیکن شادی کے موقع پر اگر آپ سادگی اختیار کریں گے۔ تو دھیرے دھیرے آپ سب لوگوں کو اس کا فائدہ ملے گا۔ ہمارا پورا سماج بہتر ہوگا۔ اور لڑکی جو کمزور سمجھی جاتی ہے۔ اس کی زندگی عافیت کی زندگی ہوگی ورنہ ہوتا یہ ہے کہ ماں باپ کے اوپر بوجھ ہوتا ہے۔ کہ کہاں سے لائیں گے۔ اور لڑکی کے اوپر بوجھ ہوتا ہے کہ باپ پریشان ہیں۔ وہ سوچتی ہے کہ آپ کہاں سے لائیں گے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ ہندو سماج اسی کے پیچھے کتنا برباد ہے۔ کانپور میں ابھی چند سال پہلے کا واقعہ ہے۔ دو بہنوں کی شادی نہیں لگ رہی تھی۔ باپ پریشان تھا کہیں جا کٹ جاتی۔ اس لیے کہ وہ تلک نہیں دے سکتا تھا۔ لڑکیوں نے یہ ماجرا دیکھا تو کمرے کے اندر گردن میں پھندہ ڈال کر کے دونوں نے ایک ساتھ خودکشی کر لی۔ تو کیا مسلمان بھائیو یہی ہندو سماج آپ بھی اختیار کرنا چاہتے ہیں کتاب وسنت آپکو ترک کر دینا ہو۔ تو پھر یہ آپ اختیار کیجیے۔ لیکن ہماری اسلامی تعلیمات ایسی ہیں۔ کہ ان تعلیمات کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے مسلمان باوجود اس کے کہ بے عمل ہیں۔ کمزور عمل کے ہیں۔ لیکن تعلیمات کا اثر تو ہوتا ہے۔ ہمارا سماج ان گندگیوں سے بچا ہوا ہے۔ اور ان گندگیوں میں مبتلا نہیں ہے۔ خرابیاں ہیں۔ اور بڑھ رہی ہیں۔ لیکن اس حد تک نہیں پہنچی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اور قرآن پاک کے اندر بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ جو آدمی اپنے آپ اپنی جان مار ڈالے وہ جہنم میں جائیگا۔ تو اس لیے مسلمانوں میں خودکشی نہیں ہے۔ اور چاہے کسی لڑکی کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ کسی لڑکے کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ خودکشی کا ارادہ مسلمان نہیں کرتا لیکن ہندو سماج میں یا اخلاق نہ ہونے کی وجہ سے روزانہ خودکشیاں ہوتی ہیں۔ اور شادی کے معاملے میں خودکشی ہوتی ہیں تو یہ چیزیں جو ہندو سماج سے آئی ہیں۔ یا جو غلط رسم و رواج آئے ہیں ان سے بچنے کی بہت سخت ضرورت ہے۔ ہم لوگوں کو۔ کیونکہ ہمیں اسلامی سماج بنانا ہے اور اسلامی طریقے سے ہم کو اپنی زندگی بسر کرنا ہے اپنے سماج کو ایک بہتر سماج بنانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ میں آپ سب لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اس بات کو اپنے ذہن میں ضرور رکھئے کہ اسلام کے نزدیک دین و دنیا دو نہیں ہیں۔ اس کو ضرور



یاد رکھئے اسلام کے نزدیک دین و سیاست دو نہیں ہیں۔ ایک بہت مشہور حدیث ہے جس کو میں سیاست کے بارے میں بیان کرتا ہوں کہا گیا ہے "السلطان ظل اللہ من اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اهانه اهانه اللہ" دنیا کا اقتدار خدا کی نعمت ہے۔ جو اس کی ناقدری کریگا خدا اس کو بے قدر کر دیگا۔ جو اس کی اہمیت سمجھے گا۔ خدا اس کو عزت دے گا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ تمام چیزیں شیطانی چیزیں ہیں۔ ہم کو تو نماز پڑھنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تو وہ دین و دنیا کو دو بنا رہے ہیں۔ اور اس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے اس وجہ سے دین و دنیا ایک، دین و سیاست ایک، ایک بات تو یہ اور دوسری یہ تو میں نے خاندان اور سماج کے بارے میں بتایا تو دوسرا ملت کے بارے میں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "تری المومنین فی تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی" (متفق علیہ) فرماتے ہیں تمام مسلمان ایک بدن، ایک جسم ہیں۔ جسم کے کسی عضو میں ذرا سا گھاؤ لگتا ہے۔ تو پورے بدن میں بخار ہوتا ہے۔ پورے بدن میں درد اور ٹیس اٹھتی ہے اور رات میں نیند نہیں آتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک مسلمان کو کہیں بھی ٹھیس لگے۔ چاہے وہ امریکہ میں ہو لندن میں ہو، پاکستان میں ہو۔ تکلیف تمام مسلمانوں کو ہوتی ہے اور ہونا چاہئے۔ یہ ہمارا ملت کا معاملہ ہے۔ لیکن دوسری طرف ملت کا حال دیکھئے۔ سب لوگ ایک دوسرے کے خلاف اتحاد کی بات کہیں گے۔ کوئی بھی عالم، مولانا، لیڈر، قائد کھڑے ہوں گے تو کہیں گے بڑا اختلاف ہے مسلمانوں کو ایک ہونا چاہئے۔ لیکن اسے جب کرنا ہو تو خود پیچھے ہٹ جائیں گے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم تو بہت اچھے ہیں متحد ہیں دوسرے سب گڑبڑی کرتے ہیں یہ سبب ہے ملت کے انتشار کا۔ "المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا ثم شبك بين اصابعه" (متفق علیہ) نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے دیوار کی طرح ہوتا ہے گویا دیوار ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہے۔ اسی طرح سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو مضبوط کرتا ہے

آپ دیکھئے دیوار جو ہوتی ہے۔ اس میں ہزاروں اینٹیں ہوتی ہیں۔ اور ہزاروں اینٹ جس
دیوار بنتی ہے۔ تو ہر اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے۔ ورنہ دیوار گر جائے۔ تو اس
میں ہزاروں اینٹیں مل کر دیوار بنی ہے۔ ہر اینٹ ایک دوسرے کو مدد دے رہی ہے سہارا
دے رہی ہے تب وہ دیوار کھڑی ہوتی ہے۔ تو ہر مسلمان ایک مسلمان کیلئے دیوار ہے
اپنے سماج کو بنیان مرصوص ٹھوس مکان ٹھوس دیوار بنائے۔ چنانچہ بیماریاں ہمارے سماج کے
اندر ملت کے اندر گھر کے اندر باہر ہر طرف ہیں ان سب چیزوں پر بہت خصوصیت کے
ساتھ توجہ دینا چاہئے مسلمان بھائیو صرف دعوی کرنے سے کچھ ہونا نہیں کر کے
دکھاؤ۔ دنیا اس کو تسلیم کرے گی۔ اللہ تعالی قرآن کے اندر فرماتا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا
لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (الصف: ۲، ۳)
مسلمانو! اپنی زبان سے وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ جو کہتے ہو کرو۔ زبان سے کہو اور کرو نہیں اللہ تعالی
بہت ناراض ہوگا تم لوگوں سے یہ کس لئے کہا گیا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ ہمارا قول و عمل ایک
ہو۔ جو کچھ کہیں کر کے دکھائیں۔ تو ملت اسلامیہ اس راہ سے ہٹ گئی ہے۔ جو کچھ کہیں وہ کریں
بھی
سماج کے بارے میں اور تمام چیزوں کے بارے
میں قرآن پاک کے اندر جو ہدایات دی گئی ہیں۔ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے
دنیا میں کوئی مقام پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ اور ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں
دنیا کے اندر مسلمان ذلیل ہے۔ اس کا کیا نسخہ ہونا چاہئے۔ تو نسخہ تو موجود ہے اس کو
برتنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ ہمارا حال اس مریض کا سا ہے۔ جو حکیم صاحب کے یہاں
جا کے نسخہ لکھواتا ہے۔ اور اس نسخہ کو بجائے اس کے کہ وہ اس کے مطابق دوا لاکر پئے اس
کو رٹتا ہے تلاوت کرتا۔ اور پڑھتا ہے یہ حال مسلمانوں کا ہے۔ کلام پاک نسخہ ہے اس میں
کیا لکھا ہے کیا لینا ہے اور کیا کرنا ہے۔ اس کو پڑھتا ہے۔ تلاوت کرتا ہے لیکن اس کے مطابق
عمل نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ تو نسخہ ہے اس کے مطابق کرنے سے فائدہ ہوگا
پڑھنے سے فائدہ نہیں ہوگا۔ پڑھنے کا ثواب تو اس کو ضرور ہوگا۔ جب آپ کریں گے۔ اور بغیر
کئے ہوئے پڑھیں گے۔ تو کیا اللہ تعالی اس سے ناراض نہیں ہوگا۔ بھائی میں نے اسے اس



اس لئے بھیجا نہیں تھا کہ اس کو طوطے کی طرح سے رٹتے جاؤ اور عمل اس کے
خلاف ہو بھلا کیسے فائدہ ہو۔ تو ایسے مریض کی مانند ہماری ملت ہے۔ تو اس کو چاہئے
کہ اس مریض کا طریقہ اپنائے۔ جو اعتقاد بھی رکھے اپنی کتاب پر اس کا نسخہ لائے۔ بازار سے
خریدے۔ اور جو پرہیز بتائے اس سے پرہیز کرے نہیں تو فائدہ نہیں ہوگا اسی طرح سے
یہ احکام ہیں۔ اس پر عمل کیجئے اور اس کا پرہیز کیجئے۔ تو وہ نسخہ فائدہ ہو جائیگا۔ تو آپ
دنیا کے اندر باعزت ہوں گے اللہ تعالی نے سورہ الحدید کے اندر فرمایا ہے۔ سورہ منافقون
کے اندر فرمایا ہے "للہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقون لا یعلمون"
(المنافقون: ۸) عزت اور قوت و طاقت تو اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے رسول کے لئے ہے
اور مسلمانوں کیلئے ہے "ولکن المنافقون لا یعلمون" یہ لیکن جو منافق لوگ ہیں۔ اس حقیقت
کو نہیں سمجھتے ہیں۔ تو معلوم یہ ہوا کہ مسلمانوں کے لئے بھی عزت ہے اللہ تعالی نے مسلمانوں کیلئے
عزت بنائی۔ دنیا میں باعزت رہا ہے۔ ایک ہندوستان کے اندر جو سو سال سے ذلیل ہوا ہے۔
مختلف اسباب کی بنا پر۔ اور ان اسباب میں جانا میرے عنوان سے الگ ہے۔ دیکھو اسکو بھی
بتاتا ہوں کہ وہ کیوں ذلیل ہو رہا ہے۔ کیوں پریشان حال ہے۔ تو مسلمانوں کو یہ آنا جانے کی ہی جو
میں نے ابھی بتایا ہے کہ دنیا بھی بناؤ۔ اور آخرت بھی بناؤ دین بھی بناؤ۔ دنیا بھی بناؤ کیونکہ کوئی مذہب
یہ بتاتا ہے یہ نسخہ بہت اچھے حکیم کا نسخہ ہے۔ یہ رحمۃ للعالمین کا نسخہ ہے جنکے بارے میں یہ کہا گیا
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء: ۱۰۷)
اس نسخے پر عمل کرنے سے تمام بیماریاں دور ہوں گی۔ اور اس طرح سے مسلمان دنیا
کے اندر باعزت ہوگا۔ اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ تو اس موقع پر میں یہ جو ہدایت اور جو کچھ
باتیں۔ کلام پاک سے اور حدیث کی روشنی میں بیان کر سکتا تھا وہ میں نے بیان کرنے کی کوشش کی۔
لیکن میں نے وقت زیادہ لے لیا لیکن سوچا کہ کچھ صد شیں ہیں اسکو پیش کر دوں۔ آپ سننا بھی چاہتے ہیں
تو اسکو سنا بھی دینا چاہئے۔ آپکا دل بھی متوجہ تھا تو میں نے وقت زیادہ لے لیا اب میں معذرت چاہتا
ہوں۔ اور ان ہی تمام چیزوں پر اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ مسلم سماج بہتر سماج بنے تاکہ ہم لوگ
اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور زندگی باعزت ہو۔ اور ہمارے پڑوسی برادران بھی اسکو دیکھکر اسلام
کو سمجھیں۔

# تعلیم اور اصلاح معاشرہ

خطاب عام
بتاریخ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء
بعد نماز عشاء

محمد اعظم جنگ فلاحی
صدر طلبہ یونین
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

بعد حمد و صلوٰۃ

محترم صدر جلسہ مہمان گرامی عزت مآب اساتذہ کرام محترم برادران فلاح عزیز طلبہ ساتھیو و طالبات بہنو! پیارے دوستو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم ہیں پروانے ترے شمع ضیا بار فلاح
ہے ہمالہ سے بھی اونچا میرا مینار فلاح

آج کی شب انجمن طلبہ قدیم کے پانچویں اجلاس عام میں اختتامی نشست کے موقع پر آپ سے مجھے کچھ گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے اس وقت ہم سب سے پہلے اللہ رب العالمین کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں یہاں اکٹھا ہونے اور اس تین روزہ اجلاس میں اکٹھا ہو کر اس کی قیمتی باتوں سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمایا آج کی شب میں کبھی نہیں بھول سکتا ہوں دوستو اس موقع پر بدقسمتی سے ہمارے بیچ وہ نامور ہستیاں نہیں ہیں جنہوں نے ہندوستان میں اس شمع کو جلانے کیلئے اپنی پوری زندگیاں کھپا دی تھیں وہ اس دار فانی سے کوچ کر گئیں محترم مولانا افضل حسین صاحب محترم مولانا ابواللیث صاحب ان شخصیتوں کا اس ادارے سے گہرا تعلق تھا۔ ہم انکے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ خداوند قدوس انکی قبروں کو نور سے بھر دے۔ انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اس موقع پر آپ سب کی تشریف آوری اور تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اپنی جانب سے اور اپنے سب آنے والے ساتھیوں کی جانب سے آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں مرحبا صد مرحبا خوش آمدید۔

حاضرین کرام! ملک میں سیاسی کانفرنسوں ادبی نشستوں اور مختلف



لوگوں کی کمی نہیں ہے لیکن فلاح میں منعقد ہونے والا یہ کل ہند سمینار اپنی حیثیت آپ مثال ہے آپ تین دن سے محسوس کر رہے ہوں گے کہ اولڈ بوائز کا یہ سمینار جہاں کسی قسم کے چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں، کسی امیر غریب کی کوئی تفریق نہیں، کسی سے گلہ اور شکایت بھی ہے تو بے زبان سے اس کا اظہار ہوتا ہے اور پھر باہم گلے مل جایا جاتا ہے ہم اپنی ان تمام تلخیوں کو جو فانی زندگی میں در آتی ہیں بھول کر کے یہاں اکٹھا ہوا کرتے ہیں، مختلف موضوعات پر اظہار خیال کرتے ہیں اور اپنی اس مادر درس گاہ کو جہاں سے ہم نے دودھ پیا ہے جہاں سے ہمارا روحانی رشتہ ہے جہاں سے ہمارا ایک اخلاقی رشتہ ہے جہاں سے ہمیں ایسی الفت ہے جو واقعی کسی ماں سے ہوتی ہے ماں دودھ پلاتی ہے اس سے جو رشتہ ہوتا ہے وہ صرف خونی رشتہ ہوتا ہے، لیکن اس ادارے سے ہمارا رشتہ کبھی نہ ختم ہونے والا رشتہ ہے کبھی نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے یہ وہ رشتہ ہے جو صرف اس دنیا کیلئے نہیں اس کے بعد آنے والی زندگی آخرت میں بھی جوڑ ہوا ہے۔ اے کاش ہمارے اس رشتہ میں زیادتی ہوتی جائے اس میں پڑھنے والے طلبہ آسمان کی بلندیوں کو چھوتے چلے جائیں

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

حضرات! ایک ایسا ادارہ ایک ایسی ماں، ایک ایسی تعلیم گاہ جس نے ہم کو بولنا سکھایا جس نے ہمکو بولنا سکھایا جس نے ہم کو ملنا سکھایا جس نے ہم کو پڑھنا سکھایا جس نے ہم کو ملنا سکھایا جس نے اس سرزمین پر باعزت زندگی گذارنے کا سلیقہ سکھایا مبارکباد ہے یہ ماں مبارکبادی کے مستحق ہیں وہ اساتذہ کرام جو اس وقت ہماری ایک ایک حرکت پر بھی تنبیہ کیا کرتے تھے۔ کہ آج وہ باتیں ہماری زندگی کے لئے ایک نمونہ عمل بن کر رہ گئی ہیں اے کاش کہ ہمارے یہاں کے طلبہ یہاں کے فارغ طلبہ ملک کی تعمیر اور ملت کے روشن مستقبل کی ضمانت دے سکیں اور ہمیں اس وقت جو چیلنج ہے اس کا مقابلہ کر سکیں اس وقت خاص طور سے تعلیم اور اصلاح معاشرہ

کے تعلق سے چند منٹوں میں مجھے آپ کے سامنے اظہار خیال کرنا ہے موجودہ تعلیم اور معاشرے کے خرابیوں کے متعلق علامہ اقبال نے ایک بار فرمایا تھا کہ

خوش تو ہم بھی ہیں جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

اس وقت ہمارے معاشرے کی جو صورت حال ہے جب ایک نظر اٹھا کر ہم سماج کی طرف دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ معاشرہ کافی ترقی کر گیا ہے چمچاتی ہوئی گاڑیاں جب سڑک پر دوڑتی ہوئی گذر جاتی ہیں فضا میں اڑتے ہوئے جہاز نظر آتے ہیں سمندر میں تیرتی ہوئی کشتیاں نظر آتی ہیں مختلف شہروں میں بلند و بالا عمارتیں نظر آتی ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ واقعی یہ دنیا اکیسویں صدی میں جا رہی ہے اور ہم نے بہت ترقی کر لی لیکن ان تمام ترقیوں کے ساتھ ساتھ جو اس ملک کو اکیسویں صدی میں لے جانے کیلئے [illegible] صرف اتنی [illegible] کائنات کی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانیت [illegible] اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے [illegible] ملک کے سیاسی حکمران [illegible] ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کائنات تو بہت ترقی کر گئی لیکن انسانیت [illegible] اس صورت حال میں اس شعر کو پڑھنے کا جی چاہتا ہے

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

یہ واقعہ ہے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس حقیقت کو جھٹلانے والا حقیقت کا مطالعہ نہیں کرتا کہ آج سماج برائیوں کی جس انتہا کو پہونچا ہوا ہے شاید سماج ہی



اس سے زیادہ برائیاں کبھی نہیں تھیں کون نہیں جانتا کہ انسانیت درد و الم کے جن حالات سے دوچار ہے آپ بھی دیکھتے ہیں ہم بھی دیکھتے ہیں کہ معاشرے میں اس سے پہلے یہ وقت کبھی آیا ہوگا؟ ہم نے اپنی نگاہوں سے دیکھا ممکن ہے کہ آپ اپنے اس علاقے میں کوئی ایسی خراب صورت حال کے پیش آنے سے واقف نہ ہوں ہم نے دیکھا علی گڑھ میں جب فساد ہوا تین دن کے کرفیو کے بعد دو چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے بلکتے ہوئے باہر نکلے شاید انکی ماں نے بھیجا ہوگا کہ سائیڈ کی کسی دوکان سے دودھ لے آؤ چھوٹے چھوٹے بچے سات اور نو سال کے بیچ انکی عمر رہی ہوگی۔ دس منٹ کے بعد جب وہ بچے واپس نہیں لوٹے تو ماں پریشان ہوئی ایک گھنٹے کے بعد اسکی ماں کو اطلاع ملتی ہے کہ تمہارے بچوں کو دودھ لینے جانے کی جرم میں مٹی کا تیل چھڑک کر کے آگ لگا کر جلا دیا گیا۔ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے ان بچوں کو دفن کیا ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے قبرستان میں لا کے ان بچوں کو دفنایا۔ اس سے خراب صورتحال اس سے سنگین صورت حال سماج میں کبھی نہ پیدا ہوئی ہوگی۔ اور اتنے بڑے ظالم بھی نہ رہے ہونگے جو نہ ہندو کو دیکھتے نہ مسلمان کو دیکھتے نہ عیسائی کو دیکھتے نہ کسی اور شخص کو دیکھتے ہیں نہ جوان کو دیکھتے نہ بوڑھے کو دیکھتے ہیں نہ عورت کو دیکھتے نہ بچہ کو دیکھتے ہیں جس کا چاہیں سر قلم کر دیں انکو ہر چیز کی اجازت ہے اس ماں کا کیا قصور تھا ان بچوں کو کون جانتا تھا یہ مسلمان ہیں یا ہندو، صرف یہی پہچان تھی کہ وہ ایک مسلم گھر سے نکلے ہیں یا دودھ لینے نکلے اور فرقہ پرستوں نے انکو ختم کر دیا۔ اس صورت حال میں جب سماج پہونچ جائے معاشرہ پہنچ جائے اس سے دردناک مثالیں ہیں یہ تو وہ مثالیں ہیں جس کو میں نے اپنے آنکھ سے دیکھیں ہیں اس سے بھی دردناک مثالیں ہیں ایک نہیں ایک ہزار مثالیں موجود ہیں آج کے اس سماج میں جہاں اونچ نیچ چھوت چھات اور جہیز کے نام پر کیا نہیں ہوتا کتنی دلہنیں سہاگ رات سے پہلے دفن کر دی جاتی ہیں کتنی بیٹیاں شادی میں جہیز کے نام پر اپنی جوانی کے محل کو مسمار کر دیتی ہیں کتنے جوان جہیز کی لعنت کے نام پر سماج پر بوجھ بن گئے ہیں کتنے بچے تعلیم گاہیں نہ ہونے کی وجہ

جاہل رہ جاتے ہیں اور کیا یہ صورتحال نہیں ہے کہ آج عدل و انصاف کا بھکاری [illegible]
نکلتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا، برائی پر تحریر کرنے والا شخص باہر نکلتا ہے کوئی اس [illegible]
کرنیوالا نہیں ہوتا۔ وہ تو ایمان کا تیسرا درجہ ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ برائی [illegible]
دل سے برا سمجھو۔ میں بعد میں بتاؤں گا کہ انقلاب کون لوگ لایا کرتے ہیں وہ کون [illegible]
معلوم ہوتے ہیں آج تو صورتحال یہ ہے کہ ایمان کے اس تیسرے درجے کو پانے والے لوگ
بھی کم سے کم تر ہوتے جا رہے ہیں۔

حضرات! جب معاشرہ اس صورت حال پر پہونچ جائے جب سماج [illegible]
زمام قیادت کچھ ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں میں دے دی جائے تو آپ بتائیے آپ [illegible]
کہ اس صورت حال کی ذمہ داری کن لوگوں پر عائد ہوتی ہے اس سے بڑی بد [illegible]
کیا ہوگی ہمارے سماج کی آپ غور کریں گے کہ وہ لوگ جو اس وقت ملک کے حکمراں [illegible]
ریاستی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں سماج کے بچوں کو مزید بگاڑنے اور ا[illegible]
اندر نفرت کے زہر گھولنے کیلئے کیا کیا سازشیں بنا کر رہے ہیں کیا ضرورت تھی
سنہ ۱۹۷۵ء میں جس کتاب پر پابندی لگادی گئی، آج کیوں اسے شامل نصاب کیا جا[illegible]
کون سی ضرورت تھی کہ مسلم حکمرانوں کے نام تاریخ سے مٹا کر کے آر. ایس. ایس. جیسی [illegible]
تنظیم کے معماروں کے نام ملک کی تاریخ کے معماروں کی حیثیت سے لیا جائے، کون سی
ضرورت تھی کہ متنازعہ ایریا جسے ہم بابری مسجد کے نام سے جانتے ہیں چند فرقہ پرس[illegible]
رام جنم بھومی کے نام سے جانتے ہیں ایسی غلط تاریخ کو اس وقت تاریخ کی کتابوں [illegible]
شامل کیا جائے، اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے ذہن کو جو فی الحقیقت نہ مسلمان ہوتے ہیں
نہ ہندو ہوتے ہیں انکے ذہنوں کو گمراہ کیا جائے۔ ملک کے حکمراں سماج کو ا[illegible]
سوسائٹی کو خراب کرنے اور معاشرے کو مختلف سمتوں پر لے جانے والے ڈیوائڈ اینڈ رول
کی پالیسی کو اختیار کرنے، اور سماج میں زہر کی فضا کو گرم کرنے کیلئے جب خود ہی تیار ہو[illegible]
تو آپ ہی بتائیے کہ سماج کا کیا ہوگا، آپ سے سمینار کے مقالوں کے بیچ کہا گیا تھا مدھیہ [illegible]
کی ایک کتاب جو ریاضی میں پڑھائی جانے لگی ہے اس میں ایک سوال یہ رکھ دیا گیا ہے کہ [illegible]



[illegible] ہوں اتنی گھنٹے میں بابری مسجد کو ایک دن میں ڈھا سکتے ہیں تو ۲۱ [illegible]
[illegible] کام کرکے کتنے دنوں میں بابری مسجد کو ڈھا دیں گے آپ محسوس کریں گے
[illegible] ہے آپ کے کون جواب دے گا اس سوال کا کون فرقہ پرست جواب دیگا کون
[illegible] جواب دیگا اس سوال کا کون سا وزیر عملی جواب دیگا اس سوال کا اگر ملک چاہتا تاریخ نے اپنے
[illegible]! ہندوستان میں ایک بار پھر تقسیم عمل میں آئی خدانخواستہ تو اس کی ذمہ داری
[illegible] ہاتھوں پر ہوگی، ان مسلمانوں کے ہاتھوں پر جو آج تک پچھتتے رہے
[illegible] ہیں عدالت سے انصاف چاہئے، یا ان فرقہ پرستوں کے ہاتھوں پر جو ملک کو تقسیم
[illegible] کے لئے ایک ایسی شاہراہ سے چلتے ہوئے ہیں جو لانا ملک کو بانٹ کرکے رکھ دے
[illegible] پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کون جواب دے گا اس سوال کا، اس کا جواب
[illegible]، اور اگر اس کا جواب دینے کی طاقت نہیں ہے، تو ہم پھر ببانگ دہل ان
[illegible] پرستوں سے کہتے ہیں کہ ہٹ جاؤ میدان سے، زمام قیادت ان لوگوں کے ہاتھوں
[illegible] سونپ دو جو آج بھی یہ اعلان کرتے ہیں کہ کسی کافر کو کافر مت کہو، کسی غیر اللہ
[illegible] پوجا کرنے والے کو کافر نہ کہو اس لئے کہ تمہارے لئے یہ جرم ہے۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ
[illegible] مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔ (سورۃ الانعام آیت ۱۰۸ پ ۷)
[illegible] بزرگو! سماج کو منتشر کرنے، سوسائٹی میں بگاڑ پیدا کرنے، اور ملک کو فرقہ پرستی کی طرف
[illegible] جانے، اور معاشرے کو مختلف خرابیوں سے دوچار کرنے کیلئے اس وقت جو ہم یہ [illegible]
[illegible] ہے، میں سمجھتا ہوں کہ آپ اور ہمارے یہاں کے یہ طلبہ و اساتذہ کرام بخوبی واقف
[illegible] اس وقت ہندی ہندو ہندوستان کا نعرہ پورے ملک میں گرم ہے، خاص طور سے
[illegible] بی جے پی کے ریاستوں کے چار وزرائے تعلیم نے ایک میٹنگ کرکے یہ طے کیا ہے کہ تعلیمی
[illegible] نظام کو کیسے چینج Change کیا جائے۔ یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی بھی قوم کی ترقی اور
[illegible] کا پیمانہ اس قوم کے بچوں کی تعلیم کے مطابق ہوتا ہے، اگر تعلیم کسی قوم سے چھین لی جائے
[illegible] نظام کو کسی قوم سے دور کر دیا جائے، تو اس قوم کو تنزلی سے کوئی روک نہیں سکتا، یہ
[illegible] سب کہتے آئے ہیں ہم بھی کہتے ہیں، سر سید علیہ الرحمہ نے علی گڑھ تحریک

اینگلو کالج بنا کر مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کرا کر، دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنی تحریک کے ذریعہ، دارالعلوم دیوبند نے اپنی مذہبی قیادت کے ذریعہ اور اس کے بعد مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اور سب سے آگے بڑھ کر فی الحقیقت عملی طور پر ہمارے جامعۃ الفلاح نے یہ کام زیادہ انجام دیا ہے۔

عزیز ساتھیو! ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں اور ملک کو جس طور پر لوگ خراب کرنے پر آمادہ ہو چکے ہیں اس کے لئے ابھی بہت کچھ سوچنے کی ضرورت ہے

جو الٹ کر سکے ہو تو رخ موڑ دو زمانے کا
اگر طاقت نہیں اتنی تو پھر تم نوجواں کیوں ہو۔

آئیے ہم بتائیں آپ کو کہ معاشرے اور اس میں موجود خرابیوں کا ذمہ دار کون ہے اور وہ کون سی تعلیم ہے جو فی الحقیقت اس قوم کو بلندیوں پر لے جا سکتی ہے۔ اس سماج کو سدھار سکتی ہے اور وہ کون سے معمار ہیں جو سماج کے اندر مصلح کا کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔ سر سید علیہ الرحمہ نے کہا تھا کہ قوم کی ترقی اس وقت ممکن ہے بس ہمیں ایسے افراد پیدا کرنا چاہئے جو ایک ہاتھ میں نیچرل سائنس اور دوسرے ہاتھ میں فلسفہ اور سر پر کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا تاج رکھتے ہوں۔ آپ اس تعلیم کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر اپنے آپ کو تھوڑا سا پیچھے لے جائیں اور غور کریں آج کی اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے کہ کیسے معاشرہ بنتا ہے سماج کے اندر چینج کیسے آتا ہے سوسائٹی کے اندر نکھار کیسے آتا ہے اور سماج اچانک ایک دوسرے کا دشمن ہونے کے بعد بھی کس طرح سے ایک دوسرے کیلئے اپنی محبتیں نچھاور کر دیتا ہے ایسا انقلاب کیسے آتا ہے ایسا ایک انقلاب گذرا ہے آپ نظر ڈالیں تھوڑی دیر کیلئے آقائے دو عالم سردار مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جانب کہ کیسے حالات تھے اور کون سی تعلیم تھی کن شدید ترین حالات میں تن تنہا ایک شخصیت کھڑی ہوتی ہے اور دنیا کی ساری تحریکوں کو چیلنج دے کر کے، دنیا کے تمام تمدنوں کو چیلنج دے کر کے ان سے پکار



[illegible] کہتی ہے کہ "قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" کتنا شاندار پیغام تھا، اس [illegible] کیلئے کس آرزو اور کس حوصلے کی ضرورت تھی، اللہ کی تائید غیبی کی ضرورت تھی اور دل کے اندر مضبوط عقیدے اور ایمان کی ضرورت تھی، آپ غور کیجئے، اپنا بھی بازو [illegible] اور سردار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان سے اللہ کے مقدس کلمات کو سنئے "قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" صرف ایک جملہ، صرف ایک جملہ "قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" صداقت ہے ہی نہیں وہ دلائل کیسے لائیں گے، صداقت ہے ہی نہیں جانتے ہیں اللہ کے رسول، یاد ہے اللہ کے رسول کو کہ ایک ہزار سال تک یہ ریسرچ کرتے رہیں گے لیکن صداقت پیش نہیں کر سکتے۔ لہذا اگر یہ دلائل نہیں لا سکتے تو ہمیں سامنے کے [illegible] آج اس مقام پر کھڑے ہو کر کے قرآن مقدس کی تعلیم کو تھامنے کے بعد ہم بھی اگر دنیا میں یہ اعلان کر دیں کہ "قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" مجھے یقین ہے کہ [illegible] فلسفے جتنے ازم جتنے ادیان باطلہ اس سرزمین پر کام کر رہے ہیں، کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں، کسی کے پاس کوئی صداقت نہیں، شرط صرف یہ ہے کہ ہم جب بات کر رہے ہوں تو جذبات میں اتنا اثر ہو، خیالات میں اتنی بلندی ہو، کردار میں اتنی پاکیزگی ہو اور اللہ سے اتنا گہرا تعلق ہو کہ ہماری زبان سے جب یہ جملہ نکلے تو ایک ہزار مشرک ہماری زبان سے یہ جملہ نکلنے سے پہلے ہمارے قدموں کو چوم لیں کہ یقیناً تمہاری زبان کے اندر صداقت ہے، آج کون ہے اس طرح کہنے والا، آج تو ہمارے منہ سے بات بھی نہیں نکلتی، آج تو بھول گئے، آج تو [illegible] قصور معاف کیجئے۔

خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوب کی امت میں ہیں

واہ واہ خوار بھی ہیں بدکار بھی ہیں، ذلت میں بھی ڈوبے ہوئے ہیں، اور کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں، واہ واہ سب کچھ اور پھر بھی محبوب کے امتی، ایسا بھی ہوتا ہے محبوب کا امتی، ذلیل بھی ہو، خوار بھی ہو بدکار بھی نعوذ باللہ۔ اللہ کے رسول کا امتی ایک بار جب اپنی زبان سے اللہ اکبر کہتا ہے، تو ہزاروں مشرک اپنے راستوں کو چھوڑ کر کے واپس

چلے جاتے ہیں، اور کلمہ اس سرزمین پر بلند ہوتا ہے۔ چھوڑ دیجئے ان ساری باتوں کو، ایک
لمبی تعلیم ہے صرف ایک بات سنئے کیا حشر ہوتا ہوگا جب لوگ کہتے ہونگے (ایک مرتبہ حضرت
عائشہ رضی اللہ کے رسول ؐ سے فرمایا یا رسول اللہ حضرت صفیہؓ ایسی اور ایسی یعنی پستہ قد ہیں آپ
تصور کر لیں گے معمولی بات تھی آج کل کی عورتیں ایک سانس میں کتنی باتیں کہہ جاتی ہیں
خود ہماری مائیں اور بہنیں اللہ کی پناہ صرف اتنی بات کہہ دی اللہ کے رسول ؐ سے حضرت عائشہ
صدیقہ ؓ نے تو فرمایا اللہ کے رسول ؐ نے کہ اے عائشہ ؓ تم نے اتنا گندہ لفظ اپنے منھ سے نکالا
ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو سمندر کا سارا پانی گندہ ہو جائے۔ یہ ہے تعلیم
کہاں سے لاؤ گے اس تعلیم کو جس قوم کا مذہب نفرت کی بنیاد پر مشتمل ہو جس قوم کا مذہب
غیبت کی بنیاد پر مشتمل ہو، جس قوم کا مذہب لوگوں کو لڑانے اور کٹانے کی بنیاد پر مشتمل ہو کیا اس
قوم کے یہاں یہ تعلیم ہو سکتی ہے۔ یہ تعلیم صرف اور صرف بدقسمتی سے آج ہمارے پاس بھی
نہیں رہی ہے، ہماری کتابوں میں ہے، ہمارے سرمایہ میں محفوظ ہے ہماری زبان میں محفوظ
ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو باہر نکالا جائے۔ اس کو کتاب سے اپنے کردار کے
اندر لایا جائے۔ اور اس کے بعد ان لوگوں کو بتایا جائے کہ یہ ہے ہماری تعلیم۔ یہ فرمایا اللہ کے
حضور ؐ نے کہ وہ مسلمان جسکے زبان و ہاتھ سے مسلمان محفوظ نہ رہے وہ مومن نہیں ہو سکتا
کتنی بڑی بات ہے؟ بہت بڑی بات ہے۔ سوچتے جائیے۔ ریسرچ کرتے جائیے
تعلقات کو مضبوط کرتے جائیے۔ رشتوں کی استواری کا کام کرتے جائیے ہمارے یہاں
ہے صرف ایک حدیث لیتے جائیے اور اس کے بعد کتابوں کی کتابیں پڑھ ڈالیے ہمارا ایک
جملہ اللہ کے رسول ؐ کا زبان سے نکلا ہو مقدس جملہ دنیا کی ساری کتابیں ایک طرف
اور جملے کی سچائی اور صداقت ایک طرف۔ تاریخ دیکھ چکی ہے ایک بار اس منظر کو اس
نظارے کو کہ جب دنیا نے اس نظارے کو اختیار کیا اور اس منظر پر لبیک کہا تو ساری
دنیا ایک دوسرے کی دشمن ہونے کے بعد بھی جب مہاجر مکہ سے ہجرت کر کے مدینے چلے
گئے تو وہ لوگ جو ایک دوسرے کے ہزار ہا ہزار سال تک دشمن تھے ایسے بھائی بھائی ہو گئے
کہ لوگوں کو اپنی جائداد میں حصہ دار بنا لیا لوگ تعجب کرتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں، یہی



وہ لوگ ہیں جو اونٹ کی چراگاہ کے نام پر چالیس سال تک جھگڑے کیا کرتے تھے، بہی وہ
لوگ سمجھ میں نہیں آتا تھا لوگوں کو لیکن دیکھا دنیا کی نگاہوں نے اور اثر صرف اس چیز کا
تھا کہ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا" یہ آیت نازل ہوتی ہے اعتصام بحبل اللہ کی
تعلیم دی جاتی ہے اور دشمن ایک ساتھ بیٹھ کر کے ایسا منظر پیش کرتے ہیں

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
اور تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اس منظر کو پیش کیا اور اس تعلیم کا اثر تھا کہ دنیا میں زبردست تبدیلی آئی
دوستو اور ساتھیو! اس تعلیم کے کافی اثرات دنیا پر پڑے۔ اور جس کو مسلمانوں
نے بدقسمتی سے آج بھلا دیا لیکن صاحب ایمان یاد رکھا اسکے نتائج سے آج بھی پوری دنیا مستفید
اور معمور ہے بس اس وقت احادیث کا زیادہ تذکرہ نہ کرتے ہوئے قرآن کریم کی وہ آیت پڑھتا
ہوں جسمیں تعلیم کا براہ راست تعلق معاشرے سے جوڑا گیا ہے فرمایا "فلولا نفر من کل فرقۃ
منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون"
(سورۃ التوبہ آیت ۱۲۲) تم میں کچھ لوگ ایسے کیوں نہ ہوئے ہر گروہ میں سے ایسے لوگ ہونا چاہئے
تھے جو دین کا علم حاصل کرتے اور اپنی قوم کو ڈراتے تاکہ انکے اندر خوف خدا پیدا ہوتا یہ سماج
کے سدھار اور سوسائٹی کی تشکیل کیلئے تعلیم کے نفع قرآنی سے ملنے والا ثبوت ہے اسی طرح
ایک مقام پر یہ فرمایا کہ "ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" (سورہ زمر آیت ۹)
"ناخواندہ اور اہل علم برابر نہیں ہو سکتے" ایک مقام پر یہ فرمایا "والذین اوتوا العلم درجٰت"
(سورہ مجادلہ) اہل علم کے بڑے درجے ہیں" اسی طرح اللہ کے رسول ؐ نے تعلیم کی اہمیت بتاتے
ہوئے یہ فرمایا کہ "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" چاہے کتنی ہی دور جانا پڑے کتنی ہی
مشقتیں اٹھانا پڑے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ ظاہر ہے اس زمانے میں دور رہا ہوگا لیکن
علم حاصل کرو "اطلب العلم من المھد الی اللحد" گود سے گور تک علم حاصل کرو اسی

ایک نہیں سیکڑوں احادیث ہیں جو قوم کا تعلق تعلیم سے جوڑنے اور تعلیم کو براہ راست معاشرے پر منطبق کرنے کی اہمیت بتاتی ہیں خود قرآن کی پہلی وحی "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" (سورہ علق آیت ۱تا۵) یہ پانچ آیتیں آپ غور کریں گے اس وقت جب اللہ کے رسول ﷺ پر یہ آیتیں نازل ہو رہی ہوں گی کیا منظر رہا ہوگا۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے تعلیم کی اہمیت بتاتے ہوئے یہ فرمایا ان آیتوں میں دو مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے اور تین مرتبہ تعلیم کا ذکر ہے اور ایک مرتبہ قلم کا ذکر ہے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سماج کی اصلاح کیلئے جس رسول ﷺ پر سب سے پہلی ذمہ داری ڈالی گئی اس کو تعلیم کی کیا اہمیت بتائی گئی ہے۔ تو آج جب ہم مکلف ہیں اس بات کے کہ سماج کا سدھار کریں، جب ذمہ داری ہے ہمارے اوپر اس بات کی کہ ہم سوسائٹی کی تشکیل کریں، جب ذمہ داری ہم ہمارے اوپر اس بات کی کہ ہم اس دنیا کو جہنم بننے سے بچائیں اور جنت کا ایک نمونہ بنادیں تو آئیے ہم اور آپ عہد کریں کہ ہم اس مقام پہ کھڑے ہو کے اس فلاح کی چہار دیواری سے اپنے آپ کو تعلیم سے لیس کرنے کے بعد دنیا و جہاں میں نکل کر کے ہندوستان کے اس بگڑتے ہوئے معاشرہ کو جنت کا ایک نمونہ بنانے کی کوشش کریں

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ساتھیو! آج مجھے آپ سے یہ بھی عرض کرنا ہے، خاص طور سے ہماری تعلیم ہمارا نظریہ بڑی طاقت وقوت رکھتا ہے اس نظریے کے پاس وہ قوت ضرور ہے جو بڑے بڑے ازموں کا مقابلہ کر سکے اور ساتھیو! آپ آئیے اور طے کیجئے کہ ہم ایک مقصد لیکے اٹھیں گے اور نصب العین یہ ہوگا "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ" (سورہ الصف آیت ۹) انقلاب اور اس بڑی تبدیلی کے لئے، اور نصب العین کی تکمیل کے لئے ایثار و قربانی کا سبق اس آیت سے حاصل کریں گے "إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" (سورہ الانعام آیت ۱۶۲)



اور انقلاب کے راستے میں سماج کے سدھار کے راستے میں شہادت کی تمنا اس آیت سے اخذ کریں گے "إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" ہر میں اپنی کامیابی کا انشاء اللہ پختہ یقین ہوگا۔ مجھے اس مقام پر کھڑے ہو کے آج یہ بات ضرور عرض کرنی چاہیے کہ ہم اس ادارے کو واقعی ایک مثالی ادارہ بنادیں گے آپ کہ ہندوستان میں آج کے سماج میں آپکی ضرورت ہے سماج آپکی طرف نگاہ اٹھا کر کھڑا ہے سماج کا ایک ایک بچہ ہندوستان کا ایک ایک شہری آپکی راہیں تک رہا ہے آپکو شاید ہی معلوم ہو ہم جانتے ہیں تھوڑی سی بات ہم بھی بہت نہیں جانتے ہمارے طلبہ بھی جانتے ہوں گے کہ یہاں سے نکلنے کے بعد جن تعلیم کی میدان میں ضرورت ہے ہم یہاں اس تعلیم میں ایسے پختہ ہو کر نکلیں کہ باہر نکلنے کے بعد ہمیں فکری میدان میں عملی میدان میں کسی طریقے کی کوئی دشواری پیش نہ آئے اور مجھے اپنے اساتذہ کرام سے یہ بات ضرور کہنا ہے کہ یہاں طلبہ کی تربیت کیلئے ایسے دانشور ایسے مفکر اور ایسے سیاست داں رکھے جائیں جو یہاں کے طلبہ کو بہترین لیڈر، بہترین داعی اور بہترین مبلغ بنا سکیں۔ اس کے لئے کچھ کام کرنا پڑے گا۔ اس کیلئے ایسے اساتذہ ایسے معلمین، مشفق و محبوب مربی چاہئے جو طلبہ کو بیک وقت اپنے خلوص کے کرنوں سے اپنی علم کی روشنی سے مزین کر سکیں، طلبہ اور طالبات غیر درسی مطالعہ کا شوق رکھتی ہوں اور اساتذہ اور کتابوں کے ادب کو اپنے لئے ایک فرض سمجھتی ہوں اور سیاست کا اس طرح مطالعہ کرتے ہوں کہ درجے میں جب جائیں تو انکے چہروں بشروں سے خود اعتمادی جھلکتی ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ یہاں کی انتظامیہ اور یہاں کے اساتذہ اور یہاں کے طلبہ عالمی سطح پہ رونما ہونے والی تبدیلی اور معاشرے کی بدلتی ہوئی صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اصلاح معاشرہ کیلئے بیش قیمت کارآمد مواد فراہم کرنے کی کوشش کریں گے۔ آئیے آخر میں عہد کریں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک معاشرے میں عدل قائم ہو جائے اور ہم یہ کوشش کریں گے کہ سماج کے سدھار کے لئے اپنی قوت اور اپنے جذبے اور اپنے عزم پہ اعتماد کرتے ہوئے ہم یہ طے کر کے چلیں گے کہ انشاء اللہ سماج کی بدلتی ہوئی

قدروں کو ہم اس طرح کی اصلاح سے اس طرح کی صورتحال سے قریب کر دیں گے اور ہندوستان ہی کے نہیں دنیا بھر کے مسلمانوں کو ریگستان عرب سے لیکے ایران و چین تک کی ۹۵ کروڑ کی مسلم آبادیوں کو متحد کر کے انہیں ایک مقصد پر جمع کرنے کی کوشش کرینگے اور ایسی قوت فراہم کرینگے کہ سینکڑوں خدائی طاقتیں انکے سامنے بے کار ہو جائیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کاشغر

ساتھیو! ہم اس وقت اپنے وقت کے ختم ہونے کے باعث آخر میں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارا یہ ادارہ ایک سماج ہے ایک سوسائٹی ہے یہاں مختلف مقامات کے طلبہ تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ قرآن و سنت کے سائے میں پڑھنے والے والے یہ طلبہ اور انکو نکھارنے والے یہ اساتذۂ کرام جو عزم لیکر یہاں اٹھے ہیں جو ایک ادارہ لیکر کے اٹھے ہیں اس کیلئے جس حد تک ہم جد وجہد کر سکتے ہیں ہم کوشش کریں کہ وہ جد وجہد خود اپنے دست بازو سے بھی کریں اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے استعانت بھی چاہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم نے مخلص ہو کر کے سماج کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا قرآن حکیم سے تعلق باندھ کے انسانوں کی بگڑتی ہوئی تقدیر کو سدھارنے کی کوشش کی سماج کی تبدیلی پر نظر رکھ کر کے اپنے اندر وہ کردار پیدا کرنے کی کوشش کی جس نے اس سے پہلے اس سے خراب صورتحال کو اس سے خراب معاشرے کو بدل دیا ہے تو ہمیں آج بھی یقین ہے کہ اللہ کا وہ وعدہ جو برحق ہے کہ جب کوئی قوم اسکی راہ پر چلنا چاہتی ہے، جب کوئی قوم سماج کی سدھار کیلئے نکلتی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسکا ہاتھ پکڑتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو اللہ اسکا ہاتھ بن جاتا ہے جب ضرورت ہوتی ہے تو اللہ انکے عزائم کو بلند کرتا ہے لہذا میں اب اخیر میں اپنے ساتھیوں سے اپنے دوستوں سے ایک بار پھر یہ بات کہتے ہوئے کہ آپ عزم و ہمت سے کام لیں سماج کی بگڑتی ہوئی قدروں پر نظر رکھیں اور اپنے ارادوں کو مزید مستحکم کریں یہ کہتے ہوئے آپ سے رخصت ہوتا ہوں کہ

جہاں کفر کی بنیاد ڈھا دو — رسوم سطوت باطل مٹا دو
خدا کی اس زمیں پر جس جگہ بھی — چراغ کفر جلتا ہو بجھا دو



# جامعہ

## اصلها ثابت وفرعها في السماء

مولانا عبدالحسیب صاحب اصلاحی

[اجلاس کے دوسرے سیشن میں فارغین جامعہ کے تعارف کے بعد ایک مقالہ فارغین جامعہ ایک نظر میں پیش کیا گیا آخر میں استاذ گرامی مولینا عبدالحسیب صاحب اصلاحی نے اپنے کلمات سے نوازا۔ جو ذیل میں دیے جا رہے ہیں۔ مرتبین محمد حسن حبیب فلاحی صاحب]

آج اپنے درمیان اس مادر علمی میں فارغین جامعہ کو پاکر جو خوشی ہو رہی ہے آنکھوں کو سکون اور دل کو جو سرور حاصل ہو رہا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

حضرات! ہمارے لئے یہ فارغین جامعہ لائق صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے جامعہ سے فراغت کے بعد یہاں سے اپنا رشتہ نہیں توڑا، اپنے رشتے کو استوار رکھا، برقرار رکھا اپنے کو انجمن طلبہ قدیم کی شکل میں منظم کیا اور وقفہ وقفہ سے اپنے سالانہ کنونشن منعقد کرکے ہمارے لئے ایک ارتباط کا موقع فراہم کرتے رہے اسی سلسلے کی یہ ایک کڑی ہے کہ پانچواں دو سالہ اجلاس منعقد ہو رہا ہے اس کی یہ نشست ابھی خاصی طویل ہے جبکہ دو نشستوں پر مشتمل رہی ہے اس میں آپ نے محسوس کیا کہ یہ نشست ہمارے لئے کتنی اہمیت کی حامل رہی اب یہ اختتام پذیر ہونے جا رہی ہے اس میں آپکو مختلف مقررین اور مختلف رپورٹوں کے ذریعے سے جامعہ کے اغراض و مقاصد اور انجمن طلبۂ قدیم کے اغراض و مقاصد اپنے فارغین کا تعارف اور انکے اپنے اپنے میدان ہائے عمل میں انکی جو کچھ خدمات ہیں ان کا تعارف آپکو حاصل ہوا یہ بہت ہی بیش قیمت بات ہے اور بہت ہی اہمیت کی حامل ہے ہم اپنے فارغین کو اپنے درمیان ہی نہیں پا رہے ہیں بلکہ اس نشست کی بدولت اس کنونشن کی بدولت اس پروگرام کی بدولت ہمیں یہ معلوم کرکے دلی مسرت ہو رہی کہ وہ اپنے اپنے

میدانہائے عمل میں کیا خدمات انجام دے رہے ہیں، کس طرح سے سرگرم عمل ہیں یہ دیکھ کر کے ہمیں خوشی ہو رہی ہے کہ جن مقاصد کی خاطر ہم نے ان نونہالوں کو تیار کیا تھا انکی تعلیم و تربیت کی تھی اپنی جو کچھ بھی بساط تھی اس کو نثار کیا قربان کیا (روتے ہوئے) وہ بروئے کار لا رہے ہیں اس موقع پر ہمارا رونا تو نہیں، اپنی کوتاہیوں کا اعتراف ہی ہمیں آپکے سامنے اظہار بھی کرتا ہوں کہ شرمسار بھی ہوں اور رب سے دعا اور استغفار بھی کرتا ہوں کہ اگر ان نونہالوں کی تعلیم و تربیت میں بطور خاص مجھ سے کوئی تقصیر ہوئی ہو اے رب کریم! اے رب غفور و رحیم تو معاف فرما میں ان نونہالوں کو دیکھتا ہوں تو اپنی تقصیر کی طرف بھی نظر جاتی ہے اور انکی یہ روشن جبین اور یہ روشن پیشانی دیکھتا ہوں تو خوشی ہوتی ہے۔ یہ رب کریم کی عنایات ہیں ورنہ ہماری کیا تعلیم تھی! ہماری کیا خدمات تھیں! بہر حال اے رب کریم یہ تیری عنایات ہیں۔ جامعہ کے مقاصد انجمن کے مقاصد اور دیگر امور کی طرف ہمارے پیش رو مقررین نے کافی روشنی ڈالی ہے اور انہوں نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ وقت بھی ختم ہو رہا ہے۔ اور انہوں نے کوئی گوشہ تشنہ بھی نہیں چھوڑا ہے۔ ہر پہلو آپ کے سامنے آچکا ہے۔

ھل غادر الشعراء من متردم ...... (عنترہ)

اس لئے مجھے اس پر مزید کسی گزارش اور اضافے کی ذرا سی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی میں صرف اپنے ان عزیزوں کیلئے اس بات کی تمنا رکھتا ہوں اور اس بات کی دعا کرتا ہوں کہ انکی یہ انجمن ہمیشہ مستحکم رہے، انکے یہ اجلاس جو وقفے وقفے سے ہوتے ہیں برابر منعقد ہوتے رہا کریں۔ ان کا رشتہ مادر علمی سے برابر برقرار رہے، استوار و پائیدار رہے اور انکے ذریعے سے جامعہ کے مقاصد بار آور و تکمیل ہوں اور ان سے ان کا تعاون حاصل رہے۔ انکی کوششوں میں اللہ برکت دے انکو مزید جوش عمل سے نوازے اور انکی خدمتوں کو قبول فرما۔

حضرات! یہی وہ طلبہ ہیں، یہی ہمارے وہ فارغین ہیں، جو اس جامعہ کا اصل تعارف ہیں ہمارے کتابچے، ہمارے اشتہارات، ہمارے اور دیگر اعلانات وہ کچھ بھی نہیں ہیں یہ جس جس گلی سے گذریں گے انکی مہک سے دنیا اس چمن کی مہک کا اندازہ لگائے گی۔ ان کی صورتیں اسکی منظر کشی کریں گی۔ انکے اخلاق، انکا کردار اور ان کا گفتار، انکا طرز عمل



کو آپ ہی دنیا کے سامنے جامعۃ الفلاح کا صحیح تعارف کرائے گا اس لئے میرے عزیزو! آپکی ذمہ داریاں دو چند ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ، چند در چند ہیں۔ آپ نے جو کچھ یہاں حاصل کیا ہے میں آپ سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں اور میری توقع عملاً اب پوری ہو رہی ہے کہ آپ اس پر خود بھی عمل پیرا رہیں گے۔ اپنے علم سے دنیا کو فیضیاب کریں گے اور علمی جامعۃ الفلاح کے تعارف اور اسکی شہرت کا ذریعہ بنیں گے۔ اس کا حقیقی تعارف آپ ہی ہیں۔ آپ ہی اسکی آبرو ہیں۔ آپ ہی سے اس کا نام ہے۔ اور آپ ہی سے اس کا حقیقی تعارف دنیا کو حاصل ہوگا۔ اس لئے آپ کی ذمہ داریاں چند در چند ہیں۔

حضرات! جیسے ہمدردان جامعہ، ذمہ داران جامعہ، اور خادمان جامعہ ہیں۔ کے لئے یہ بات باعث اطمینان ہے۔ بہت سے ہمارے خادمان جامعہ ایسے یہاں رہتے ہیں جنکی توانائیاں اس کی خدمت میں ختم ہو چکی ہیں۔ اور وہ ناتوانیوں کے مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان عزیزوں کو دیکھ کر کے انہیں ایک اطمینان سا ہو رہا ہے ایک خوشی ہو رہی ہے کہ ہم تو اب چل رہے ہیں رخت سفر باندھ رہے ہیں اور ہمارے پیچھے یہ صالح نوجوانان یہ قافلہ جوان ہمارے پیچھے آرہا ہے جو ہماری جگہ لینے کو تیار ہے۔ اس کی آبیاری سدا کرتا رہے گا اور انکے اس مشن کو برابر جاری رکھے گا۔ میں ذمہ داران جامعہ اور ہمدردان جامعہ کو یقین دلانا چاہتا ہوں گا کہ اپنے اس شجرہ طیبہ کے برگ و بار پہ نگاہ ڈالئے اور اس کے ان پھلوں کو دیکھئے "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" یہ درخت برگ و بار لا رہا ہے اسکے یہ پھل ہیں جو آپ کے سامنے ہیں۔ میں آج سے پچیس تیس سال پہلے کا دن جب سوچتا ہوں وہ مناظر میری نظروں کے سامنے آتے ہیں اور آج اس سرزمین کو عمارات سے اور طلبہ و طالبات سے بھرا ہوا پاتا ہوں تو حیرت میں ڈوب جاتا ہوں اور رب کریم کی عنایات کا اعتراف کرتا ہوں اور اس کیلئے شکر و سپاس سے میرا دل لبریز ہو جاتا ہے کہاں وہ دن جب ہم نے ابتداء کی تھی یہاں قدم رکھا تھا اور اس ننھے پودے کو یہاں لگایا تھا یہ بات صرف خواب ہی نظر آتی تھی کہ کبھی یہ پودا شجرہ طیبہ ہوگا اور اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کا منظر پیش کریگا یہ ہیں اللہ کی عنایات رہا ہے۔ الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے اس کا یہ

ضابطہ ہے اس کا یہ وعدہ ہے کہ جو لوگ اس کی راہ میں تگ و دو کرتے ہیں جد و جہد کرتے ہیں انکی تگ و دو کو وہ قبول کرتا ہے۔ اس میں برکت عطا فرماتا ہے یہ مؤسسین جامعہ اور ذمہ داران جامعہ کا خلوص رہا ہے جسے اللہ نے شرف قبول بخشا۔ قلیل ترین عرصے میں اپنے نصاب کے امتیاز کی بنا پر اور اپنے ذمہ داران و خادمان کے خلوص و ایثار کی بنا پر جامعہ کو جو شہرت ملی ہے وہ باعث حیرت بھی ہے باعث صد مسرت بھی ہے اور لائق تشکر و امتنان بھی۔ اس لئے میں اپنے ساتھیوں کو، اپنے ذمہ داران جامعہ کو اور اپنے نونہالان کو بھی یہ بات یاد دلاؤں گا کہ اس موقع پر جبکہ ہمارے اس جامعہ کو اللہ نے کافی ترقی دی ہے ہم کسی پندار کا شکار نہ ہوں۔ نہ خواب غفلت کا شکار ہوں۔ ہمیشہ اللہ کے فضل و احسان کو یاد کرتے رہیں۔ اسی کی طرف رجوع کریں اور اسی سے اس میں مزید اضافے، مزید ترقی کیلئے دعا گو رہیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس میں مزید برکت دے گا اور اس سے کثیر تعداد کو مستفید ہونے کا موقع عطا فرمائے گا یہی ہماری تمنا ہے یہی ہماری آرزو ہے اور یہی اس جامعہ کی جستجو ہے اور یہی ہم سب کی خواہش و آرزو اور تمنا ہے اس لئے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے میں اپنے ان اعزہ فارغین سے یہ تمنا اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو مزید حسن عمل سے اور توفیق عمل سے نوازا اور انکی خدمات کو قبول فرما اور انکو جامعہ کی نیک نامی اور ترقی کا ذریعہ بنا اس کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

## غزل

نادر رضوی
مبارکپور اعظم گڑھ

یوں رہی آن بان شہروں میں
بک گئی کل دکان شہروں میں

روز خبروں پہ چھپ رہی ہیں اب
لٹ گئے کچھ جوان شہروں میں

بیچ کے کھا گئے، نہیں ملتے
موروثوں کے نشان شہروں میں

اب بڑھی جا رہی ہے کچھ دن سے
میری بھی داستان شہروں میں

پرسکوں گاؤں چھوڑ کر نادر
ڈھونڈتے ہو مکان شہروں میں



مولانا سلامت اللہ صاحب اصلاحی

# ہاں، ایسے ہی بنیاد پرستوں کی ضرورت ہے

(پانچویں اجلاس عام کے موقع پر جمعیۃ الطلبہ کے تعلیمی مظاہرہ کے بعد سرپرست جمعیۃ الطلبہ مولانا محمد سلامت اللہ اصلاحی صاحب کا صدارتی خطاب)

ابھی آپ نونہالان ملت کے رنگارنگ پروگرام سے محظوظ ہو رہے تھے اور اب جبکہ یہ اختتام کو پہونچ رہا ہے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں بھی کچھ کہوں لیکن مشکل یہ ہے کہ میں مقرر نہیں ہوں اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی گئی ہے کہ بہت ہی مختصر وقت میں کچھ کہنا ہو تو کچھ ہو رات کافی گذر گئی ہے اور پروگرام کی آخری کڑی (تمثیلیہ) ابھی باقی ہے پروگرام کافی تاخیر سے بھی شروع ہوا تھا اس میں مزید تاخیر ہوتی چلی جا رہی ہے لہذا مختصر الفاظ میں کچھ کہنے کی کوشش کروں گا جیسا کہ آپ سن چکے ہیں کہ یہ پروگرام جمعیۃ الطلبہ کی طرف سے تشکیل دیا ہوا ہے یہ وہ طلبہ ہیں جو ابھی اسی جامعہ کے اندر زیر تعلیم ہیں۔ جمعیت کے مختلف شعبہ جات کی تفصیلی رپورٹ بھی آپ نے سنی انجمن طلبہ قدیم کا یہ پانچواں اجلاس ہے۔ جسے انجمن منعقد کر رہی ہے، انجمن طلبہ قدیم جامعہ سے فارغ طلبہ کی انجمن ہے اس سے وابستہ طلبہ قدیم یہاں سے جانے کے بعد جامعہ کی فلاح و بہبود کیلئے سوچتے رہتے ہیں انمیں بہت سے ایسے افراد ہیں جو خون پسینہ ایک کرتے رہتے ہیں اس کا اعتراف ذمہ داران جامعہ کو بھی ہے اور جو لوگ بھی اس جامعہ کے اندر رہتے ہیں خواہ وہ طلبہ ہوں طالبات ہوں، معلمین ہوں، معلمات ہوں، یا کارکنان جامعہ ہوں، سب کو اس بات کا اعتراف ہے اور انکی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے پروگرام کا آغاز جمعیۃ الطلبہ کے پروگرام سے کر کے اپنے چھوٹے ساتھیوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے اس کے لئے جمعیت کے تمام ہی ذمہ داران اور طلبہ بہت ہی احسان مند ہیں

عزیز طلبہ! قبل اس کے کہ ہم اس ڈرامے کو دیکھیں جو ابھی اسی اسٹیج پر پیش کیا جانے والا ہے، تھوڑی دیر ہم ذرا اس انٹرنیشنل اسٹیج پر دیکھیں کہ وہاں اس وقت کیا ڈرامہ

کھیلا جا رہا ہے خاص طور سے مسلم قوم کے خلاف، مسلم امت کے خلاف، یہ ریاست بوسنیا جو بوسنیا و یرگی مسلم ریاست ہے جس نے اپنے مسلم اسٹیٹ ہونے کا اعلان کیا وہاں دیکھئے کہ کس طرح سے انہوں نے سازشیں رچیں اور خواہ وہ اقوام متحدہ ہو جنرل اسمبلی ہو یا ممالک ہوں، سارے کے سارے اسی طرح سے اس مسئلہ کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں کہ کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کیا اس کو نام دیا جائے۔ اس سے پہلے افغانستان کا مسئلہ بھی کے سامنے تھا۔ پندرہ لاکھ شہیدوں کا نذرانہ پیش کرنے کے باوجود جب وقت آیا کہ وہاں پر اسلامی اسٹیٹ کا قیام عمل میں آئے تو ساری باطل طاقتیں دوڑ پڑیں کیونکہ ان کو خیال آیا کہ یہ تو ہمارے قلب میں خنجر گھونپا جا رہا ہے اور انہوں نے اپنی اپنی کوشش کر ڈالی کہ اسلام کی یا بقول انکے بنیاد پرستوں کی حکومت قائم نہ ہونے دی جائے بہر حال وہ قوم جنہوں نے پندرہ لاکھ جانوں کے نذرانے پیش کئے ہوں وہ اتنی نادان نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ انکے جھانسے میں آ سکے اسی طرح سے آپ دیکھیں کہ برما کے لاکھوں مسلمانوں کو بنگلہ دیش میں دھکیل دیا گیا ہندوستان میں بابری مسجد کا مسئلہ پیدا کیا گیا تاکہ یہاں کی مسلم قوم اسی میں الجھ کر رہ جائے اور انکے یہاں اور کوئی تعمیری کام ہو ہی نہ سکے یعنی جگہ بہ جگہ اس طرح کے فتنے موجود ہیں۔ جس میں مسلم قوم کو پھنسا دیا گیا ہے فلسطین کا مسئلہ بہت اہم اور قدیم مسئلہ ہے ملت اسلامیہ کے قلب میں خنجر گھونپا گیا اور اب تک وہ یوں ہی موجود ہے۔ ایسی ایسی سازشیں کی جا رہی ہیں اور ایسے تانے بانے بُنے جا رہے ہیں کہ عقل حیران ہے کہ یہ ہو کیا رہا ہے لیکن ان سب کے باوجود باطل طاقتوں کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جس کو دبایا نہیں جا سکتا، یہ مسلم قوم وہ قوم ہے جس کو ہم زیر نہیں کر سکتے اور ان پر غالب نہیں آ سکتے لہذا انکی سازشیں اور مظالم برابر جاری ہیں آپ دیکھ لیجئے بوسینیا میں اب تک دو لاکھ افراد شہید ہو چکے ہیں اور پتہ نہیں کتنے افراد بے گھر ہوئے ہیں، کتنے یتیم ہوئے ہیں کتنی عورتیں بیوہ ہوئی ہیں اس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے صحیح بات یہ ہے کہ باطل اپنا پورا زور صرف کر رہا ہے میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس وقت وہ جانکنی کے عالم میں ہے، اور جانکنی کے عالم میں آدمی جس طرح ہاتھ پیر مارتا ہے کہ کچھ بھی کرتے جائے اسی طرح باطل کی کیفیت یہ ہے کہ



وہ اس وقت بالکل لرزہ براندام ہے انکے ایوانوں میں اس وقت وہ بھونچال آیا ہوا ہے کہ اس کا اندازہ ہم آپ اس وقت نہیں کر سکتے کیونکہ کبھی کبھی انکی خفیہ کانفرنسوں اور خفیہ میٹنگوں کی جو رپورٹیں سامنے آ جاتی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور ہم کہاں ہیں ہم تو سوچتے بھی نہیں کہ اس طرح کی سازشیں بھی کی جا سکتی ہیں ان کا دن و رات کا مشغلہ ہی یہی ہے کہ وہ ہمارے خلاف سازشیں رچتے رہتے ہیں، ایسے وقت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ملت کی تعمیر کیلئے ایسے افراد تیار کئے جائیں جن کے دل ایمان و یقین کی قندیلوں سے روشن ہوں جن کے دل میں ایمان اس طرح رچ بس گیا ہو کہ دنیا کی کوئی طاقت انکو ٹکرا نہ سکے یہ ادارہ جس میں ملت کے تقریباً چار ہزار افراد بطور امانت ہمارے پاس موجود ہیں ہم چاہتے ہیں کہ انکے اندر ایمان کی وہ جوت جگا دیں کہ یہاں سے نکلنے کے بعد خواہ کتنی ہی آندھیاں چلیں، کتنے ہی تھپیڑے آئیں انکے قدم ڈگمگائیں نہیں اور وہ باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انکا مقابلہ کر سکیں، آپ نے سنا ہوگا آج کل ایک نئی اصطلاح چلائی گئی ہے بنیاد پرست، بنیاد پرست کیا چیز ہوتی ہے بنیاد پرست کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہمارے اوپر الزام لگایا ہے خود انکی بنیادیں کھوکھلی ہیں انکے نظریات اب زیادہ دن چلنے والے نہیں ہیں باقی انہوں نے دنیا کو بے وقوف بنانے کیلئے یہ کہا کہ یہ بنیاد پرست لوگ ہیں اور لوگوں کو بنیاد پرست کا مفہوم سمجھایا کہ یہ دہشت گرد لوگ ہیں امن عالم کے دشمن ہیں سوچئے ذرا لطف "خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد" آپ ہیروشیما اور ناگاساکی کے لاکھوں افراد کو ایٹم بم سے تباہ کر دیں تو آپ امن عالم کے پیامبر اور ہم امن کے دشمن ہو گئے۔ آپ افغانستان میں پندرہ لاکھ شہیدوں کی جان لے جائیں تو آپ امن کے پیامبر اور ہم امن کے دشمن ہیں؟ بوسنیا میں جو ننگا کھیل کھیل رہے ہیں جسے پوری دنیا محسوس کر رہی ہے لیکن آپ کو ذرا سی شرم اور غیرت نہیں آتی اور اس کے باوجود آپ کہتے ہیں کہ ہم امن عالم کے پیامبر ہیں اور تم امن عالم کے ڈاکو ہو میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اب ایسے افراد کی ضرورت ہے جو واقعی بنیاد پرست ہوں، مسلم بنیاد پرست جو ان کے ایوانوں کو توڑ پھوڑ کر کے رکھ دیں، تہس نہس کر کے رکھ دیں سوچنے کی بات ہے کہ ایک طرف خدائی نظام اور دوسری طرف یہ انسانی نظام دونوں میں

آخر کیا مقابلہ ہے یہ کس شمار میں آئیں گے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ انکا طلسم ٹوٹنا شروع ہو گیا افغانستان کے مجاہدین نے ایک طرف پندرہ لاکھ شہیدوں کا نذرانہ پیش کیا دوسری طرف انہوں نے اس صفحہ ہستی سے سوویت یونین جیسی ریاست کو گرا کر رکھ دیا اور وہ پندرہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی امریکہ کو روس سے مخالفت تھی اس لئے جب تک افغانستان میں جہاد اپنی ابتدائی شکل میں چلتا رہا تب تک اس نے پرانے پرانے اسلحوں سے مجاہدین کی مدد کی لیکن جوں جوں رفتار آگے بڑھتی گئی اور فتح کا وقت آیا اور روس کی فوجیں واپس ہونا شروع ہوئیں اس نے اپنی چالیں چلنا شروع کر دیں یعنی جس وقت صدر نجیب اللہ فرار ہوتے ہیں اقوام متحدہ کے نمائندے فوراً آجاتے ہیں تصفیہ کرانے کیلئے یعنی اب وہ بتائیں گے کہ یہاں پر کونسا انتظام رائج کیا جائے کونسا ضابطہ حیات قائم کیا جائے لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ افغان قوم جوان کی چالوں سے بہت اچھی طرح واقف ہو چکی ہے۔ اس نے کہا خبردار، خبردار اگر کسی نے ہمارے معاملات میں مداخلت کی اور ہمارے کاموں میں گھسنے کی کوشش کی تو ہم اس کو چھوڑیں گے نہیں، اس طرح سے مسلم ملت باطل طاقتوں کا مقابلہ کرتی چلی آرہی ہے چنانچہ ایسے جوانوں کی ضرورت ہے جو باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کے ان کا مقابلہ کر سکیں ہماری خواہش اور کوشش یہ ہے کہ جامعہ کے اندر سے بھی اسی طرح کے نوجوان اور سپوت تیار ہوں جو جامعہ سے جانے کے بعد ہر طرح کے مصائب و آلام سے دوچار ہونے کے باوجود باطل کا مقابلہ کرنے سے کبھی بھی پیچھے نہ ہٹیں، ایمان انکے دلوں میں اس طرح سے رچ بس جائے کہ وہ باطل کے مقابلہ میں خود تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں لیکن ایمان کی جڑیں کوئی نہ اکھاڑ سکے اس کو کہتے ہیں بنیاد پرست مسلمان، یہ نہیں کہ جو آئے جیسی کے بیگن کی طرح سے ان کو جدھر چاہے ڈھکیل دے ہم ہیں۔ یہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو بنیاد پرست کہلاتے ہوئے شرماتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ دنیا انکو بنیاد پرست سمجھے ہیں ان سے یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے ایمان پر نظر ثانی کریں میرا تو خیال یہ ہے کہ وہ اس مال کی طرح سے ہیں جو جہاں چاہا بک گیا اور جس نے چاہا اس کو خریدا اور جس نے چاہا اس کو بیچا۔ ایسے ہی لوگ کبھی باطل طاقتوں کے ساتھ بابری مسجد کی جڑیں کھودتے نظر آتے ہیں اور کبھی یہی لوگ مسلم پرسنل لا پر بھی شک لگاتے



ملتے ہیں اور کبھی یہی لوگ مرنے کے بعد شمشان گھاٹ پر اپنے کو نذر آتش ہونے کیلئے بھی کہہ دیتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔

اس اجلاس عام کے اہم پروگرام سیمینار کا عنوان ہے "ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس" ملت کی تعمیر کے سلسلے میں ہم ایسے افراد تیار کرنا چاہتے ہیں جن کا ابھی میں نے تذکرہ کیا دوسری طرف ملک کی تعمیر کیلئے بھی ایسے ہی افراد کی ضرورت ہے جو ملک کے اندر امن وسلامتی کو رائج کریں وہ جیو اور جینے دو کا اصول جانتے ہوں، جو لوگوں کیلئے امن اور صلح و آشتی فراہم کر سکیں، نہ کہ لوگوں کی عزت و عصمت پر ڈاکے ڈالیں لوگوں کے مال و دولت پر ڈاکے ڈالیں، لوگوں کے خون سے ہولی کھیلیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اچھے شہریوں کی بہترین شہریوں کی اتنی بڑی تعداد مہیا فراہم کر رہے ہیں کہ جس پر حکومت کو ہمارا شکر گذار ہونا چاہئے کہ اس کی کسی امداد کے بغیر ہم اتنا بڑا کام کر رہے ہیں جبکہ وہ اربوں اور کھربوں یونیورسٹیوں اور کالجوں پر صرف کرتی ہے اور پھر وہاں سے جو نوجوان فارغ ہو کر نکل رہے ہیں انکو دیکھ لیجئے اخبارات کے ذریعے اب کوئی چیز پوشیدہ نہیں، دہلی کی طالبات کیا مطالبہ کرتی ہیں سڑکوں پر نکل آتی ہیں، عورتوں کی انجمنیں کہتی ہیں کہ بچاؤ ہم کو ان درندوں سے جو ہماری عزت و ناموس کے پردے چاک کر دینا چاہتے ہیں ہم کو زندہ نہیں رہنے دینا چاہتے، ان بھیڑیوں سے ہم کو بچاؤ" کتنی ہی جگہیں ہیں جہاں سر شام مارکیٹ بند ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف ہو کا عالم ہوتا ہے سناٹا ہوتا ہے اس لئے کہ وہاں پر غنڈہ گردی اس طرح سے عام ہے کہ کوئی شام کے بعد وہاں رہ ہی نہیں سکتا آپ ذرا جائزہ لیجئے کہ کون سے افراد ہوتے ہیں ان سب چیزوں میں، کبھی ہمارے ان مسلم اداروں کے افراد بھی ملے آپ کو ؟ کبھی نہیں وہ سارے نوجوان سب چیزوں میں ملوث ہوتے ہیں وہ انہیں تعلیم گاہوں سے فارغ ہو ہو کر کے آتے ہیں جن پر ہماری حکومت اربوں اور کھربوں صرف کرتی ہے خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنی اس کوشش میں کسی حد تک کامیاب ہیں کہ ہمارے یہاں سے نکلنے والا شخص ایک معزز شہری ہوتا ہے ایک اچھا شہری ہوتا ہے ملک اور قوم کیلئے وہ بہت سی خدمات انجام دیتا ہے اور دعا کیجئے کہ یہ سلسلہ جاری رہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ڈاکٹر سید عبدالباری شبنم سبحانی

# صحت مند معاشرہ اور ادب اسلامی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ زمانے کی قسم انسان خسارے میں ہے علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنھوں نے تواصی بالحق کا فریضہ انجام دیا اور جنھوں نے صبر کا راستہ اختیار کیا۔

حضرات! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو صلاحیتیں دی ہیں ان صلاحیتوں کو ہم دنیا میں کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا سوال ہے جو یہ کائنات بھی پوچھ رہی ہے اور قیامت میں بھی ہم سے پوچھا جائے گا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے زبان کی صلاحیت دی جس سے ہم بولتے ہیں جو ہمارے خیالات کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کے لئے آنکھیں دی ہیں اور ان ہی سے ہم کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے سننے کی صلاحیت عطا کی ہے کہ ہم دوسروں کی آوازوں کو سنتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایک دھڑکتا ہوا دل دیا ہے جس سے ہم اس کائنات کے درد کو محسوس کرتے ہیں۔ یہ ساری دولت جو اس نے عطا کی ہے اس کیلئے وہ سوال کرے گا کہ اس کا استعمال ہم نے کیا کیا۔ اس احساس ذمہ داری کے تحت وہ لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے شعر و ادب کی صلاحیت عطا کی ہے جو شعر کہہ سکتے ہیں۔ جو افسانہ لکھ سکتے ہیں جو انشائیے اور مضامین لکھ سکتے ہیں۔ ان لوگوں کا ان اہل قلم کا ایک گروہ یا ایک جماعت اس ملک میں ایک مدت سے فکر و تخلیق میں مصروف ہے۔ اس تنظیم کا نام "ادارہ ادب اسلامی ہند" ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والے شعراء کی ایک بڑی جماعت یہاں بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ تنظیم اس ملک میں تقریباً چالیس سال سے متحرک ہے ابھی اس کا تعارف ادارہ ادب اسلامی کے جنرل سکریٹری جناب انتظار نعیم صاحب تفصیل سے کرائیں گے۔ میں خاص طور سے طلبائے جامعہ سے اور فارغین جامعہ سے یہ



گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بھی ٹٹولیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکے اندر کیا جوہر رکھا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو خطابت کا ذوق دیا ہے ان کا میلان طبع بولنے کی طرف ہے وہ بہترین مقرر بن کر کے اس ادارے سے نکلیں۔ اور خاص طور سے قلم پر قدرت خوب حاصل ہونی چاہئے خواہ وہ زبان کے انشاء پرداز بنیں خواہ وہ اپنی مادری زبان اردو کے انشاء پرداز بنیں اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر میلان طبع پیدا کیا ہے شاعری کی طرف تو انہیں اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے کہ اس میں وہ اپنی صلاحیتوں کو نکھاریں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر یہ صلاحیت پیدا کی ہے کہ وہ دیگر مسائل کو جو اس معاشرے میں ابھر رہے ہیں ناول اور افسانوں اور کہانیوں کے ذریعہ پیش کریں تو انہیں اس محاذ پر اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان میں اشتراکیت اور روس کے زوال کے بعد سے بہت بڑا خلا ہے وہ نوجوان جنھیں ان لوگوں نے اپنے راستے سے ہٹا دیا تھا۔ گمراہ کر دیا تھا ان کے دماغ میں الحاد کا انجکشن لگا دیا تھا۔ اس کے نتیجے میں شبلی نعمانی حالی اور اقبال کے بعد وہ ادب میں ایسا تاریک دور آیا کہ نوجوانوں کی پوری جماعت اس دل و دماغ کے ساتھ اٹھی کہ اس نے ہماری تہذیبی قدروں کو ہمارے عقائد کو، ہمارے دینیات کو ملیا میٹ کر دینے کی کوشش کی اور ایسا کھیل اور ایسا ادب سامنے آیا جو بے مقصد اور انتہائی گھٹیا تھا بلکہ تخریب کا علمبردار تھا چنانچہ ہماری کئی نسلیں مسلسل اسی ادب کی اسیر رہی ہے۔ یہی یونیورسٹیوں میں دانشگاہوں اور اہل علم کے درمیان رائج رہا لیکن اس وقت یہ زمین پر اوندھے منھ گر پڑے ہیں ان کا نظریہ ناکام ہو چکا ہے ان کی فکر چکنا چور ہو چکی ہے ان کی بڑی مملکت جو ان ذلیلوں کو اعزاز بخشتی ہے اور ان کی تقویت کا سہارا بنتی تھی وہ تو چکنا چور ہو چکی ہے اب پھر اس وقت ہندوستان کے باصلاحیت نوجوان ٹٹول رہے ہیں راستہ تلاش کر رہے ہیں کہ وہ کدھر اپنی صلاحیتوں کو استعمال کریں اس وقت اس ادارے کے باصلاحیت نوجوانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے قلم کو مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑیں اور ایسی قدرت پیدا کریں کہ ان بہترین اسالیب پر ان کو قدرت حاصل ہو سکے کہ جن کے ذریعہ وہ اللہ کے پیغام کو دلکش انداز میں دنیا کے سامنے رکھ سکیں صرف یہی نہ سمجھا جائے کہ یہ وعظ و نصیحت کر رہے ہیں یا یہ تقریر کر رہے ہیں یا شیخ صاحب کی

بات ہے یا ناصح کی بات ہے ناصح اور شیخ صاحب کی بات نہ بن پائے بلکہ ایک فنکار کی اور ایک ادیب کی بات بن جائے اتنے اچھے اچھے اسالیب آپ کے ہوں اتنا اچھا طرز اظہار ہو اتنی قدرت کلام آپ کے پاس ہو کہ بہتر سے بہتر عصر رواں کے اسالیب پر آپ کو قدرت ہو سب سے آگے بڑھ کر کے آپ اگلی صفوں میں جگہ لے سکیں۔ ہم اپنے نوجوانوں کو اسکی دعوت دیتے ہیں کہ انکے اندر جو صلاحیت ہے اسکی تربیت ہو انکو آگے بڑھا سکیں انکی صلاحیتوں کو نکھار سکیں اس کے لیے بہت سے رسالے نکل رہے ہیں آپ کا خود ایک "حیات نو" نکلتا ہے۔ جس میں ماشاء اللہ شعر و نغمہ کا ایک حصہ ہوتا ہے مقالات ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک میں اور بہت سے رسائل ہیں خاص طور سے اس موقع پر اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اظہار کرنا چاہوں گا کہ ہمارے نوجوانوں کو اپنی صلاحیت کی طرف خاص توجہ کرنی چاہئے جیسے شبلی نعمانی کی شخصیت آپ کے سامنے ہے کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے کیا صلاحیتیں اس شخص کو دی تھیں۔ ہر محاذ پر وہ شخص منفرد تھا سیرت نگار کی حیثیت سے بھی مقالہ نگار کی حیثیت سے بھی نقاد کی حیثیت سے انشاء پرداز کی حیثیت سے مورخ کی حیثیت سے اور پھر شاعر کی حیثیت سے ان کی شاعری کو احتجاجی شاعری کہا لوگوں نے، انہوں نے اس دور کے حالات پر احتجاج کیا بگڑتے ہوئے حالات پر صدائے احتجاج بلند کی یہ ایسی صدا ہے کہ پہاڑوں کے سینے چاک کر دے اور ایسی شاعری ہے کہ آنکھیں نم ہو جاتی ہیں ان کو پڑھ کر چنانچہ میں کہتا ہوں کہ اسلاف کے نقش قدم پر آپ چلیں اقبال، حالی، اور شبلی کے نقش قدم پر تاکہ آپ اپنا صحیح رول ادا کر سکیں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

---

## پرانے خریداروں سے گذارش

آپکے اب تک کے بقایا کی تفصیل پر مشتمل خطوط حوالہ ڈاک کئے جا چکے ہیں، اس کے مطابق بقایا رقم اور آئندہ کا سالانہ زر تعاون فوراً روانہ فرمائیں۔ بصورت دیگر اگلا شمارہ بذریعہ وی۔ پی بھیجا جائے گا۔ اور واپسی کی صورت میں آئندہ آپ کے نام پرچے کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔

(منیجر)



# اللہ تعالیٰ کی جامعۃ الفلاح پر خاص نظر کرم ہے

[illegible] احمد غازی فلاحی
سابق صدر انجمن طلبہ قدیم

(انتخاب نو کے بعد سابق صدر انجمن کے الوداعی کلمات)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان و کرم ہے کہ انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا پانچواں اجلاس عام اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو رہا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی احسان ہے کہ اب تک جو پروگرام ہوئے اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص مدد شامل حال رہی ہے دعا ہے کہ جو پروگرام ابھی باقی ہیں ان میں بھی اپنی رحمت و نصرت سے نوازے۔ محترم اساتذہ کرام، منتظمین جامعہ فارغین ہمسفر اور عزیز طلبہ ہمارے انجمن میں اجلاس عام کے موقع پر ایک بہت ہی اہم پروگرام بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اصل پروگرام ذمہ داران انجمن کا انتخاب ہوتا ہے جسمیں صدر انجمن اور ارکان شوریٰ کو منتخب کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان و کرم ہے کہ اس نے مرحلہ صدر انتخاب کا طے فرما دیا شوریٰ کا بھی انتخاب ہو چکا ہے کاؤنٹنگ ہو رہی ہے انشاء اللہ رات کے پروگرام میں اس کا اعلان کر دیا جائے گا یا آپ کو خبر مل چکی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے بھائیوں نے جو فیصلہ کیا جس کی ان سے بجا طور پر توقع تھی مولانا رحمت الاثری صاحب کو اس ذمہ داری کیلئے منتخب کیا اللہ تعالیٰ انکو اس کی توفیق عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ انجمن اور اپنے مادر علمی کی خدمت کا موقع عنایت فرمائے محترم حاضرین کچھ باتیں اس موقع پر بھی انڈر لائن ہوتی ہیں بہر حال وہ بھی کر لی جائیں لیکن ایک حقیقت ہے اور جس سے میں خود بھی بہت متاثر ہوا ہوں اور جس سے بڑا حوصلہ ملا ہے اور جس کا اظہار بھی ہونا چاہئے یہ چیزیں جب ہماری اجتماعیت میں پیدا ہو جائیں تو ہمارا کام سو گنا بڑھ سکتا ہے وہ ہے باہمی اتفاق اور باہمی تعاون کا جذبہ یعنی سب ملکر کام کو آگے بڑھائیں باوجود اختلاف کے یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ مجھے آٹھ نو سال خدمت کا موقع ملا انجمن کی اس میقات میں جو ارکان شوریٰ منتخب ہو کر آئے وہ کوئی ایک کلاس

کے نہیں تھے جو ہر اعتبار سے اتنی رائے ایک سی ہو بلکہ ہمارے کارکنوں نے اس کو آزادی کیساتھ منتخب کیا تھا انہیں ہم باہم بعض چیزوں میں اختلاف کرنے والے بھی تھے لیکن کسی ایک دن بھی یہ چیز دیکھنے کو نہیں ملی کہ ہمارے کسی بھی رکن شوریٰ نے کوئی ایسا رویہ اختیار کیا ہو کہ جس سے معلوم ہو کہ ہم باہم کسی چیز میں مخالف ہیں یا یہ کہ ہم تعاون نہیں کرنا چاہتے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے۔ اور میں اس کو بہت قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ اور میں آپ کو ایک بات بتاؤں جو بہت سے رفقاء نہیں جانتے کہ مولانا رحمت الاثری صاحب جو کہ رکن شوریٰ تھے، وہ میرے استادوں میں سے تھے انہوں نے مجھے کلاس میں نہیں پڑھایا تھا لیکن میں نے انکے ساتھ بہت سا وقت گذارا ہے کلاس تو باقاعدہ نہیں ہوتی تھی لیکن اسی طرح اس وقت یہاں میری باقاعدہ تعلیم ہوا کرتی تھی جتنے ہمارے ساتھ رہے ہیں اور جو یہاں بیٹھے ہیں وہ قبول کریں گے کہ اس بات کا انہوں نے کبھی احساس ہونے نہیں دیا کہ میرا شاگرد جو ہے، وہ صدر ہے بلکہ آپ نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا اور کبھی اپنے دل میں ایسا ویسا خیال نہ آنے دیا اور اس کو جو مقام دینا چاہئے وہ دیا۔ اور تعاون کا جہاں تک تعلق ہے جہاں تک آپ کر سکتے ہیں اس میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ارکان شوریٰ کا تعاون آپ ہی جان سے کرتے رہے ہیں۔ خود یہ اجلاس کوئی معمولی اجلاس نہیں ہے، اپنے اہتمام کے اعتبار سے، تیاری کے اعتبار سے، اپنے اخراجات و دیگر مسائل کے اعتبار سے یہ سیمینار واقعی ایک منفرد ہوا ہے، عبید اللہ فہد صاحب اسکے کنوینر تھے اس کے منتظمین میں بھی ہیں وہ ایک معمولی سی جگہ سے تعلق رکھنے والے انسان تھے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اور ہمارے رفقاء کا خلوص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اب مجھے اس اہم اجلاس کے بحسن و خوبی انجام پانے کے بعد ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جامعۃ الفلاح پر خاص نظر کرم ہے حالانکہ انسان ہونے کی حیثیت سے کبھی کبھی حالات دیکھکر مایوسی بھی ہو جاتی ہے لیکن میں یہ دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مدد ہم کو ملتی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لائق سمجھا کہ ہم سے اپنے دین کی کوئی خدمت لے اسی طرح سے مجھے کچھ اندازہ لگا کہ ہم نے ہماری انجمن نے اور ارکان شوریٰ نے حالات حاضرہ کے بارے میں جو پالیسی طے کی اور جن مسائل کو ابھارا



میں نے اپنے خطبہ صدارت میں خاص طور سے یا عبید اللہ فہد صاحب نے اپنے کلمات میں جو کچھ وہ نہایت مناسب تھیں چنانچہ اس موضوع پر کچھ سامنے یہاں جتنے مقررین آئے چاہے سید حامد صاحب ہوں یا دوسرے لوگ تقریباً وہی باتیں الفاظ بدل کر انہوں نے بھی بیان کیں وہ باتیں تنظیم مدارس کی بات ہو یا غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ کی بات ہو نصاب تعلیم اور تربیت پر نظر ثانی کی بات ہو جو چیزیں بھی ہمارے ارکان شوریٰ نے رکھی تھیں انہوں نے تائید و حمایت کی بہر حال جہاں یہ خوشی کا موقع ہے وہیں ایک بھرپور ذمہ داری بھی ہمارے سر آتی ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ سارا مرحلہ طے ہو گیا مولانا رحمت الاثری صاحب آئندہ میقات کے لئے صدر منتخب ہوئے ہیں مولانا نے میرے ساتھ واقعی جو خلوص کا معاملہ کیا تھا ویسا میں شاید نہیں کر پاؤں گا۔

بہر حال میں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ میری ذات سے تعاون ہی آپ کو ملے گا کوئی ایسی بات جو جامعۃ الفلاح کو نقصان پہونچانے والی ہو انجمن کو نقصان پہونچانے والی ہو آپ کو نقصان پہونچانے والی ہو ہمارے کسی بھائی کو نقصان پہونچانے والی ہو وہ آپ نہ میری زبان سے سنیں گے انشاء اللہ اور نہ میرے کسی عمل سے اس کا اظہار ہوگا یہ میں آپ کو بتلا دینا چاہتا ہوں اور تمام مہمانوں کو بھی، دوسری بات جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بھی کہا ہے کہ آپکے ساتھ انشاء اللہ پورے لوگوں کا تعاون ہے اور سب لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد انشاء اللہ آپ کو حاصل رہے گی اور آپ کام کو بہتر طریقہ سے انجام دے سکیں گے

میں اپنے بھائی نور محمد فلاحی صاحب کا بھی خاص شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، یہاں انہوں نے انجمن کی خدمت میں اپنی عمر کا طویل حصہ صرف کیا ہے۔ اور مولانا اظہار صاحب کا جو کہ میرے خازن ہیں اور نور محمد صاحب جو میرے سکریٹری رہے ہیں۔ ان لوگوں نے کافی تعاون دیا۔ اب میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہر موقع پر ہمارا تعاون کیا اور کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے جو دوسرے متعلقین ہیں انکو جو غلط فہمیاں تھیں امید ہے اب وہ دور ہو گئی ہوں گی انہوں نے بھی میرا تعاون کیا

اور میری ہمت افزائی کی اللہ تعالی ان کے تعاون کو قبول فرمائے

محترم حاضرین! میں ایک بات آپکے سامنے یہ رکھنا چاہتا ہوں کہ جامعۃ الفلاح ہماری مادر علمی ہے اور ہم سب اس کے بچے ہیں ماں کے سب بچے اس کی نگاہ میں برابر ہیں ماں، جب اسکے بچے بڑے ہوتے ہیں تو ماں اس بات کی محتاج ہوتی ہیں کہ بچے اسکی خدمت کریں۔ اس وقت بچوں کو ماں سے خدمت لینے کا حق نہیں ہوتا ہم سب اس کے بچے ہیں اس سے پڑھ کر نکلے ہیں ہم اپنے گھروں پر رہ کر یہ کچھ نہیں ہو سکتے تھے جو جامعہ کے مقاصد سے ہم آہنگ ہوئے بہت سی خامیاں بھی ہیں بہت سی خرابیاں بھی ہیں بہت سی کوتاہیاں ہو سکتی ہیں، اساتذہ میں بھی ہو سکتی ہیں معاشرہ میں بھی ہو سکتی ہیں لیکن بحیثیت مجموعی اگر ہم یہاں نہ آئے ہوتے تو ہم بظاہر اپنی اصلاح کا موقع، اپنے متعلقین کی اصلاح کا اپنے ہم وطنوں کی اصلاح کا اور دوسرے لوگوں کی اصلاح کا موقع نہ پاتے صرف اسی تعلیم و تربیت سے ہماری آخرت کی زندگی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے اسے ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔ اسے ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور اپنی مادر علمی کی تعمیر و ترقی میں ہر ممکن تعاون کرنا چاہئے۔ میں یہ چاہتا ہوں اس موقع پر ذاتی احساسات تو نہیں بیان کر سکتا لیکن اجتماعی طور پر آپ حضرات سے برابر ربط رہے گا۔ آپ کی بات سنی جائے گی اس پر غور کیا جائے گا لیکن اس وقت جبکہ اللہ تعالی نے ہمیں یہ موقع میسر فرمایا ہے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جو لوگ اس وقت یہاں شریک ہیں جو میری باتیں سن رہے ہیں وہ سنجیدگی سے اپنی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں غور فرمائیں۔ یہ مسئلہ ذمہ داریوں کا اتنا اہم ہے کہ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں آپ کے سامنے رکھ سکوں اس وقت ملک کے واقعی کیا حالات ہیں ملک کے حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں اور خراب ہوتے جا رہے ہیں کہ جنکا آپ حضرات تصور نہیں کر سکتے اور جن کو آپ کے سامنے بیان نہیں کیا جا سکتا اس وقت ملک کی جو صورتحال بنتی جا رہی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپکے سامنے یہ بات رکھ دوں کہ آئندہ چند سالوں کے اندر، دو چار پانچ سال کے اندر کیا کچھ ہونے والا ہے حالت یہ ہے کہ گاؤں گاؤں ہندو احیا پرست تنظیمیں سر اٹھا رہی ہیں اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کی تدبیر کر رہی ہیں۔



ابھی بنارس سے آتے ہوئے میں ایک گاؤں سے گذر رہا تھا تو یہ دیکھا کہ دیوالی کا تیوہار جو پہلے اتنی شان سے نہیں منایا جاتا تھا اب دیہاتوں میں بھی اس سے بڑھ کر دھوم دھام سے منایا جاتا ہے یہ اس اسکیم کا ایک حصہ ہے کہ اسلام مخالف تحریکوں کو دیہاتوں میں پہونچایا جائے اس لئے کہ عوام جن کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور ہوتی ہے۔ اور اس کو بدلنے کا اختیار ہوتا ہے۔ اس کی اکثریت دیہاتوں میں رہتی ہے۔ اس کے رد عمل میں جو چیز سامنے آئی ہے وہ دیہات کے لوگ دیہات چھوڑ کر شہر آنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں ہماری ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمیں ان حالات کا احساس ہو اور دل جل کر اللہ کے پیغام کو بندگان خدا تک پہونچانے میں لگ جائیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ انجمن اور اس کے متعلقین کو مزید یکسوئی اور خلوص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق دے۔

## غزل

ضمیر اللہ ضمیر اعظمی

جذبہ دین سینوں میں بیدار کر دے
خدا ہم کو حق کا پرستار کر دے

کریں عزم جو گھر گرانے کا تیرے
گھروں کو خدا ان کے مسمار کر دے

مٹانے کے درپے جو ہیں دین حق کو
خدا انکی سازش کو بیکار کر دے

ستم جو غریبوں پہ ڈھاتے ہیں یارب!
مصائب میں انکو گرفتار کر دے

جلاتا ہے حق کا دیا آندھیوں میں
ہمارے لئے راہ ہموار کر دے

ابابیل کی بھیج دے فوج یارب
نہیں تو مسلماں کو بیدار کر دے

ضمیر حزیں پر شہنشاہ عالم
نگاہ کرم صرف اک بار کر دے

# نام میرا ہی کام آپ کو کرنا ہے

مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی

(انتخاب کے بعد نو منتخب صدر مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی مدنی کے ابتدائی کلمات)

عزیز بھائیو۔

آپ نے مجھے اپنی انجمن کا صدر منتخب کیا ہے۔ ایسا آپ نے کیوں کیا ہے۔ میں نہیں جانتا اور اس وقت میں آپ سے کیا کہوں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی

آپ جانتے ہیں کہ میں تو ان لوگوں میں سے ہوں کہ کوئی کام بغیر حوالے کئے ہوئے، بغیر دیئے ہوئے، جب میں دیکھتا ہوں کہ کام نہیں ہو رہا ہے یا بگڑ رہا ہے یا میں اسے ٹھیک کر سکتا ہوں یا اس میں کچھ تعاون کر سکتا ہوں تو میں یہ کرتا رہا ہوں بلکہ بعض اوقات آگے بڑھ کر کوئی ذمہ داری اپنے سر لے لیتا ہوں لیکن اس موقع سے صحیح بات یہ ہے کہ اگر میں سمجھتا کہ میں یہ ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دے سکوں گا تو شاید باوجودیکہ یہ بہت صحیح نہیں ہے اور پسندیدہ چیز نہیں سمجھی جاتی لیکن میں خود یہ سوچ کر ذمہ داری اپنے سر لیتا کہ یہ کوئی عہدہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک کام ہے ایک ذمہ داری ہے اور بہت اہم خدمت۔ اور میں کہتا کہ بھائی یہ ذمہ داری مجھے دیدی جائے میں اس میں تعاون کر سکتا ہوں اور میں اسے کروں گا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ ایک کٹھن ذمہ داری ہے میرے سر کتنے کام ہیں جو نہیں ہو پاتے پھر میری ایک طبیعت ہے جس سے آپ سبھی لوگ واقف ہیں اس کے ہوتے ہوئے میں یہ ایک نئی ذمہ داری کیسے نبھا سکوں گا

یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے تمام باتوں کے باوجود آپ نے یہ ذمہ داری میرے سر ڈالی ہے تو کچھ سوچا ہوگا۔ سوچا ہو تو سوچ لیں کہ اگر آپ کا تعاون میرے ساتھ رہا اور توقع ہے ضرور رہے گا تو شاید کام ہو سکے اور پھر نام میرا ہی ہی لیکن کام آپ ہی کو کرنا ہوگا۔ اور آپ کے ہی تعاون سے یہ کام آگے بڑھ سکے گا لیکن جس دن آپ نے میرے ذمے کر کے اپنے آپ کو الگ سمجھ لیا تو پھر یہ جان لیجئے کہ کوئی بھی کام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں یہ چاہوں گا کہ یہ ذمہ داری



آپ نے گرچہ میرے اوپر ڈالی ہے لیکن عملاً کام ہم سب لوگوں کو مل کر کرنا ہوگا اور یہ بات بھی آپ جانتے ہیں اور پھر میں بتا دوں کہ میں جتنے بہتر طریقے سے کسی کا تعاون کر سکتا ہوں شاید میں خود اتنے اچھے طریقے سے انجام نہیں دے سکتا اس لئے بہتر بات تو یہی تھی کہ میں کسی کا تعاون کرتا اور اچھی طرح کرتا۔ لیکن اب جبکہ یہ صورت حال پیش آئی ہے تو میں یہ چاہوں گا کہ ہم تمام لوگ مل کر اس کام کو آگے بڑھائیں۔ اور انجمن کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ آپ مجھ سے کس قدر تعاون لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک بات یہ بھی کہتا چلوں کہ ذمہ داری چاہے کوئی بھی ہو جب آدمی ذمہ دار بنا دیا جاتا ہے تو اس ذمہ داری کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں میرے اوپر اور بہت سی ذمہ داریاں ہیں جو طلبہ سے براہ راست متعلق ہیں۔ جس کے تقاضے کچھ اور ہیں اور یہ ذمہ داری جو میرے سر ڈالی گئی ہے۔ اس کے تقاضے کچھ اور، اور کبھی کبھی یہ دونوں تقاضے آپس میں ٹکرانے لگتے ہیں۔ اور آدمی فیصلہ نہیں کر پاتا کہ کیا کرے۔ لیکن میرا اپنا ایک اصول ہے — اور میں نے ہمیشہ اس اصول پر کاربند رہنے کی کوشش کی ہے اور توقع رکھتا ہوں آپ بھی اس سلسلے میں میرا تعاون کریں گے — وہ یہ ہے کہ جامعہ یا انجمن یا طلبہ یا اساتذہ کا مفاد ہمارے پیش نظر ہمیشہ رہا اور کسی مسئلے میں بھی میں نے اس اصول کو مقدم رکھا ہے اور اب بھی میں آپ کے سامنے یہ کہتا ہوں کہ آئندہ بھی ہر کام میں یہی اصول میرے سامنے رہے گا۔ میں بھی انسان ہوں، دل رکھتا ہوں، آنکھیں رکھتا ہوں، لوگوں کے درمیان رہتا ہوں بہت کچھ دیکھتا اور محسوس کرتا ہوں۔ میرا دل متاثر ہوتا ہے اور میں دکھ درد کا احساس اور شعور رکھتا ہوں۔ لیکن جب بھی جامعہ، انجمن، طلبہ، اساتذہ کے مفاد کی بات آتی ہے تو وہاں اپنی ذاتیات کو بالائے طاق رکھ کر میں نے اس طرح کا مظاہرہ کیا ہے گویا میرے پاس دل نہیں ہے، شعور نہیں ہے میں نے ہر چیز اس کے سامنے بھلا دی ہے اور اس طرح کی کوشش کی ہے کہ میری ذات سے، میرے رویے سے یا میری کسی بات سے اس اصول کے برعکس کسی اور چیز کا اظہار نہ ہو چاہے اس سے میری ذات کتنی مجروح ہوتی ہو اور ذاتی طور پر مجھے اس کی جتنی بھی قیمت ادا کرنی پڑی ہو۔ چنانچہ ذمہ دارانہ یا غیر ذمہ دارانہ کسی حیثیت میں کسی سے جب میں نے کوئی بات کی ہے، کوئی معاملہ کیا ہے اور اس میں مجھے کوئی تکلیف پہونچی ہے یا کسی کو مجھ سے پہونچی ہو تو وہ

اس اصول کی وجہ سے ہوئی ہے تو میں نے وہ چیز اپنے دل میں باقی نہیں رکھی ہے اور ان بھائیوں سے بھی اسی کی توقع رکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ بھی اسی اصول کے لئے اپنی ذاتیات کی قربانی دیتے رہیں گے اور یہی ہماری انجمن کا طرہ امتیاز ہے سب لوگ جانتے ہیں کہ اس ہندوستان میں نہیں بلکہ ہر جگہ بہت ساری اولڈ بوائز کی انجمنیں ہیں، وہ اپنے طور پر بہت کچھ بناتی اور بگاڑتی ہیں لیکن آپکی انجمن جو بعض خصوصیات میں ممتاز ہے اور جس نے اپنے اتحاد واتفاق اپنے باہمی تعاون اور انتھک محنت اور کوشش سے قلیل مدت میں جو کچھ بھی جامعہ کی خدمت طلبہ کی، فارغین جامعہ کی اور معاشرے میں اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کی خدمت کی ہے یا کرنے کی کوشش کر رہی ہے بہر حال ایسی ہے۔ جس کا اعتراف کیا جاتا اور جس کی تعریف کی جاتی ہے انہوں کی طرف سے نہیں بلکہ دوسروں کی جانب سے جو تاثرات ہمارے سامنے آئے ہیں اس سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس پر ذرا ٹھہر کر سوچئے اور توجہ دیجئے اس پر میں بھی کافی زور دے رہا ہوں۔ اس لئے کہ اس وقت جو حالات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں یعنی اجتماعیت کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے ہر اجتماعیت میں قسم قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ مختلف انداز کے ذہن ہوتے ہیں۔ سوچنے کے انداز میں اختلاف فطری چیز ہے لیکن اختلاف، محدود اختلاف تک ہو تو یہ کوئی معیوب نہیں ہے۔ یہی اختلاف جب آداب اختلاف سے عاری ہو کر مخالفت میں تبدیل ہو جائے تو حق نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے جبکہ اختلاف فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہے۔ بلکہ آداب کا لحاظ رکھا جائے تو ہمارے لئے باعث رحمت ثابت ہو سکتی ہے۔

عزیز بھائیو! جو ذمہ داری میرے سر پہ ڈالی گئی ہے وہ بہت بڑی اہم ذمہ داری ہے آپ نے میرے اوپر یہ ذمہ داری ڈالی ہے اور میں اللہ کے بھروسے اور پھر آپ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ ذمہ داری قبول کر رہا ہوں۔ اور یہ امید کرتا ہوں کہ ہمیں آپ کا ہمیشہ تعاون حاصل رہے گا اور ہر نازک موڑ پر آپ ہمارا ہاتھ تھامیں گے اور غلط رخ اختیار کرنے پر صحیح رخ پر ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ برادرم نسیم غازی صاحب نے جو باتیں آپ کے



سامنے رکھیں وہ ان کے عالی ظرف ہونے کی دلیل ہے ان سے میرے ذاتی قسم کے تعلقات رہے ہیں۔ انہوں نے خود میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے قابل فخر ہے وہ کافی دنوں تک انجمن کے ذمہ دار رہے ہیں اور اس دوران جو خدمات انہوں نے انجام دی ہیں قابل ذکر ہیں، اپنی گوناگوں ذاتی اور جماعتی مشغولیتوں کے باوجود انجمن کو آج ترقی کی جس منزل پر پہونچایا ہے قابل قدر ہے اور اس کے لئے ہم سبھوں کو ان کا شکر گزار ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ ہی اس کا واقعی بدلہ دینے والا ہے۔ ان کے میرے اوپر بہت سے ذاتی احسانات بھی ہیں جن کا ذکر کر کے ان کا اجر ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے بحیثیت صدر بھی ہمارے اوپر کبھی کوئی ایسا حکم نافذ نہیں کیا کہ ہمیں یہ احساس ہوتا کہ حکم دیا جا رہا ہے۔ جبکہ بعض حالات ایسے ہوتے ہیں اور بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ اختلاف کی صورت میں ایسا کرنا پڑتا ہے لیکن ایسا کچھ کبھی محسوس نہیں ہوا۔ بلکہ باہمی اعتماد کی جو فضا ہونی چاہئے ہمیشہ بحال رہی اور یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں وہ اسی باہمی اتحاد واتفاق اعتماد کی فضا کے ثمرات ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس باہمی اعتماد اور اتحاد واتفاق کی فضا کو باقی رکھے اور اس کو بڑھاتا رہے۔ اور مجھے یہ توفیق دے کہ میں آپ کے تعاون سے خلوص کے ساتھ انجمن کے مقاصد کو بروئے کار لا سکوں۔ آمین!

---

**بقیہ: روداد انجمن**

ساتھ مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ اجلاس عام میں تنظیمی امور کے لئے وقت کی تنگ دامانی محسوس کی گئی نیز عالمیت پاس شدہ طلبہ، سمینار کے مقالوں کی اشاعت، دستور انجمن میں ترمیم اور اجلاس عام میں پیش کردہ مقالہ بعنوان "فارغین جامعہ ایک نظر میں" پر مفید تجاویز سامنے آئیں جنہیں مرکز انجمن بھیجا گیا، نیز انجمن سے عملاً غیر وابستہ طلبہ قدیم کو بالفعل وابستہ کرنے کیلئے لائحہ عمل طے کیا گیا۔

# ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس

محی الدین غازی

[عزیزان گرامی محی الدین غازی متعلم عربی ششم، صداقت حسین عربی ششم اور اکرام الرحمن علی ہجم نے ناظم شعبہ نشر واشاعت کی معاونت کی تھی۔ سیمینار کی درج ذیل رپورٹ محی الدین غازی نے مرتب کی ہے]

۹،۱۰ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو مادر علمی میں ہونے والا سیمینار انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے پانچویں اجلاس عام کی روح، دینی مدارس کے احیاء اور تعمیر نو کے سلسلہ میں تاریخی اہمیت کا حامل اور اس سلسلہ میں ہونے والی کوششوں میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جو اہل مدارس کو قبول کرلینی چاہئے اور جس کا اعتراف بیشتر اہل نظر کرتے بھی ہیں کہ دینی مدارس اپنے مقصد یعنی اعلاء کلمۃ اللہ اور اقامت دین کے لئے سپاہی کما حقہ تیار کرنے میں ناکام ہیں۔ اس ناکامی کے بہت سے اسباب ہیں جنھیں مقصد کو نظر انداز کرنا اور نصاب تعلیم کا ناقص ہونا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جامعۃ الفلاح میں ہونے والا سیمینار اس نوعیت سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں دینی مدارس سے متعلق تقریباً تمام ہی پہلوؤں پر برصغیر کے عظیم اور جلیل القدر علماء نے اظہار خیال فرمایا اور تمام ہی پہلوؤں پر نہایت خوشگوار فضا میں بحث ومباحثہ بھی ہوا۔

سیمینار کا آغاز ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز جمعرات ٹھیک ۹ بجے صبح کو ہوا پہلے سیشن کی صدارت مولانا حبیب ریحان ندوی ازہری ناظم تاج المساجد بھوپال نے کی اور نظامت کے فرائض مولانا عبید اللہ فہد صاحب فلاحی لکچرار اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے انجام دئے پہلے سیشن میں کل چھ مقالے پیش کئے گئے ہر مقالہ نگار کو بیس منٹ کے اندر اپنی بات



کہنی تھی اور آخر میں بحث ومباحثہ کے لئے خاص وقت دیا گیا تھا۔ اس سیشن میں سب سے پہلا مقالہ مولانا سلطان احمد اصلاحی ادارہ تحقیق وتصنیف علی گڑھ کا تھا آپ کا عنوان تھا "ہندوستان میں موجودہ تعلیمی تحریکات" اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسۃ الاصلاح اور جامعۃ الفلاح کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سرسید پر تنقید کرنے والے علماء کے یہاں منشا کم خلوص تھا اس پر حاضرین نے اور صدر سیشن نے سخت اعتراض کیا۔ دوسرا مقالہ جناب پروفیسر اکبر رحمانی صاحب جلگاؤں مہاراشٹر کا تھا آنجناب نے "تعلیم بالغان اور دینی مدارس" کے عنوان کے تحت کہا کہ آج بھی یہ دینی مدارس اسلام کا مستحکم قلعہ ہیں۔ ان مدارس کو قدامت پرست اور جامد کہہ کر انکی اہمیت کو ختم نہیں کیا جاسکتا آپ نے تعلیم بالغان کے تعلق سے پانچ نہایت وقیع تجاویز پیش کیں۔ تیسرا مقالہ جناب مولانا عبداللہ مدنی جھنڈا نگری کا تھا مقالہ کا عنوان تھا "دور جدید کے تقاضے اور دینی مدارس کا نصاب" مولانا نے کہا ہمارے مدارس کا نصاب تعلیم موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں، سند عالمیت وفضیلت حاصل کرنے والوں کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے مگر اساتذہ کی قلت کی شکایت بدستور ہے مولانا نے نصاب کے تعلق سے چند مگر بڑی اہم تجاویز رکھیں۔ اسی نشست میں مولانا قاری ابوالحسن اعظمی استاذ دارالعلوم دیوبند کا مقالہ بھی پیش ہوا مولانا کی علالت کے باعث جامعہ کے ایک طالب علم برادر امتیاز احمد بدائی نے مقالہ پڑھا۔ عنوان تھا "دور جدید کے تقاضے اور دینی مدارس" مقالہ نگار نے دارالعلوم دیوبند کے نصاب کو سراہتے ہوئے منطق اور فلسفہ کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا نصاب کے تعلق سے کچھ اہم مشورے بھی دئے۔ پانچواں اور کلیدی مقالہ جناب سید حامد صاحب سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا تھا آنجناب نے "ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس" کے عنوان کے تحت فرمایا لوگ کہتے ہیں اسلامی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا ہے میں کہتا ہوں ایسا نہیں ہے۔ انہوں نے بڑے درد کے لہجہ میں کہا کہ جو طلبہ ان مدارس سے عصری دانش گاہوں میں گئے انہوں نے وہاں مشعل راہ بننے کے بجائے خود وہیں کے طور طریقے اختیار کر لئے۔ انہوں نے کہا جس علم کو فرض کیا گیا ہے وہ محدود علم نہیں ہے بلکہ اس میں دینی اور عصری دونوں علوم شامل ہیں اس پر بعض حاضرین نے اعتراض کیا راقم کا

بلکہ یہ خیال ہے کہ جس علم کو فرض کیا گیا ہے وہ دینی علم ہے۔ عصری علوم کو دینی علوم کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ پہلی نشست کا آخری مقالہ مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا تھا مولانا بعض معذوریوں کی بنا پر تشریف نہ لا سکے بلکہ اپنا مقالہ بعنوان "ملت کے معاشی مسائل اور دینی مدارس" بھیج دیا تھا جسے جناب حسن حبیب صاحب فلاحی نے پڑھ کر سنایا۔ نشست کے آخر میں سوال جواب کا وقفہ تھا حاضرین نے بڑے خوشگوار ماحول میں خوب کھل کر سوالات کئے طلبہ جامعہ بھی اس میں پیش پیش رہے۔ آخر میں حضرت مولانا حبیب ریحان خاں صاحب ندوی ازہری نے صدارتی کلمات پیش فرمائے مولانا نے کہا قرآن کو قرآن سے پڑھا جائے اور کائنات کے مشاہدوں سے دیکھا جائے مولانا عبداللہ جعفر کے مقالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا فقہ مقارن سے اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا۔ مولانا نے سمینار کو سراہتے ہوئے کہا کہ حاضرین کی تعداد کے لحاظ سے بھی اور مقالات کی اہمیت کے لحاظ سے بھی سمینار کامیاب رہا۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء بعد نماز ظہر سمینار کا دوسرا سیشن شروع ہوا اس سیشن کی صدارت سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جناب سید حامد صاحب نے کی اور کنوینر کے فرائض مولانا ابو المکارم صاحب فلاحی ازہری نے انجام دئے، سیشن کا پہلا مقالہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم جامعہ ہمدرد نئی دہلی کا تھا مقالہ کا عنوان تھا "اتحاد ملت اور دینی مدارس" مقالہ نگار نے عنوان کے تعلق سے کہا دینی مدارس کے طلبہ کا مقصد ایک ہی ہے یعنی ایک خدا کا پیغام دنیا کے سامنے پیش کرنا اس لئے اتحاد ملت انہیں کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ جب کہ یونیورسٹی کے طلبہ کے مقاصد جدا جدا ہوتے ہیں لہٰذا وہ ملت میں اتحاد پیدا نہیں کر سکتے۔ مقالہ اتحاد ملت کے تعلق سے بڑی اہم تجاویز پر مشتمل تھا۔ دوسرا مقالہ محترم جناب راحت ابرار صاحب پی، آر، او، آفس علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا تھا مقالہ کا عنوان تھا "ریاستی حکومت کی تعلیمی پالیسی اور دینی مدارس" جناب راحت ابرار نے ریاستی حکومت کی تعلیمی پالیسی پر تو روشنی ڈالی مگر دینی مدارس کے تعلق سے کچھ نہ کہا اس طرح یہ مقالہ ادھورا اور نامکمل ہی رہا۔ سیشن کا آخری مقالہ ڈاکٹر عبد القیوم صاحب ڈائرکٹر مرکز فروغ سائنس علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

لہ اجلاس کے موقع پر خبر نشر و اشاعت کے ضمن میں راحت ابرار صاحب کی خدمات لائق قدر ہیں طلبہ و اساتذہ سبھی نے انکے خلوص اور انتھک محنت کو محسوس کیا۔ ہم موصوف کے مشکور بھی ہیں اور انکے لئے دعا گو بھی۔ (ادارہ)



"دینی مدارس اور سائنسی تعلیم" کے عنوان پر پیش کیا۔ اس کے بعد سوال جواب کا نمبر آیا مگر وہ گرمی نظر نہ آئی جو پہلے سیشن میں تھی۔ آخر میں جناب سید حامد صاحب نے صدارتی کلمات پیش کئے۔ سمینار کا تیسرا سیشن بعد نماز عشاء پروفیسر جناب یٰسین مظہر صدیقی شعبہ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی صدارت میں ہوا اس سیشن کے کنوینر ڈاکٹر عبد الباری فلاحی صاحب جامعہ ہمدرد دہلی تھے۔ یہ سب سے طویل اور معرکہ خیز نشست تھی رات گئے تک حاضرین بڑی دلچسپی سے ہمہ تن گوش رہے۔ نشست کا پہلا مقالہ مولانا ظفیر الدین مفتاحی مفتی دار العلوم دیوبند کا تھا مقالہ نگار کے شریک نہ ہونے کے باعث جامعہ کے ایک طالب علم برادر اکرام الرحمٰن فلاحی نے اسے پیش کیا مقالہ نگار نے "دینی مدارس کا وفاق۔ مسائل" کے موضوع کے تحت کہا مدارس کے ذمہ دار اور علماء کرام تنگ نظری کا شکار ہیں، اگر آل انڈیا سیاسی تنظیم قائم ہو سکتی ہے تو مدارس کی تنظیم کیوں قائم نہیں ہو سکتی۔ دوسرا مقالہ "ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس" کے عنوان سے ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی بنارس ہندو یونیورسٹی کا تھا آپ نے کہا ہمارا مقصد علوم دینیہ کے ماہرین پیدا کرنا ہے اور علوم دینیہ اتنے زیادہ شاخ در شاخ ہیں کہ علوم جدیدہ کے لئے گنجائش نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے پری طب کی طرح پری سائنس وغیرہ کا دو تین سالہ نصاب تیار کرنے کی تجویز پیش کی، جس پر بعض حاضرین نے رائے ظاہر کی کہ پری طب پر پری سائنس کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ تیسرا اور بڑا اہم مقالہ مولانا عبد الوہاب خلجی نے "ملی مسائل اور دینی مدارس" کے موضوع کے تحت پیش کیا مولانا نے کہا اسلامی مدارس کی معاشی خوشحالی انتہائی ضروری ہے۔ چوتھا مقالہ استاذ گرامی صدر جامعہ جناب مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی کا تھا آپ کے مقالے کا عنوان تھا "غلبہ اسلام کی جدوجہد اور دینی مدارس" مولانا نے اپنے پر مغز اور وقیع مقالہ میں فرمایا مدارس نے تعلیم برائے تعلیم کو قبول نہیں کیا بلکہ تعلیم برائے احیاء اسلام کو قبول کیا اگر یہ کہا جائے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی تحریک چلانے والے صرف مدارس اسلامیہ کے فارغین تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ دار العلوم دیوبند، دار العلوم ندوۃ العلماء علی گڑھ مسلم یونیورسٹی وغیرہ کے کردار پر گفتگو کرتے ہوئے بعض ان امور کی نشاندہی کی جن کا خیال نہیں رکھا جا رہا اگر رکھا جاتا تو آج غلبہ اسلام کی جدوجہد کسی اور منزل میں ہوتی۔ پانچواں مقالہ مولانا حبیب ریحان

مدنی کا تھا مولانا نے اپنے مقالے میں ایک لطیف مگر بڑی اہم وضاحت کی مولانا نے کہا دینی تعلیم کے مقابلے میں عصری تعلیم کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ دین غیر عصری ہے اس کے بعد مولانا رفیق احمد سلفی مدیر التوعیہ دہلی نے "اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب" کے تحت مقالہ پیش کیا مولانا نے کہا اختلافات اگر حد میں ہوں تو خوش آئند ہوتے ہیں غور و فکر کے دروازے کھلتے ہیں مخفی گوشے روشن ہوتے ہیں مولانا نے اختلاف کے کچھ اصول و آداب ذکر کئے جو بڑے ہی اہم اور قابل عمل ہیں۔ اس نشست کے آخری مقالے کے تذکرے سے پہلے یہ کہنا ضروری ہے کہ جامعۃ الفلاح کا جماعت اسلامی ہند سے گہرا اور مضبوط روحانی اور عملی تعلق ہے جامعۃ الفلاح دراصل ارکان جماعت کی کوششوں اور جماعت کے عملی تعاون کا نتیجہ ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ جماعت اسلامی ہند کی تعلیمی خدمات کا بھی اس موقعہ سے مفصل تذکرہ ہو۔ علاوہ ازیں خود جماعت اسلامی کی تعلیمی کوششوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا چنانچہ سکریٹری جماعت اسلامی ہند برائے تعلیمات محترم جناب محمد اشفاق صاحب نے "جماعت اسلامی ہند کی تعلیمی خدمات" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا مقالہ نہایت معلوماتی اور مبسوط تھا۔ اس کے بعد سوالات کا وقفہ تھا کافی دیر تک سوال و جواب اور مباحثہ ہوتا رہا آخر میں صدر سیشن پروفیسر جناب [illegible] صدیقی صاحب نے صدارتی تقریر کی۔

[illegible] پانچویں اور آخری نشست ہوئی جس کی صدارت مولانا سید جلال الدین انصر عمری صاحب نے کی اور کنوینر کی ذمہ داری مولانا منور حسین صاحب فلاحی نے انجام دی۔ اس سیشن میں سب سے پہلا مقالہ استاد محترم مولانا محمد طاہر صاحب عمری مدنی کا تھا مقالہ کا عنوان تھا "ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ اور دینی مدارس" مولانا نے ادیان کے تقابلی مطالعہ کے فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سے جہاں اسلام کی حقانیت واضح ہوتی ہے وہیں جملہ ادیان سے واقفیت کے ذریعہ بگاڑ کے عوامل کا پتہ چل جاتا ہے جس سے اسکے راستے بند کئے جاسکتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا ادیان کے تقابلی مطالعہ کی غیر معمولی اہمیت کے باوجود دینی مدارس نے اپنے نصاب میں اسے جگہ



نہیں دی۔ اس تعلق سے بڑی وقیع اور مفید تجاویز پیش کرتے ہوئے مولانا نے زور دیا کہ ادیان کے تقابلی مطالعہ کو نصاب میں شامل کیا جائے اس کی ممکنہ شکلوں میں ایک سال کیلئے تخصص فی الدعوۃ کی تجویز آپ نے پیش کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی شعبہ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے مقالہ پیش کیا مقالہ کا عنوان تھا "موجودہ دور کے تقاضے اور مدارس کا نصاب: مسائل و تجاویز" مقالہ نگار نے اپنے مبسوط مقالہ میں اس پر بھی زور دیا کہ دینی مدارس کے فارغین کو یونیورسٹی میں سہولتیں فراہم کی جائیں۔ اس کے بعد ایک معلوماتی مقالہ جناب پروفیسر یسین مظہر صدیقی صاحب استاد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے پیش کیا "عہد نبوی کے تعلیمی ادارے" کے تحت موصوف نے عہد نبوی کے تعلیمی اداروں کا ترتیب زمانی کے لحاظ سے تذکرہ کیا جنکی ابتداء خود دارِ نبوی سے ہوتی ہے اس کے بعد "مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی" کے موضوع پر ڈاکٹر احمد سجاد صاحب استاد رانچی یونیورسٹی نے مقالہ پیش کیا۔ آپ نے دینی مدارس کے فارغین کے اندر موجود احساس کمتری پر اظہار افسوس کیا۔

سیمینار کا آخری مقالہ ڈاکٹر مولانا محمد عنایت اللہ صاحب سبحانی نے پیش کیا مقالہ کا عنوان تھا "دینی مدارس اپنا متوقع کردار کیوں نہ ادا کرسکے" موصوف نے کہا کہ مدارس کی صورتحال ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم تمام ارباب مدارس پوری فراخ دلی کے ساتھ اپنی ناکامی کا اعتراف کریں۔ ناکامی کی وجوہات گناتے ہوئے کچھ خامیوں کا تذکرہ کیا جن میں نصاب تعلیم، نظام تربیت اور اساتذہ اور معلمین کے تعلق سے بعض کی نشاندہی کی نیز پالیسی ساز کمیٹیوں کے نقص کی جانب بھی اشارہ کیا اور کہا کہ ان اسباب کے باعث جب مدارس اپنا متوقع کردار ادا کرنے سے عاجز رہے تو انہوں نے سوچا کہ تنہا یہ علم دین اس دور کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ضروری ہے کہ عصری علوم کی بیساکھی بھی اس کے ہاتھ میں ہو۔ اور اس طرح یونیورسٹیوں سے الحاق کا راستہ نکالا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے کتنے باصلاحیت نوجوان جن سے ہماری بہت سی توقعات وابستہ تھیں، وہاں جاکر ضائع ہوگئے اور اب تو بہت سے آتے ہی اسی ارادے سے ہیں کہ انہیں ان مدارس کو یونیورسٹیوں کیلئے زینہ بنانا ہے

الغرض مقالہ نہایت مفصل مبسوط اور معرکۃ الآراء تھا۔ آخر میں مولانا جلال الدین انصر عمری کی صدارتی تقریر پر سیمینار کے آخری سیشن کا اختتام ہوگیا۔

یہ تھی سیمینار کی ایک ہلکی سی جھلک راقم کا تاثر ہے کہ یہ سیمینار بعض پہلوؤں سے بڑی اہمیت کا حامل اور امتیازی شان رکھتا ہے سیمینار کا ایک قابل تحسین پہلو یہ ہے کہ مقالہ نگاروں کی اکثریت دینی مدارس کے فضلاء پر مشتمل تھی۔ راقم سمجھتا ہے کہ دینی مدارس کے مسائل علمائے دین ہی زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ اس میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے فضلاء نے شرکت کی اور پورے سیمینار پر مسلکی وسیع النظری غالب رہی البتہ کہیں کہیں ہلکی اور خوشگوار جھڑپ بھی ہوئی۔ تعلیمی تحریکوں میں سرسید کی تحریک اور دارالعلوم دیوبند کی تحریک خاص موضوع بحث بنی۔ نصاب کا مسئلہ بھی خاصا ابھر کر سامنے آیا یونیورسٹیوں سے دینی مدارس کے الحاق کے سلسلہ میں آخری سیشن میں زوردار گفتگو ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ سیمینار ختم ہوتے ہوتے ہمارے سامنے غور و فکر کی نئی راہیں کھولتا گیا۔ خدا کرے ایسی کوششیں بار بار ہوں۔

---

بقیہ: مسلمانوں کی ذمہ داریاں

کیا شققت عن قلبہ کہا کیا اللہ راستے کھول دیتا ہے ہم نہیں سمجھتے ہمیں نہیں معلوم ہم آگے تو انشاء اللہ العزیز راستے کھلیں گے اللہ تعالیٰ ہم تمام کو وہ تمام باتیں جس کو میں نے آپ لوگوں کے سامنے رکھا مسلمانوں کی ذمہ داری کے تعلق سے اللہ کا ڈر، اسلامی زندگی اتحاد و اتفاق خیر امت کا حق ادا کرنا اور آخرت کی جوابدہی کا احساس اپنے اندر پیدا کرنا ان باتوں پر غور کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



# طلبہ کا تعلیمی مظاہرہ

انجمن کے اجلاس عام کے موقع پر اس بات کا موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ اجلاس میں شریک ہونے والے ابنائے قدیم اور دیگر مہمانان گرامی طلبہ کا جائزہ لے سکیں کہ وہ کس رخ پر جا رہے ہیں، کیا سوچتے اور کرتے ہیں ان کے اندر کیا کیا صلاحیتیں ہیں اور جامعہ کس حد تک اپنے ہدف تک کامیاب ہو رہا ہے۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو طلبہ کے تعلیمی مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ عبدالمنان مظہر متعلم عربی پنجم کی تلاوت کلام پاک سے یہ پروگرام شروع ہوا ترانہ جامعہ کے بعد سکریٹری جمعیۃ الطلبہ ابو صالح اعظمی نے جمعیت کا تعارف کرایا جسے ہم الگ سے اسی شمارہ میں پیش کر رہے ہیں پھر متعدد چھوٹے بڑے طلبہ نے مختلف زبانوں میں تقریریں کیں اور نظمیں پڑھیں۔ ہم بطور نمونہ چار تقریروں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

ممتاز عالم متعلم عربی پنجم نے انگریزی میں بعنوان "No way but Islam" تقریر کی اور بتایا کہ آج انسان گوں معاشی، سیاسی، سماجی اور اخلاقی بحرانوں کا شکار ہے، ان کا حل صرف اور صرف اسلام ہے، وہ اسلام جو اس ہستی کے عطا کردہ اصول و قوانین کا مجموعہ ہے جو پوری کائنات کا یکتا و تنہا مالک حاکم مقتدر اعلیٰ اور رب ہے۔ انسانوں کا خود ساختہ کوئی نظام قانون یا دستور کبھی اچھے پھل نہیں لا سکتا اگر وقتی طور پر وہ قائم ہو بھی جائے تو اپنی بے شمار خرابیوں کی وجہ سے زیادہ دیر تک ٹک نہیں سکتا سرمایہ داری، جاگیرداری، اشتراکیت اور جمہوریت کی ناکامی اس کی زندہ مثال ہے اب میدان میں صرف مسلمان ہے آج انسان ضرورتمند ہے ایک ایسے نظام کا جو عدل و انصاف انسانیت دوستی اور بھائی چارہ کا حقیقی علمبردار ہو، جہاں سب کیلئے ترقی کے یکساں مواقع ہوں، ذرائع و وسائل پر کسی مخصوص گروہ کی اجارہ داری نہ ہو یہ نظام اسلام کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے ہماری ذمہ داری ہے کہ اسے ہم لوگوں کے

سامنے پیش کریں

جاوید احمد متعلم عربی پنجم ہندی میں "ہندوستانی سماج کا بحران اور اس کا حل" کے موضوع پر بول رہے تھے۔ ان کے خیال میں بھارت نے سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں اتنی ترقی کرلی ہے کہ اگر ایک صدی قبل کا انسان اگر اس کو دیکھے تو وہ حیرت میں ڈوب جائے لیکن ایک طرف یہ مادی ترقی ہے دوسری جانب اخلاقی، تہذیبی، سیاسی اور اقتصادی انحطاط اپنی آخری حدوں کو چھو رہا ہے، روحانیت سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے اور انسانیت امن و شانتی اور قلبی سکون کیلئے پریشان ہے۔ انہوں نے طلبہ سے اپیل کی کہ وہ اسلام کو لیکر میدان میں اتریں جو بھارتی سماج کے بحران کا واحد حل ہے۔ انہوں نے کہا آج اسلام کے خلاف مغرب کا جھوٹا پروپیگنڈہ شباب پر ہے، دوسری طرف مسلم سماج بھی اپنے عمل سے اسلام کی غلط نمائندگی کرتا ہے اور اسکی تصویر بگاڑ کر پیش کر رہا ہے۔ ان حالات میں جامعہ کے طلبہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ دینی و عصری علوم سے آراستہ ہوکر اور اسلام کی جلتی پھرتی تصویر بن کر بھارت کی ڈوبتی کشتی کو ڈوبنے سے بچانے کیلئے آگے بڑھیں

کرم حسین متعلم عربی ہفتم نے عربی زبان میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام زندگی کے ہر گوشہ اور پہلو کیلئے رہنمائی دیتا ہے۔ یہ دین بندوں کا گھڑا ہوا نہیں، خدا کا اتارا ہوا ہے اور سارے انسانوں کے لئے ہے۔ انسان کی کامیابی اسی دین کی اتباع میں ہے۔ دنیا اس دین کو چھوڑ کر کبھی امن و سکون نہیں پا سکتی، نیز امت مسلمہ کے بھی سارے مسائل اسلام اور شریعت اسلامی سے دوری کا ہی نتیجہ ہیں۔ مسلمانوں اور سارے انسانوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ اپنے طرز عمل کا جائزہ لیں اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس دین کا حق ادا کریں۔

اردو زبان میں تقریر کرتے ہوئے محمد آصف علی پوری متعلم عربی سوم نے دنیا کی تباہی اور فساد کا ذکر کیا اور کہا کہ لوگوں نے سوشلزم، کمیونزم اور سرمایہ دارانہ جمہوریت میں اپنے مسائل کا حل ڈھونڈنا چاہا لیکن ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

خالد محمد آصف نے بتایا کہ وحدت الٰہ اور وحدت آدم ہی کی بنیاد پر معاشرہ کو حقیقی سکون



سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے اور یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہے، وہ سارے انسانوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہے سب کو خدا کی مخلوق اور سب کو آدم کی اولاد سمجھتا ہے۔ یہاں حسب و نسب، مال و دولت، رنگ و زبان اور علاقہ کی بنیاد پر کوئی بڑا یا چھوٹا نہیں بلکہ اِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جس کے اندر تقویٰ سب سے زیادہ ہے

پروگرام کے آخر میں شمشاد حسین بجنوری متعلم عربی ہفتم کا لکھا ہوا تمثیلیہ پیش کیا گیا جس کا عنوان تھا "راہ حق کا مسافر" اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس ڈرامہ کا ہیرو حسن عباس حق کا داعی ہے، مخالف ماحول ہے غنڈہ گردی شباب پر ہے اور حکومت کا کردار بھی انتہائی متعصبانہ اور ظالمانہ ہے۔ حسن عباس قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے اپنی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر دیتا ہے نہ ترغیبات راہ کا روڑا بنتی ہیں اور نہ ترہیبات کا کچھ اثر ہوتا ہے۔ بالآخر اسلام کے اس ہیرو کو شہادت نصیب ہوتی ہے اور اس کے بعض ساتھی بھی اس کے ساتھ جام شہادت نوش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ یہ تمثیلیہ دعوت کا کام کرنے والوں کیلئے اپنے اندر بڑا سبق رکھتا ہے اس تمثیلیہ کو اسٹیج کرنے والے درج ذیل طلبہ تھے۔

- شمشاد حسین عربی ہفتم
- فیصل اقبال عربی سوم
- محی الدین غازی عربی ششم
- نورالاسلام عربی ششم
- محمد عظیم آکولوی عربی پنجم
- فیصل امین الاسلام عربی سوم
- خالد مسعود عربی پنجم
- صداقت حسین عربی ششم
- عبدالرؤف عربی پنجم

- ابوالحسن عربی چہارم
- عبدالسلام عربی چہارم
- محمد الیاس درعاجی پور ״
- محمد ارشد دمشقی ״
- حافظ محمد الیاس آکولوی ״
- ״ ״ شاکر
- مشتاق الاسلام

# جمعیۃ الطلبہ

## مقاصد اور طریقہ کار

ابو صالح اعظمی

(اجلاس عام کے موقع پر سکریٹری جمعیۃ الطلبہ ابو صالح اعظمی کا حاضرین سے خطاب)

آزادی کے پرتشدد اور خونچکاں ہنگاموں کے بعد مسلمانان ہند نے جب سانس لیا اور انہیں کچھ سوچنے کا موقع ملا تو انہیں شدت سے ایسی درسگاہوں کی ضرورت محسوس ہوئی جہاں وہ اپنی نوخیز نسل کی اس طرح تعلیم و تربیت کر سکیں کہ ایک طرف انہیں اپنے دین کا علم ہو، انہیں اپنے شاندار ماضی کا صحیح شعور ہو، وہ اپنی علمی شناخت باقی رکھ سکیں اور وہ حق کے قولی و عملی گواہ بنکر باشندگان ملک کے سامنے آئیں۔ دوسری جانب دنیا سے بے خبر نہ ہوں، نظم دنیا چلانیکا انہیں سلیقہ آتا ہو، آج کی دنیا سے اسکی زبان اور اسکے اپنے اسلوب میں گفتگو کر سکیں۔ اسی مقصد کیلئے مرکزی درسگاہ اسلامی رامپور کا قیام عمل میں آیا جہاں جدید و قدیم کا مناسب امتزاج تھا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ درسگاہ ثانوی سے آگے نہ بڑھ سکی۔ پھر اتنے بڑے ملک کیلئے ایک درسگاہ کیونکر کافی ہو سکتی ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا یہ احساس شدت اختیار کرتا گیا اور بالآخر سنہ ۱۹۶۲ء میں جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ عصری علوم کو مناسب نمائندگی دی گئی اور اسے مسلکی و فقہی تعصبات سے بچانیکا پورا اہتمام کیا گیا، جسکے نتیجہ میں وہ جدید و قدیم کا حسین سنگم بن گیا۔

اول دن سے جامعہ کے اساتذہ اور مؤسسین کے پیش نظر یہ بات رہی ہے کہ دور حاضر میں اسلامی اقدار حیات کی بازیابی کیلئے حقائق کی دنیا میں عملی جد و جہد کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ ارتقاء پذیری انہیں چیزوں کا خاصہ ہے جو حرکت و انقلاب کی صلاحیت رکھتی ہوں، ہم خود اپنی روز مرہ کی زندگی میں اکثر اس بات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے وجود کی بقا کے لئے مصروف تگ و دو ہے پانی کی شورش، ہواؤں کا تموج، شمس و قمر کی روانی اور



گردش زمیں اس بات پر شاہد ہیں کہ حرکت و عمل ہی زندگی کی بقا کی ضمانت ہے۔ یہی قانون افراد و ملل پر بھی حرف بحرف صادق آتا ہے۔ غم دلی و سست گامی اور جمود و تعطل سے فطرت کو سخت عداوت ہے، چنانچہ ان امراض میں گرفتار قومیں دیکھتے دیکھتے پستی و تباہی کے تاریک غاروں میں کھو جاتی ہیں، اور اگر وقت کا دھارا کبھی انہیں ابھار کر سطح زندگی پر نمایاں کر بھی دیتا ہے تو رموز زندگی اور حرارت عمل سے ناآشنائی کی بنا پر پانی کے بلبلوں کی طرح سطح ہستی سے غائب ہو جاتی ہیں۔ اقبال کہتا ہے ؎

پختہ تر ہے گردش پیہم سے جام زندگی
ہے یہی اے بے خبر راز دوام زندگی

حرکت و عمل کے ساتھ ساتھ دوسری اہم مطلوبہ چیز تنظیم اور اجتماعیت ہے، اجتماعیت کے بغیر نہ کوئی کام بخیر و خوبی اپنے انجام کو پہونچ سکتا ہے اور نہ کوئی تحریک اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو سکتی ہے کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں آج تک جتنی بھی تحریکیں کامیابی سے ہمکنار ہوئی ہیں ان سب کی کامیابی اجتماعیت ہی کی مرہون منت ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اقوام و ملل کی کامیابی و ترقی میں اجتماعیت و تنظیم نے ہمیشہ ایک اہم رول ادا کیا ہے اور کرتی رہے گی چنانچہ اسی بنیاد پر اسلام میں انفرادیت کے مقابلے میں اجتماعیت ہی کو اہمیت اور مرکزیت حاصل ہے اسی لئے ہماری عبادات، ہمارے معاملات، ہماری معیشت اور ہماری سیاست غرض کہ ہماری ہر ہر چیز میں اجتماعیت کے پہلو پیدا کئے گئے ہیں اور اس اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لئے ایک طرف تو ایسے قوانین دیئے گئے ہیں جن پر عمل کرنے والے افراد علیحدگی پسندی کی طرف جا نہیں سکتے، دوسری طرف ایسی ترغیبات دی گئی ہیں جو انسان کے دل کو پوری طرح اپیل کرتی ہیں اور اسے اجتماعیت کا گرویدہ بناتی ہیں۔

منتشر مزاج اور انفرادیت پسند اقوام تو اپنے آپسی اختلافات اور باہمی انتشار کی بنا پر اس لائق بھی نہیں رہ جاتیں کہ اپنے آپکو پستی اور ذلت و نامرادی کے ان مہیب غاروں

میں گرنے سے بچا سکیں جو باہمی اختلافات کی بنا پر انکا مقدر ہو چکے ہیں۔ چنانچہ تاریخ نے بارہا اس بات کی شہادت دی ہے کہ جب بھی امت مسلمہ افتراق و انتشار کا شکار ہوئی تو شکست و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور وہ تنزل و انحطاط کی تاریک وادیوں میں گم ہو کر بھٹکنے لگی۔

چنانچہ انہی حقائق کے پیش نظر جن جامعہ کے بانیوں نے یہ طے کیا کہ انکے پودوں کی اس طرح آبیاری کی جائے کہ انکے اندر حرکت و انقلاب پیدا ہو اور منتشر و پراگندہ اور بکھری ہوئی بھیڑوں کے مانند رہنے کے بجائے انکے اندر اجتماعیت کا احساس جاگے، وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ملت کے سامنے آئیں اور ملت کی زلف پریشاں کو سنواریں۔ چنانچہ اس منہج پر انکی اس طرح تربیت کی گئی کہ ۱۹۷۲ء میں جامعہ کے باشعور طلبہ نے مختصر افرادی سرمایہ سے جمعیۃ الطلبہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ آج جمعیۃ الطلبہ کے قیام کو [illegible] سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس طویل مدت کے دوران جمعیۃ الطلبہ کو بہت سے نشیب و فراز کا سامنا کرنا پڑا اور راہ میں کتنے ہی پیچ و خم آئے، بحمد اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ جمعیۃ الطلبہ اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مصروف رہی۔

امت مسلمہ پر امت وسط ہونے کی حیثیت سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مظلوم انسانیت کو ظلم و جہل کی تاریک وادیوں سے نکال کر عدل و قسط کی متوازن اور اور صالح شاہراہ پر لائے۔ اس لحاظ سے جمعیۃ الطلبہ کا اولین اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ جمعیت کے ارکان اپنی زندگی کو اسلام کی جیتی جاگتی تصویر اور عملی نمونہ بنائیں تاکہ وہ خیر امت کی حیثیت سے حق کے قولی و عملی شاہد اور خیر کے داعی بنیں، اور اپنے انفرادی و اجتماعی کردار کو تعلیمات اسلامی کے سانچے میں ڈھالکر اسلامی اصول و قوانین کی روشنی میں ملک و ملت کی صالح اور صحت مند تعمیر میں مؤثر رول ادا کر سکیں ایک طرف وہ اپنے دینی فرائض اور شریعت الٰہی کے تمام احکامات پر پورے شعور اور پابندی کے ساتھ عمل کریں اور دوسری طرف اپنے معاشرے میں، اپنے ملک میں اور پھر پورے عالم



انسانیت میں اسلامی اصولوں اور تعلیمات کو متعارف کرائیں اور انہیں حق و صداقت پر مبنی اور حقیقی فوز و فلاح کے ضامن ہونیکا یقین دلائیں، ظاہر ہے کہ یہ نصب العین صحیح تعلیم و تربیت اور مناسب علمی استعداد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

جمعیۃ الطلبہ، طلبہ کی اصل تربیت گاہ کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ وہ جو کچھ اپنے اساتذہ کرام سے درجوں میں سیکھتے ہیں اور جو اپنے خارجی مطالعے سے حاصل کرتے ہیں، اسکی مشق و ممارست جمعیۃ الطلبہ ہی بہم پہونچاتی ہے اس طرح سے جمعیۃ الطلبہ، جامعۃ الفلاح کے مقاصد کی تکمیل کا بہترین عملی ذریعہ ہے اور یہی چیز اس کے پیش نظر بھی ہے۔ جیسا کہ اس کے مقاصد سے ظاہر ہوتا ہے، جمعیت نے اپنے مربیوں اور ہمدردوں کے مشوروں کی روشنی میں اپنا ایک لائحہ عمل مرتب کیا ہے۔

جمعیت کوشش کرتی ہے کہ طلبہ کی علمی استعداد میں اضافہ ہو اس کے لئے ہر طالب علم پر قرآن و سنت، سیرت اور تاریخ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ اور عصری علوم کا تنقیدی مطالعہ لازمی قرار دیا گیا ہے نیز طلبہ کے اندر تقریر و تحریر کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے مختلف انداز سے کوششیں ہوتی ہیں اور سب سے بنیادی بات یہ کہ علمی اور عملی طور پر اسلام کا نمائندہ بننے کے لئے ہر کارکن اپنی ہمہ جہتی اصلاح و تربیت کیطرف مائل رہتا ہے۔ اس عظیم منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جمعیت نے اپنے جملہ امور کو درج ذیل شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ لائبریری:- لائبریری کا علمی دنیا میں جو مقام ہے وہ محتاج بیان نہیں، اسکی اسی اہمیت کے پیش نظر جمعیت نے اس جانب سب سے پہلے توجہ دی ہے۔ اور ایک لائبریری کا قیام عمل میں لایا جس میں اس وقت دینیات، سیرت، تاریخ، ادب، سیاسیات، معاشیات، [illegible] اور فلسفہ وغیرہ جیسے فنون پر اردو، انگریزی، عربی اور ہندی میں پونے پانچ ہزار کتابیں موجود ہیں لیکن ظاہر ہے کہ طلبہ کی اتنی کثیر تعداد کے لئے یہ کتابیں ناکافی ہیں، پھر کوئی بھی فن ایسا نہیں جس پر سیر حاصل بحث کے لئے اسکی تمام مطلوبہ کتابیں ہماری لائبریری کو فراہم ہوں، بہت سے اور مصنفین ایسے ہیں جنکی تصنیفات اب تک ہماری لائبریری کی زینت نہیں بن سکی ہیں۔ جبکہ چاہئے تھا کہ ایک ایک فن کی اہم کتابوں کے کئی سیٹ ہوتے تاکہ طلبہ کو مطالعہ میں وقت

بعض کتابوں کیلئے طلبہ سالوں انتظار کرتے رہتے ہیں لیکن انکا نمبر آتا ہی نہیں۔ ہمارے اسلاف نے بہت پہلے سے کتب خانوں کا اہتمام کیا تھا جبکہ غیر اسلامی دنیا ان سے ناواقف تھی ایک طالب علم کیلئے جس طرح مادی غذا کا ہونا ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ اسکی ذہنی خوراک کیلئے لائبریری اور کتب خانوں کی ضرورت ہے

۲۔ رسائل وجرائد:۔ لائبریری سے متعلق ایک شعبہ رسائل وجرائد کا بھی ہے جس کے تحت ملک و بیرون ملک کے مختلف زبانوں میں نکلنے والے اخبارات و رسائل منگانے کی کوشش کیجاتی ہے اس وقت کل ۷۰ رسائل وجرائد اور اخبارات منگائے جاتے ہیں۔ جن میں روزنامہ ۳، سہ روزہ ۲، ہفت روزہ ۹، پندرہ روزہ ۳، ماہنامے ۴۲، سہ ماہی ۵، آتے ہیں آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ کیا یہ رسائل وجرائد کافی ہیں ہمیں احساس ہے کہ بہت سے اہم اخبارات اور رسائل وجرائد ہماری خواہش کے باوجود ہمیں حاصل نہیں ہو سکے ہماری یہ کوشش ہے کہ انکا اس طرح سے نظم ہو کر ایک جگہ آنے کے بجائے ہمارے ہر ہاسٹل میں دیا جا سکیں۔ اخبارات و رسائل کا یہ شعبہ الگ سے قائم ہے رسال کے آخر میں اہم اخبارات و رسائل کو مجلد کرادیا جاتا ہے اور اسکی الگ سے ایک لائبریری بھی ہے۔

۳۔ خطابت:۔ اس کے تحت طلبہ ہفتہ وار جلسوں کا انعقاد کرتے ہیں جنمیں وہ اردو، عربی، انگریزی اور ہندی زبانوں میں دینی، ملکی وملی اور عالمی مسائل پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ طلبہ کی کثرت تعداد کے پیش نظر انہیں مختلف گروپوں میں تقسیم کردیا گیا ہے تاکہ انہیں زیادہ سے زیادہ مشق کا موقع مل سکے اور انکی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہوسکیں۔ اسی شعبے کے تحت موقع بموقع تقریر اور جنرل نالج کے مقابلے کرائے جاتے ہیں اور طلبہ کو انکی حوصلہ افزائی کیلئے تشجیعی انعامات بھی دیئے جاتے ہیں۔ یہ انعامات کتابی شکل میں ہوتے ہیں، نیز اسی شعبے کے تحت توسیعی لکچر کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ طلبہ کے اندر تحقیق وجستجو کا جذبہ پیدا ہو۔

۴۔ صحافت:۔ اسکے ذریعہ ماہانہ قلمی رسالوں کا اجراء ہوتا ہے اس میں بھی طلبہ کی کثرت تعداد کی وجہ سے مختلف گروپ بنائے گئے ہیں اور ہر گروپ کا الگ الگ قلمی رسالہ نکلتا ہے اردو زبان میں جو رسائل نکلتے ہیں وہ درج ذیل ہیں ثانوی کا "آغاز" عربی اول کا "نجم السحر"



عربی دوم کا "کہکشاں" عربی سوم کا "معیار" عربی چہارم کا "ارمغان فلاح" عربی پنجم کا "معیار" عربی ششم و ہفتم کا "الفلاح" اور اسی طرح عربی کا رسالہ عربی اول تا چہارم کا "سلسبیل" اور عربی پنجم تا ہفتم کا "الضحیٰ" اور انگریزی رسالہ عربی اول تا چہارم کا "Morning Star" اور عربی پنجم تا ہفتم کا "Becomming Light" کے نام سے نکلتا ہے۔

اس کے علاوہ ہمارا ایک سالانہ میگزین "الفلاح" کے نام سے مطبوعہ شکل میں نکلتا ہے جسمیں تمام درجات کی نمائندگی ہوتی ہے۔ نیز اس شعبے میں بھی سالانہ تحریری مقابلے کرائے جاتے ہیں اور طلبہ کو تشجیعی انعامات دیئے جاتے ہیں۔

۵۔ خدمت خلق:۔ طلبہ کے اندر خدمت کا جذبہ پیدا کرنے اور دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لئے یہ شعبہ قائم ہے۔ ہمارے بہت سے ساتھی ایسے ہوتے ہیں جو دواؤں کا انتظام نہیں کرپاتے یا انکی بہت سی ناگزیر ضروریات شرمندۂ تکمیل نہیں ہو پاتیں، یہ شعبہ متحرک ہوتا ہے دواؤں اور دیگر اہم ضروریات کی تکمیل کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن وسائل کی کمی کی وجہ سے یہ شعبہ اتنا متحرک نہیں ہو پاتا جتنا ہونا چاہیے۔

۶۔ صفائی:۔ طہارت وصفائی آدھا ایمان ہے، اس طرف سے ہم بے غفلت برت سکتے ہیں۔ یہ شعبہ پورے جامعہ پر نگاہ رکھتا ہے اور صفائی کیلئے ضروری اقدام کرتا ہے، اسی شعبے کے تحت مسجد جامعہ کی روزانہ صفائی کیجاتی ہے بحیثیت انفرادی صفائی بھی اسی شعبے کے ذمہ تھی لیکن اب باقاعدہ اس کام کیلئے مہتر ہے۔ تاہم کبھی کبھی ادھر بھی توجہ دینے کی ضرورت پڑجاتی ہے طلبہ برضا ورغبت اس کام میں حصہ لیتے ہیں۔

۷۔ باغبانی:۔ شعر

یہ گلشن فلاح ہے اور اس کے باغباں ہیں ہم
رگوں میں خون حریت لئے ہوئے جواں ہیں ہم

یہ چمن ہمارا ہے اور اسکی سرسبزی وشادابی بھی ہمارے ہی دم سے وابستہ ہے، ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ یہ چمن ہمیشہ ہرا بھرا رہے جامعہ کے یہ درخت، یہ سبزہ، یہ پھول یہ پودے، یہ کیاریاں سب اسی شعبے کی کوششیں ہیں۔ بہرحال بعض وجوہات کے سبب اس شعبہ کی کارکردگی بھی وہ نہیں ہو سکی ہے جو ہونی چاہئے۔

۸- مطعم:- اسمیں طلبہ خود ہی باریاں بنا کر کھانا کھلاتے ہیں اور ایک ساتھ مل بیٹھ کر کھاتے ہیں، اس کا پورا نظم و انصرام طلبہ کے ہاتھوں ہی میں ہوتا ہے، اس سے انکے اندر باہمی اخوت و مودت اور ایثار و قربانی کا مادہ پیدا ہوتا ہے، ایک ساتھ مل بیٹھکر سوچنے اور باہمی تعاون سے کام کرنیکا جذبہ پیدا ہوتا ہے

۹- اسٹور:- اس میں طلبہ کے لئے روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں فراہم کرنے کی کوشش کیجاتی ہے اور اسکی آمدنی مستحق طلبہ پر صرف ہوتی ہے۔

۱۰- کھیل:- صحت مند جسم میں صحت مند دماغ ہوتا ہے، طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہوتا ہے۔ یہ شعبہ طلبہ کی ورزش اور کھیل کود کا انتظام کرتا ہے تاکہ وہ توانا اور مضبوط ہوں، اس شعبے کے تحت والی بال، فٹ بال، بیڈ منٹن اور اسی طرح کے دوسرے کھیلوں کا اہتمام ہوتا ہے، اس وقت مختلف گیموں کی تقریباً چالیس ٹیمیں ہیں۔ اس شعبے کے تحت بھی سالانہ انعامی مقابلے کرائے جاتے ہیں، اور طلبہ کو انکی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات بھی دیئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا مقاصد جمعیت اور اسکے حصول کا یہ تربیتی نظام ایک طرف طلبہ کو علم و دین سے آراستہ و پیراستہ کرتا ہے اور دوسری طرف انہیں نظم دنیا چلانے کا سلیقہ دیتا ہے جمعیت کے ہر شعبہ کا ایک معتمد ہوتا ہے اور سارے معتمدین کا ایک ذمہ دار سکریٹری جمعیۃ الطلبہ ہوتا ہے نیز ایک استاد جمعیت کا سرپرست بھی ہوتا ہے۔ جمعیت کے موجودہ سرپرست استاد محترم جناب مولانا محمد سلامت اللہ صاحب اصلاحی ہیں۔ عربی اول تا عربی ہفتم کے طلبہ جمعیت کے سکریٹری اور سارے معتمدین کا انتخاب عربی ششم کے موجود طلبہ میں سے کرتے ہیں، تقوی و طہارت علم اور انتظامی صلاحیت انتخاب کی بنیاد ہوتی ہے، کالج کی یونینوں کی طرح یہاں کوئی امیدوار نہیں ہوتا۔ طلبہ اپنے میں سے اہل تر کو منتخب کرتے ہیں اور منتخب شدہ ذمہ داران بھی اپنے عہدوں کو اعزاز نہیں سمجھتے بلکہ اسے خدمت تصور کرتے ہیں۔

حضرات گرامی! ہماری کچھ ضروریات ہیں جو اگر پوری ہو جائیں تو انشاء اللہ یہ تربیتی نظام اور بہتر ہو سکے گا۔

بقیہ ص ۱۴۲ پر



# شام ادب

۲۸/اکتوبر ۱۹۹۲ء کی شام ایک ادبی نشست کا اہتمام تھا، جامعہ کے اسٹیج پر ادارہ ادب اسلامی کے رہنماؤں کا روح پرور اجتماع سامعین کو اپنی جانب کھینچے لے رہا تھا، یوں تو دیار گر یا اسٹد پڑا اچھا، دنیا مروج مشاعروں سے واقف ہے۔ جنکا خاصہ ادب کے نام پر بے ادبی اور بے حیائی ہے اور جن کی پرواز محبوب کے لب و رخسار اور گردن و کمر تک محدود ہے۔ جامعہ کی یہ شام ادب اپنی ایک نرالی شان رکھتی تھی۔ اس نشست کی صدارت کرتے ہوئے ادارہ ادب اسلامی ہند کے صدر ڈاکٹر سید عبد الباری صاحب (شبنم سبحانی) نے صحت مند معاشرہ میں ادب اسلامی کے رول پر مختصر خطبہ دیا۔ ادارہ ادب اسلامی کے جنرل سکریٹری جناب انتظار نعیم صاحب نے ادارہ ادب اسلامی ہند کا تعارف کرایا پھر مشاعرہ شروع ہوا۔ مختلف شعراء کے جو اشعار ذہنوں میں رہ گئے ہیں آپ بھی ان سے لطف اندوز ہوں۔

ادریس ضیا

ستم کے پتھروں کو پھول سمجھا
کوئی سیرت تو دیکھے مصطفی کی

اگر ٹھوکر سے گرتا تو سنبھلتا
گرا ہے یہ زمانے کی نظر سے

عبد الاحد فلاحی

آپ بیزار ہیں ایسے انساں سے کیوں
جس کا کردار و گفتار سب آئینہ

قمر رسولپوری

نکال رات کے پردے سے صبح کا سورج
مزاج وقت بدلنے کا انتظار نہ کر

قمر یہ صاحبان جبہ و دستار سے کہہ دو
نکلے خانقاہوں سے قیادت کی ضرورت ہے

اختر جلالپوری

آج احساس طبیعت ذرا بیدار بھی ہے
لب بھی اظہار تبسم سے گہربار بھی ہے

ماسٹر منور بن محبوب کراکت

خود مسرت دیدار میں یہ کیا کیا میں نے    وجود اپنا ہجوم جلوہ میں گم کر دیا میں نے
جوش خوشی میں احساس خودی پیدا کیا میں نے    حرم سے تا صنم خانہ اجالا کر دیا میں نے

محفوظ الرحمٰن ہمدم

پتھر کو کبھی موم کا اعجاز نہ دینا    جو نغمہ کا دشمن ہو اسے ساز نہ دینا

غیاث عالم نعمانی

ابھی بھی معجزہ دنیا کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں    زمیں پر گر مسلماں صاحب کردار ہو جائے

شفق طاہری

تمہارے کاکل گیتی کسی دن ہم سنواریں گے    یہ کس نے کہہ دیا تیرا سنورنا غیر ممکن ہے
اجڑے ہوئے چمن میں اب کیسے بہار آئے گی    سوچتے سوچتے کتنے دماغ جل گئے
یہ بھی کوئی فریب تھا عہد بہار کا شفق    خندۂ گل کی آنچ سے باغ کے باغ جل گئے

شمیم بستوی

وہ فقر کے آئینے میں کردار کا پیکر    یہ تاج محل شاہجہاں چھوڑ گیا ہے
پتھر ترے ہاتھوں میں بہت خوب ہے لیکن    حیراں ہوں کہ آئینہ گری کس نے چرا لی

طاہر ظہیری

اے خاک ہند تجھکو کہاں جائیں چھوڑ کر    ہم نے تو اپنے سارے سفینے جلا دیے
یا کھل کے انتقام لو یا درگزر کرو    یہ کیا کہ تم نے راہ میں کانٹے بچھا دیے
اگر جنت کی خواہش ہو تو میرا مشورہ مانو    تم اپنی ماں کی جوتی کو اٹھا کر سر پہ رکھ لینا

تابش مہدی

یادوں کی قندیل جلانا کتنا اچھا لگتا ہے    خوابوں کو پلکوں پہ سجانا کتنا اچھا لگتا ہے
تیری طلب میں زہر کھانا کتنا اچھا لگتا ہے    خود بھی رونا سب کو رلانا کتنا اچھا لگتا ہے
ہم کو خبر ہے شہر میں تیرے سنگ ملامت بٹتے ہیں    پھر بھی تیرے شہر میں آنا کتنا اچھا لگتا ہے
جرم محبت کی تاریخیں ثبت ہیں جن کے دامن پر    ان لمحوں کو دل میں بسانا کتنا اچھا لگتا ہے



اظہار نعیم

انقلاب آئے تبدیل ہوئی دنیا دیکھوں    شام غم میں ترے جانے کا تماشہ دیکھوں
اک نئے دور کی تعمیر کا موسم آیا    قہر طاغوت ہواؤں میں بکھرتا دیکھوں
خواب کے رنگ ہزاروں ہیں ہزاروں انداز    خواب دیکھوں بھی تو ہر خواب میں اپنا دیکھوں

عبداللہ راہی

شکستہ جسم پہ تنقید و تبصرہ لیکن    کبھی تو آئینہ اپنے بھی روبرو رکھیو
ہم نے محسنوں سے بھی ایسی چوٹ کھائی ہے    زخم بھر گیا لیکن درد کم نہیں ہوتا
فضا میں جا کے وہ اپنی اڑان کھو دیگا    ہوا کے رخ سے پرندہ جو آشنا ہی نہیں

عزیز بگھروی

ہیں پھول زخم زخم شگوفے لہو لہو    مقتل سے ہو کے آئی ہے فصل بہار کیا
عہد وفا کیا ہے کوئی جرم تو نہیں    سمجھا رہا ہے مجھکو مرا غمگسار کیا
یہ انقلاب وقت کی آواز ہے عزیز    روکے گا اس صدا کو کوئی شہریار کیا

شبنم سبحانی

ہو نہ ہو راہ میں ہے قافلہ فصل بہار    آج اٹھلاتی ہوئی باد صبا آئی ہے
مل رہی ہے مجھے کچھ موسم گل کی آہٹ    آج کلیوں کے چٹکنے کی صدا آئی ہے
سر فروشوں کو سکھا شیخ نہ آداب سلوک    ان کو منزل پہ پہنچنے کی ادا آئی ہے

اس نشست میں ہمارے طلبہ نے بھی اپنا کلام سنایا۔ عربی سوم کے طالب علم ریاض احمد قاصد کے یہ دو بند ملاحظہ ہوں

یہیں مریں گے یہیں ہونگے ہم سپرد خاک
وطن ہمارا ہے، ہم چھوڑ کر نہ جائیں گے
یہ سر رہے نہ رہے اس کا غم نہیں ہم کو
تمہارے سامنے ہم سر نہیں جھکائیں گے

پلے ہیں مقتلوں میں کھیلتے ہیں تیر و خنجر سے

بقیہ ۱۳۳ پر

# تنظیمی نشست

اجلاس عام کے پروگرام کا ایک اہم جزو تنظیمی نشست تھا جس کے اندر دستور میں ترمیمات، ممبران کے تجاویز دستور سے پر غور و فیصلہ نیز انتخاب تو انجام پانا تھا چنانچہ سہولت کی غرض سے تجاویز دستور سے پہلے ہی تحریری شکل میں طلب کر لئے گئے تھے تاکہ مرتب شکل میں ممبران کے سامنے آسکیں۔ آسانی کیلئے اس نشست کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا ایک نشست صرف دستور میں ترمیمات اور تجاویز پر غور و فیصلے کے لئے خاص تھی۔ اور دوسری انتخاب نو کیلئے۔ چنانچہ پہلے ہی دن بتاریخ ۲۰ر اکتوبر ۲۰۰۶ء بعد نماز ظہر زیر صدارت مولانا نسیم احمد غازی صاحب فلاحی صدر انجمن یہ نشست شروع ہوئی کنوینر کے فرائض سکریٹری انجمن مولانا انور محمد صاحب فلاحی نے انجام دیئے۔ سب سے پہلے مختصر گفتگو کے بعد دستور میں ترمیمات کا مسئلہ زیر بحث آیا اور کافی مباحثے کے بعد بعض امور تو طے پا گئے اور بعض اہم امور کے سلسلے میں طے پایا کہ غیر حاضر ممبران کی رائے بھی مہینے بھر کے اندر حاصل کرنے کے بعد اس کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جائے۔

بعض تجاویز بھی زیر بحث آئیں۔ لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے نہ سیر حاصل بحث ہو سکی اور نہ ہی کوئی فیصلہ ہو سکا۔ یہ بات عام طور سے محسوس کی گئی کہ اتنی اہم نشست کے لئے جتنا وقت درکار تھا اس کا عشر عشیر بھی اس کیلئے مختص نہیں کیا گیا۔

۳۰ر اکتوبر ۲۰۰۶ء کو اس کی دوسری کڑی بعد نماز جمعہ کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح کی نئی عمارت میں شروع ہوئی وہاں رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف طلبہ قدیم کو اسے دیکھنے کا موقع مل جائے گا دوسری جانب وہاں ہر طرح سے یکسوئی میسر آئے گی یہ نشست بھی صدر انجمن کی زیر صدارت شروع ہوئی اور کنوینر کے فرائض محترم مقبول احمد صاحب فلاحی نے انجام دیئے۔ تلاوت کلام پاک کے بعد محترم ناظم جامعہ ڈاکٹر خلیل احمد صاحب کی طرف سے ایک عریضہ تمام طلبہ قدیم کو پڑھ کر سنایا گیا جس میں محترم نے اپنے جگر گوشوں کا استقبال



کرتے ہوئے۔ خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اور بعضوں سے حسب توفیق جامعہ کا پابند [illegible] کی اپیل کی تھی۔ اس موقع سے انہوں نے تمام طلبہ قدیم کو عصرانہ بھی دیا پھر صدر انجمن نے ابتدائی کلمات کہے اور انتخابی عمل شروع ہوا۔ محترم مولانا رحمت اللہ اثری صاحب [illegible] میقات کے لئے صدر انجمن چنے گئے۔ اور درج ذیل افراد ارکان شوریٰ منتخب ہوئے۔

(۱) محترم ابو المکارم صاحب (۲) محترم نسیم احمد غازی صاحب (۳) محترم محمد عمران احمد صاحب (۴) محترم نور محمد صاحب (۵) محترم انصار احمد صاحب (۶) محترم ظہیر عالم صاحب (۷) محترم مقبول احمد صاحب (۸) محترم عبید اللہ فہد صاحب (۹) محترم منور حسین صاحب (۱۰) محترم عبد البادی صاحب۔

اخیر میں بعد نماز مغرب محترم نسیم احمد غازی صاحب نے اختتامی کلمات کہے اور تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔

بعد میں شوریٰ نے اپنی میٹنگ میں محترم محمد عمران احمد صاحب کو سکریٹری اور محترم انصار احمد صاحب کو خازن منتخب کیا۔ چونکہ یہ دونوں بحیثیت عہدہ شوریٰ کے ممبر قرار پائے۔ اس لئے انکی جگہ خالی ہونے پر محترم شبیر احمد صاحب اور محترم معین الدین صاحب رکن شوریٰ منتخب ہوئے۔

---

بقیہ: شام ادب

کھلونوں سے ہمیں دل اپنا بہلانا نہیں آتا
اتر جاتے ہیں دریاؤں میں ہم نام خدا لیکر
ہمیں امواج طوفانی سے گھبرانا نہیں آتا

عربی سوم کے ایک دوسرے طالب علم ضمیر اللہ ضمیر کی دعا کے یہ دو شعر پسند کئے گئے اور شعر سے بڑھ کر انکی مترنم آواز نے لوگوں کو مسحور کیا۔

کریں عزم جو گھر گرانے کا تیرے
گھروں کو خدا ان کے مسمار کردے
ابابیل کی بھیج دے فوج یارب
نہیں تو مسلماں کو بیدار کردے

اور بھی متعدد طلبہ نے اپنا کلام پیش کیا لیکن صفحات کی کمی کی بنا پر ہم ان سے معذرت خواہ ہیں۔ اس شام ادب کی نظامت جناب عبد السلام بستوی صاحب فلاحی نے کی۔

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ
کے
پانچویں اجلاس عام منعقدہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء کے موقع پر

# منظور شدہ قراردادیں

**۱۔ بی۔جے۔پی ریاستوں کی تعلیمی پالیسی** انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا یہ پانچواں اجلاس عام حکومتِ ہند خاص طور پر بی۔جے۔پی حکومت کی چار ریاستوں اترپردیش، مدھیہ پردیش، راجستھان اور ہماچل پردیش کی تعلیمی پالیسی کو سخت تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے۔

حکومتِ ہند کی کسی بھی ریاست میں تعلیم کی ایسی پالیسی جو اقلیتوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کردے۔ تعلیمی اداروں کے اقلیتی کردار کو ختم کردے اور حقائق کو مسخ کرکے طلبہ میں اسلام اور مسلم دشمنی کے رجحان کو فروغ دے۔ اس اجلاس کی نظر میں آئینِ ہند کی صریحاً خلاف ورزی اور دستور میں دیئے گئے بنیادی حقوق کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔

یہ اجلاس سنسکرت کی لازمی تعلیم، ویدک گنت، بندے ماترم کی پابندی، تاریخی کتابوں میں بیجا حذف و اضافہ، اردو کی مخالفت، نئے اقلیتی تعلیمی اداروں کے قیام پر پابندی، تعلیمی اداروں کے انتظامات، مختلف تدابیر اور حکم ناموں کا سہارا لے کر مسلم دشمن عناصر کے حوالے کرنے کی کوشش کو اسلام اور ملتِ اسلامیہ ہند پر تہذیبی جارحیت اور حکمراں طبقے کی یلغار تصور کرتا ہے۔



انجمن طلبہ قدیم کا یہ اجلاس مسلمانوں کے نمائندہ مشترکہ اداروں کی جانب سے موجودہ تعلیمی پالیسی کے خلاف جد وجہد کی پرزور حمایت کرتا ہے اور حتی الامکان تعاون کی یقین دہانی کراتا ہے۔

البتہ ملی قائدین اور تنظیموں سے اس جدوجہد کو مزید منظم اور سرگرم کرنے کی اپیل کرتا ہے کیونکہ اجلاس کی نظر میں تعلیمی محاذ پر پسپائی مکمل خودکشی کے مترادف ہے۔ نیز اس اندیشہ کا بھی اظہار کرتا ہے کہ کہیں بعض مسائل میں الجھا کر ملت کی توجہ اس بنیادی تبدیلی اور ملی استحصال سے ہٹائی نہ جارہی ہو۔

لہٰذا یہ اجلاس عام تمام ہی خواہانِ ملت سے اپیل کرتا ہے کہ ترجیحی بنیاد پر اپنی توجہات کو اس سمت میں مرکوز کردیں۔

اجلاس برادرانِ وطن اور سیکولر عناصر کی ان کوششوں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو بی جے پی ریاستوں کی کھلی جارحیت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔

یہ اجلاس بی جے پی کے زیرِ انتظام ریاستی حکومتوں سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے اقلیت دشمن اور مسلم مخالف رویے سے باز آجائے اور اپنے ناپاک عزائم سے دستکش ہوجائے اور ان تمام اقدامات کو فوری طور پر واپس لے جس سے اقلیت دشمنی اور مسلم مخالفت کا اظہار ہوتا ہے یا تاریخی حقائق مسخ ہوتے ہیں یا اقلیتی اداروں کے بنیادی حقوق سلب ہوتے ہیں۔ یا سرکاری تعلیمی اداروں پر اسلام اور مسلم دشمن عناصر کی بالادستی قائم ہوتی ہے۔

یہ اجلاس مرکزی حکومت کی مجرمانہ خاموشی کو بھی تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے حالانکہ مرکزی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ریاستوں کو آئین کا پابند بنائے اقلیتوں کو تحفظ دے اور کسی طبقے یا مذہب کے خلاف جارحیت کا کھل کر دفاع کرے۔

**۲۔ یونین پبلک سروس کمیشن کا فیصلہ** اجلاس نے یونین پبلک سروس کمیشن کے اس فیصلہ پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا جس کی رو سے بعض غیرملکی زبانوں کے ساتھ ساتھ

سولہ سروسز کے امتحان سے عربی فارسی اور پالی کو خارج کر دیا گیا ہے۔ یہ اجلاس محسوس کرتا ہے کہ یہ فیصلہ ان زبانوں کے ساتھ ناانصافی کے مترادف ہے اور اس کے نتیجے میں پسماندہ اقلیتوں کی نمائندگی سرکاری ملازمتوں میں اور کم ہو جائیگی۔ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ اس نامنصفانہ فیصلہ کو ایک قلم منسوخ کیا جائے ورنہ اقلیتوں کا یہ تاثر اور گہرا ہو جائیگا کہ ان کے ساتھ قدم قدم پر ناانصافی ہو رہی ہے۔

یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اس قرارداد کی نقول وزیر خارجہ، وزیر تعلیم اور چیرمین یونین پبلک سروس کمیشن کے پاس فوری کارروائی کے لئے بھیجی جائیں۔

## ۲۔ مدارس اسلامیہ

یہ اجلاس عام مختلف مکاتب فکر کے تمام دینی مکاتب اور مدارس کے درمیان اشتراک و تعاون اور باہمی تال میل پر زور دیتا ہے اور ایسی تمام مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے نیز اپنا پورا تعاون پیش کرتا ہے جن کا تعلق ان مدارس کو ایک دوسرے سے قریب کرنے، انکو منظم اور مربوط کرنے، انکے اندر مقصدیت پیدا کرنے، انہیں اشاعت اسلام کا مرکز بنانے اور اسلام کو دور جدید کی جملہ پیچیدگیوں کے حل کے طور پر پیش کرنے کی کوشش سے ہو۔

اس اجلاس کو شدت سے اس بات کا احساس ہے کہ اب تمام دینی مراکز کو دین اسلام کے بقاء و تحفظ، اشاعت اسلام اور دعوت دین کے لئے مشترکہ لائحہ عمل ترتیب دینا چاہئے نیز تعلیمی نظام کو جامع، مربوط، سائنٹفک، بامقصد اور جدید تقاضوں کے مطابق مرتب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اجلاس کو بالخصوص اس ضرورت کا احساس ہے کہ دینی مدارس میں ایسے افراد تیار کئے جائیں جو غیر مسلم دنیا کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کر سکیں۔

یہ اجلاس پوری امید کرتا ہے کہ زعماء ملت اور علماء کرام اب کوئی وقت ضائع کئے بغیر اس رخ پر پیش رفت کے لئے میدان عمل میں آئیں گے اور ذمہ داران مدارس کی جانب سے امید افزا جواب ملے گا۔



## ۴۔ اقلیتی عصری ادارے

یہ اجلاس مدارس عربیہ کی دینی خدمات کا پرزور لفظوں میں اعتراف کرتے ہوئے اس احساس کا اظہار کرتا ہے کہ ت کے عصری ادارے بھی تعمیر ملت میں اہم رول ادا کرتے رہے ہیں اور آج بھی کئی قابل ادارے اس طرح کی خدمات میں مصروف ہیں۔

یہ اجلاس اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ اسلام اور مسلم دشمن قوتیں روز اول سے اس طرح کے اداروں کی مخالفت کرتی رہی ہیں اور خفیہ و علانیہ ہر سطح کی سازشوں کا سہارا لے کر ان اداروں کا ظاہری و معنوی وجود ختم کرنے کے لئے برابر کوشش کرتی رہی ہیں۔

یہ اجلاس مسلم دشمنی کی تمام کوششوں کی مذمت کرتا ہے اور ان سازشوں پر سخت تشویش کا اظہار کرتا ہے جو مسلم اقلیتی اداروں کو سبوتاژ کرنے کیلئے کی جا رہی ہیں۔

انجمن کا یہ اجلاس بالخصوص مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے وابستگان اور بہی خواہان سے اپیل کرتا ہے کہ داخلی و خارجی ہر طرح کی سازشوں سے ہمہ آن چوکنا رہیں، ان ناپاک کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیں اور باہمی اختلافات کے ذریعہ ایسا موقع نہ دیں کہ دشمن اپنی دیرینہ آرزو کی تکمیل کر سکے۔

یہ اجلاس اس طرح کے تعلیمی اداروں کے ذمہ دار حضرات اور طلبہ کو آگاہ کرتا ہے کہ اگر آپکی خود پسندی اور غیر ذمہ دارانہ رویے کی وجہ سے اسلام اور مسلم دشمن طاقتوں کو اپنی سازشوں میں کسی قدر بھی کامیابی ملتی ہے تو خدا اور عوام دونوں کے سامنے سخت جوابدہی کرنی پڑے گی اور تاریخ کبھی بھی آپ کو معاف نہ کرے گی۔

## ۵۔ ملی اشتراک و تعاون

اب جبکہ ملکی اور عالمی سطح پر اسلام دشمن قوتیں بہت تیزی کے ساتھ قریب تر اور باہم مجتمع ہوتی جا رہی ہیں۔ انجمن کا یہ اجلاس ملت اسلامیہ ہند کے موجودہ طرز عمل پر قلبی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔

قابل ذکر تنظیموں میں مستقل دھڑے بندیوں کا سلسلہ، ملت کے مشترکہ فورموں

جارحانہ کشی وذ عارملت اور اکابرین امت کی تضاد بیانیاں ہیں اور اس طرح کے دوسرے معاملات جو بار بار منظر عام پر آتے جارہے ہیں۔ ان پر یہ اجلاس رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور ارباب حل و عقد سے اپنے طرز عمل پر اخلاص وللہیت کے ساتھ از سر نو غور کرنے کی اپیل کرتا ہے۔ ملی اشتراک و تعاون میں علماء امت کا ہمیشہ بہت بڑا کردار رہا ہے۔ یہ اجلاس مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء سے موجودہ اسلام مخالف ماحول اور چوطرفہ یلغار کے حوالے سے اپیل کرتا ہے کہ خدارا آگے آئیں اور ماضی کی طرح موجودہ نازک موڑ پر اپنی قائدانہ ذمہ داریاں ادا کریں۔ ملکی و عالمی سطح پر حقیقی اسلام دشمن عناصر کو بے نقاب کریں اور ملت کی صفوں میں اتحاد و تعاون کے جذبہ کو فروغ دیں۔

## ۶۔ نئی نسل کی بے راہ روی

یہ اجلاس نئی نسل، خاص طور پر طلباء کی بے راہ روی، غیر ذمہ دارانہ اور تباہ کن طرز عمل پر تشویش کا اظہار کرتا ہے، عصری مدارس کا نظام تربیت، ملی سیاست کا ڈھانچہ، ارباب سیاست کا طرز سیاست، ذرائع ابلاغ کی غیر اخلاقی مہم اور دیگر عوامل اس طبقے کو روز بروز غیر ذمہ دار، شدت پسند، منشیات کا عادی، جنسی بے راہ روی کا شکار، تعلیم سے لاپرواہ اور گستاخ بناتے جارہے ہیں۔

طلبہ و نوجوان جو کسی قوم و ملک کا مستقبل ہوتے ہیں ان کی اس زبوں حالی پر یہ اجلاس حد درجہ تکلیف محسوس کرتا ہے اور ملک و قوم کے تمام بہی خواہوں سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ نئی نسل کی اصلاح پر خصوصی توجہ دیں۔

یہ اجلاس زبانی جمع خرچ سے اوپر اٹھ کر اہل سیاست سے درخواست کرتا ہے کہ طلبہ و نوجوانوں کے خام جذبات کو برانگیختہ کرکے سطحی سیاست کے حقیر مفادات کے حصول کا راستہ ترک کردیں۔

ارباب حل و عقد فروغ ثقافت اور کلچرل پروگرام کے پُر فریب نام پر اہل وطن کے جنسی جذبات کو ابھارنے سے باز آجائیں۔ اخلاقی قدروں کو فروغ دینے والے ٹھوس پروگراموں کو روبہ عمل لایا جائے — یہ اجلاس خدا اور اس رہنمائی پر نسخۂ شفا کے ذریعان کی



اصلاح کے لئے سرگرم جدوجہد کے لئے تیار ہوجائیں۔

یہ اجلاس مدارس عربیہ میں زیر تعلیم طلبہ کی زوال پذیر اخلاقی صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ خاص طور پر فراغت کے بعد عصری درسگاہوں میں جانے پر انکی جو کیفیت سامنے آئی ہے اس کے پیش نظر لائحہ عمل مرتب کرنے کی سفارش کرتا ہے۔

## ۷۔ نصاب تعلیم

یہ اجلاس جدید و قدیم درسگاہوں میں ایسے نصاب تعلیم کا خواہاں ہے جو متوازن، جدید و قدیم کا سنگم، عصری اور اسلامی تعلیم کا مرکب اور بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ہو۔

اجلاس اس رخ پر ہونے والی تمام کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے کہ کل تک جس ضرورت کا احساس بھی مشکل تھا اب اس رخ پر منصوبہ بند پیش رفت کی جارہی ہے لیکن رفتار زمانہ کے پس منظر میں یہ پیش رفت حد درجہ سست اور قابل توجہ ہے۔

یہ اجلاس عصری درسگاہوں کے منتظمین کو اخلاقی اور اسلامی تعلیمات سے اپنے اداروں کو مزین کرنے کی درخواست کرتا ہے اور نصاب تعلیم کی ترتیب میں اس رجحان کی حمایت کرتا ہے جس سے جدید علوم میں اسلامی تعلیمات کی روح کو سمو دیا جائے۔

یہ اجلاس ذمہ داران مدارس سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ نصاب تعلیم پر از سر نو غور کیا جائے۔ عصری تقاضوں کی رعایت کی جائے۔ جدید علوم کے لئے جگہ نکالی جائے نیز ٹیکنیکل تعلیم کیلئے حسب سہولت گنجائش پیدا کی جائے اور ان ساری تعلیمات کو اسلامی اقدار کے تحت کردیا جائے۔

---

بقیہ لیل و نہار۔

۲۴ شعبان مطابق ۱۷ فروری ۹۳ء کو ورلڈ سنادیا جائیگا۔

**تعطیل کلاں** ۲۴ شعبان مطابق ۱۷ فروری ۹۳ء چہار شنبہ سے ۸ شوال مطابق ۳۱ مارچ ۹۳ء تک رہے گی۔ لیکن نئے سال کا آغاز ۱۰ شوال مطابق ۳ اپریل ۹۳ء شنبہ سے ہوگا۔

# روداد انجمن

**مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یونٹ کا انتخاب:** انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کی مسلم یونیورسٹی یونٹ کا سالانہ اجلاس ۲۲ر نومبر ۱۹۹۲ء کو ہوا۔ انجمن طلبہ قدیم کی مسلم یونیورسٹی یونٹ ۱۲۵ طلبہ پر مشتمل ہے۔ یہ طلبہ آرٹس، سوشل سائنس، طب یونانی، ایجوکیشن اور قانون کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مسلم یونیورسٹی میں کسی ایک ادارہ سے فارغ التحصیل طلبہ کی یہ سب سے بڑی انجمن ہے۔ اسٹوڈنٹس یونین کے موجودہ صدر حافظ محمد اعظم بیگ کا تعلق اسی انجمن سے ہے۔ انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کی مسلم یونیورسٹی یونٹ کا شمار فعال یونٹوں میں ہوتا ہے۔ اس کی میٹنگیں برابر ہوتی رہتی ہیں۔ ۲۲ر نومبر ۱۹۹۲ء کو ہونے والی میٹنگ میں نئے سیشن کے لئے انتخاب ہوا۔ برادر صباح الدین اعظمی نے پچھلے سیشن کی رپورٹ پیش کی اور اس کی نقل مرکز انجمن کو ارسال کی ہے۔ انجمن طلبہ قدیم کی مرکزی شوریٰ کے رکن جناب منور حسین صاحب فلاحی (ریسرچ اسکالر شعبہ اردو) نے تذکیری کلمات کہے جبکہ دوسرے رکن مرکزی شوریٰ ڈاکٹر عبید اللہ فہد صاحب فلاحی (لکچرر شعبہ اسلامیات) نے افتتاحی تقریر کی۔ ان دونوں کی نگرانی میں نئی میقات کے لئے انتخاب ہوا۔ پچھلی میقات میں جناب ڈاکٹر شوکت علی فلاحی (ایم۔ ڈی۔ یونانی میڈیسن) صدر، اور صباح الدین اعظمی فلاحی (ریسرچ اسکالر شعبہ معاشیات) سکریٹری تھے۔ نئی میقات کے لئے جناب منور حسین صاحب فلاحی صدر یونٹ، جناب محی الدین ساجد صاحب فلاحی (ریسرچ اسکالر شعبہ عربی) سکریٹری اور جناب حافظ ابوذر فلاحی (بی۔ یو۔ ایم۔ ایس) خازن منتخب ہوئے ہیں۔

**دہلی یونٹ** انجمن کی دہلی یونٹ کا شمار سرگرم یونٹوں میں ہوتا ہے۔ اس کے صدر برادر حکیم عبدالباری فلاحی رکن مرکزی شوریٰ انجمن ہیں۔ اس یونٹ کی ایک میٹنگ ۱۵ر نومبر کو جامعہ ملیہ کی جامع مسجد میں منعقد ہوئی، جس میں اجلاس عام کی مختصر رپورٹ پیش کئے جانے

بقیہ ص ۱۱



# بابری مسجد کی شہادت پر قرارداد

## منجانب انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح

بابری مسجد کی شہادت کی خبر سن کر انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے سکریٹری نے آج صبح ۹ بجے ایک ہنگامی میٹنگ طلب کی جس کی صدارت انجمن طلبۂ قدیم کے صدر نے کی۔ میٹنگ میں تمام مقامی ارکان و ذمہ داران انجمن نے شرکت کی اور بابری مسجد کے شہید کیے جانے پر شدید غم و غصہ اور رنج و غم کا اظہار کیا اور طے کیا گیا کہ وزیر اعظم سے فوری طور پر مستعفی ہو جانے کا مطالبہ کیا جائے کیونکہ بار بار یاد دہانی کے باوجود وہ آنے والے حالات کا صحیح اندازہ نہیں کر سکے اور بابری مسجد کی حفاظت کے وعدہ کو نبھانے میں بری طرح ناکام رہے، اسی وجہ سے انکو وزارت عظمیٰ پر فائز رہنے کا کوئی اخلاقی اور قانونی جواز نہیں رہ جاتا نیز انکی طرف سے بار بار یقین دہانیوں کے باوجود مرکز نے بابری مسجد کے تحفظ کا کوئی معقول نظم نہیں کیا اسی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مسلم امت بلکہ انصاف پسند غیر مسلم بھی انکے اس ناقابل فہم رویہ کو تشویش اور شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

چنانچہ اسی تناظر میں بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ حکومت ہندوستان کے سیکولر نظام کی حفاظت میں مکمل طور سے ناکام ہو چکی ہے۔

میٹنگ میں صدر جمہوریہ سے اپیل کی گئی کہ ملک کی موجودہ صورت حال اور حکومت کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کے پیش نظر فوری طور پر وزیر اعظم سے استعفا طلب کریں اور ملک میں امن و امان اور بھائی چارہ کی فضا قائم کرنے کے لئے مناسب اور فوری اقدامات کریں اور اس حادثہ میں ملوث جماعتوں پر پابندی لگائی جائے اور انکے مجرم افراد کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے اور انہیں عدالت عظمیٰ کے فیصلے کی خلاف ورزی اور توہین کے جرم میں قرار واقعی سزا دی

جائے۔ میٹنگ میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ مسجد اور موقوفہ آراضی کو قوم دشمن عناصر کے قبضے سے نکال کر مسلمانوں کے حوالہ کیا جائے اور مسجد اسی بنیاد پر دوبارہ تعمیر کی جائے تاکہ اس کا تقدس بحال ہو سکے۔

انجمن کی اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ اس عظیم اندوہناک سانحہ پر اسلامی تعلیمات کے مطابق صبر و ضبط اور امن و امان کا مظاہرہ کریں، اللہ تعالیٰ سے اپنے رشتے مضبوط کریں، اسی سے دعا کریں کیونکہ وہی قوت و عزت کا سرچشمہ ہے۔ عاجلانہ اور جذباتی اقدام کے بجائے حکمت سے کام لیں اور مثبت لائحہ عمل اپنائیں۔ انصاف پسند اور باشعور برادران وطن سے ربط رکھیں اور اس صریح ظالمانہ کارروائی پر ان کے ضمیر کو جھنجھوڑیں اور مایوسی کا شکار نہ ہوں اور یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس شر سے خیر کے راستے ہموار کرے گا۔

---

**بقیہ: جمعیۃ الطلبہ**

۱۔ جمعیۃ الطلبہ کی لائبریری کیلئے ایک عمارت جس میں ہر فن کی کتابوں کیلئے الگ الگ کمرہ ہو۔
۲۔ ایک دار المطالعہ کا قیام۔
۳۔ کاموں کو جاری رکھنے کے لئے مستقل ذرائع آمدنی۔
۴۔ لائبریری کیلئے کتابوں اور الماریوں کا نظم۔
۵۔ ہر جگہ کے اہم رسائل و جرائد کی آمد۔
۶۔ مفید مشورے اور پر خلوص دعائیں۔

یہ ہے جمعیۃ الطلبہ اور اس کی کارکردگی کا مختصر تعارف۔ ایک مختصر عرصہ میں جمعیۃ الطلبہ اپنے محدود وسائل اور ناساعد حالات کے باوجود اپنے متعلقین اور کارکنان کی تربیت اور تیاری کے سلسلے میں اب تک جو کچھ کر سکی ہے اسے ہم مکمل کامیابی تو نہیں کہہ سکتے لیکن اسے حوصلہ افزا ضرور کہا جا سکتا ہے۔ یہ نتائج ہمیں مستقبل میں مزید قوت، حوصلہ اور اعتماد و اطمینان بخشیں گے۔

---



محمد اسماعیل فلاحی

# جامعہ کے لیل و نہار

**جامعہ سوگوار ہے**

۶ دسمبر ۱۹۹۲ء تاریخ ہند میں ایک سیاہ ترین دن کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا۔ بابری مسجد کی شہادت کے دوسرے دن صبح میں جامعہ کے گیٹ پر یہ عبارت آویزاں تھی "ہم سوگوار ہیں اور جامعہ بند" جامعہ ۷ دسمبر ۹۲ء بند رہا۔ اس موقع پر اساتذہ و طلبہ کے ایک اجتماع میں صدر جامعہ مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی نے فرمایا کہ یہ ایسا المناک واقعہ ہے کہ بغیر کسی مطالبہ کے پورا ہندوستان بند ہے ایسا راج جہاں جنگل کا قانون ہو، چلتا نہیں۔ اللہ زمین میں فساد برداشت نہیں کر سکتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔ صدر جامعہ نے امید ظاہر کی کہ اس شر سے خیر کا پہلو نکلے گا اور یہ واقعہ کسی بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ۔ "ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو حالانکہ اس میں تمہارے لئے شر ہو" حضرت عائشہؓ پر جب تہمت لگائی گئی تو قرآن نے کہا لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّکُمْ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ اس کو اپنے لئے شر نہ گمان کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

صدر جامعہ نے کہا کہ مسلمان جو کچھ کر سکتے تھے، انہوں نے بابری مسجد کو بچانے کے لئے کیا، اب وہ عند اللہ بری ہیں، مسلمانوں نے امن و امان قائم رکھنے اور قانون اور عدالت کا پاس و لحاظ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ وزیر اعظم کے جھوٹے عذرات لائق توجہ نہیں۔ انہیں اپنی کرسی چھوڑ دینی چاہئے۔ حکومت کے پاس فوج ہے۔ ہمارے ٹیکس سے جس کا انتظام چلتا ہے۔ جو فوج مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا سکتی ہے کیا اگر حکومت چاہتی تو اس سے بابری مسجد کو بچا نہیں سکتی تھی؟ وزیر اعظم تنگ ذہن اور فرقہ پرست ہے اور فرقہ پرستوں سے ساز باز رکھتا ہے۔ طلبہ اور اساتذہ سے انہوں نے گذارش کی کہ اللہ تعالیٰ سے

دعا کریں کھیل کود اور تفریح بند رکھیں۔ کوئی غیر آئینی قدم نہ اٹھائیں وہ آئین کے اندر رہ کر کام کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا (النساء ۷۵) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ راہ خدا میں ان بے بس کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کیلئے جنگ نہیں کرتے جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں۔ انکی ہدایت دوسرے ممالک کے مسلمانوں کیلئے ہے جان و مال پر حملہ کی صورت میں مقابلہ کے لئے تیار رہنا مولانا نے کتاب و سنت اور آئین کا تقاضا قرار دیا۔

۱۵؍۱۲؍۹۲ء کو طلبہ و اساتذہ کے اجتماع میں صدر جامعہ نے دوبارہ ملک کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر تفصیل سے روشنی ڈالی جسے ہم بشرط سہولت کسی شمارہ میں پیش کریں گے انشاء اللہ۔ اس سانحہ کے موقع پر کلیۃ البنات (دھنواں) کو مزید ایک ہفتہ کے لئے بغرض احتیاط بند رکھا گیا۔

**ہمارے دو طالبعلموں کے ساتھ حادثہ** اجلاس عام کے موقع پر طلبہ جامعہ نے اجلاس کو کامیاب بنانے کیلئے جو دوڑ بھاگ کی وہ انہیں کا حصہ ہے۔ اس موقع پر استقبالیہ کی ایک ٹیم بنارس جارہی تھی کہ انکی جیپ الٹ گئی دو طالب علموں کو شدید چوٹیں آئیں۔ قاسم رسول متعلم عربی پنجم کا ہاتھ ٹوٹ گیا جس کا فوراً پلاسٹر کرایا گیا، اب وہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ دوسرے طالب علم ملک فیصل کے سر میں شدید چوٹ آئی۔ پہلے وہ اعظم گڑھ کے ایک پرائیویٹ نرسنگ ہوم میں داخل رہے بعد میں بذریعہ طیارہ انہیں بمبئی لے جایا گیا۔ اب وہ دوبارہ جامعہ آچکے ہیں، بڑی حد تک افاقہ ہے لیکن ابھی مکمل شفایابی نہیں ہوسکی ہے۔ اندیشہ ہے کہ وہ امتحان بھی نہ دے سکیں اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے طلبہ کی، بطور خاص ان دونوں عزیزوں کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور انہیں دنیا و آخرت میں سرفراز فرمائے۔

**توسیعی لکچر** ۱۹؍ دسمبر ۱۹۹۲ء کو محترم جناب ابو المحفوظ کریم معصومی کی ضیافت کا شرف جامعہ کو حاصل ہوا۔ موصوف نے مدرسہ عالیہ کلکتہ سے فراغت کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے کیا۔ پھر مدرسہ عالیہ میں شیخ التفسیر والحدیث کی حیثیت سے خدمت کی گیارہ سال وہاں صدر مدرس بھی رہے ہیں۔ اس وقت ایران ایشیاٹک سوسائٹی سے منسلک ہیں۔ جناب معصومی نے فرمایا کہ جامعۃ الفلاح کا ذکر دور دور سنا تھا، اندازہ پہلے سے تھا لیکن آج اساتذہ، طلبہ و طالبات کو دیکھ کر، اندازہ سے بڑھ کر پایا۔ ڈاکٹر معصومی نے رسول اکرم کی سیرت پر روشنی ڈالی اور سیرت کے مآخذ پر تفصیل سے گفتگو کی۔ بتایا کہ سیرت کا اولین ماخذ خود قرآن کریم ہے۔ کان خلقہ القرآن، آپ کے اخلاق قرآن کی عملی تصویر تھے، ایک سوشہ اور نکتہ کا بھی فرق نہیں تھا۔ ۲۳ سالہ دور نبوت میں قرآن کی تکمیل کے ساتھ تبلیغ رسالت کا فریضہ تکمیل کو پہونچا۔ آپ کی زندگی کا مکمل ریکارڈ سنت یا حدیث کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ سیرت ایک وسیع لفظ ہے۔ صلح حدیبیہ، سلاطین و ملوک کو رسائل اسی طرح دیگر تحریری سرمایہ اور دیگر پہلوؤں زندگی سے لیکر صلح و جنگ اور غزوات و سرایا تک کی تفصیلات سب اس میں شامل ہیں۔

**محمد فیاض فلاحی کو صدمہ** ادھر پچھلے دنوں عزیزی محمد فیاض فلاحی۔ فخر الدین پور اعظم گڑھ کے والد محترم کا انتقال ہوگیا۔ مرحوم ایک دین پسند اور شرافت جھگڑے سے دور انسان تھے نماز سے خصوصی شغف تھا۔ دعوت و اصلاح میں تا اپنی بساط بھر لگے رہے۔ اپنے لڑکے کا جامعۃ الفلاح میں داخلہ تحریک اسلامی سے ان کے خصوصی لگاؤ کا نتیجہ تھا۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ عزیزی محمد فیاض سلمہ ایک اچھے عالم اور دین کے مجاہد کی حیثیت سے نشو و نما پائیں۔ ابھی تو وہ سند عالمیت لیکر جامعہ سے علی گڑھ پہونچے ہیں۔ خدا کرے وہ اپنے والد کے خوابوں کی تعبیر اور ان کے لئے صدقہ جاریہ بنیں۔

**امتحان کی تیاریاں** یہ دوسری ششماہی بڑی تیزی سے گذر گئی اور اب سالانہ امتحان سر پر ہے۔ چنانچہ ۲۵ جنوری مطابق یکم شعبان سے اسباق بند ہوجائیں گے۔ ۲۷ جنوری ۱۹۹۳ء ۳؍ شعبان چہار شنبہ سے اعلیٰ اور ثانوی کے امتحان شروع ہونگے۔ آخری پرچہ ۱۶؍ شعبان مطابق ۱۰؍ فروری چہار شنبہ کو ہوگا جس کے بعد طلبہ اپنے گھروں کو جاسکیں گے۔ ۱۸؍ شعبان مطابق ۱۱؍ فروری ۱۹۹۳ء تا ۲۱؍ شعبان مطابق ۱۴؍ فروری ۱۹۹۳ء اساتذہ کاپیاں جانچنے کے عمل کو مکمل کریں گے۔ ۲۲؍ شعبان مطابق ۱۵؍ فروری کو رزلٹ تیار کر لیا جائیگا اور

بقیہ ۱۳۹

# قرارداد

## بابری مسجد شہید کئے جانے کے موقع پر

جامعۃ الفلاح بلریا گنج کے اساتذہ، طلبہ و کارکنان نے بابری مسجد کو شہید کئے جانے کے حادثہ سے متاثر ہو کر اپنا ایک اجلاس منعقد کیا جس میں اتفاق رائے سے حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی۔

جامعۃ الفلاح کے اساتذہ، طلبہ و کارکنان کا یہ اجلاس بابری مسجد کو شہید کئے جانے کے حادثے کو نہایت تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس واقعہ کو سیکولرزم، جمہوریت اور قانون عدل و انصاف پر ضرب تصور کرتا ہے۔ یہ اجلاس اس امر پر گہرے صدمے اور رنج و غم کا اظہار کرتا ہے کہ اب اقلیتوں کا اس ملک میں رہنا مشکل بنا دیا گیا ہے اور ان کے دین و مذہب کی حفاظت کا قانون ختم ہو چکا ہے۔ یہ حادثہ اس ملک کی یکجہتی اور قومی ہم آہنگی کو ختم کر دینے کی طرف ایک خطرناک قدم ہے۔

یہ اجلاس اس امر پر بھی اپنے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے کہ:

جن فرقہ پرست پارٹیوں نے مسجد کو شہید کیا پابندی لگانے کیساتھ ساتھ جماعت اسلامی پر بھی پابندی لگا دی گئی جبکہ اس جماعت کا ان فرقہ وارانہ سرگرمیوں سے کبھی کوئی تعلق نہ رہا۔ بلکہ یہ جماعت اسلام کا پیغام امن و سلامتی جمہوری اور آئینی حدود کے اندر رہ کر لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہے اسلئے یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ (۱) نرسمہا راؤ اپنے منصب سے استعفا دے دیں۔ (۲) کلیان سنگھ اور اڈوانی اور ان تمام لوگوں پر مقدمہ قائم کیا جائے جو مسجد شہید کرنے میں ملوث رہے ہیں (۳) بابری مسجد کی جگہ پر ہی دوسری مسجد جلد تعمیر کرائی جائے اور اسے مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے۔ (۴) جماعت اسلامی پر سے پابندی فوراً ختم کر دی جائے۔

یہ اجلاس اپنے مسلمان بھائیوں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ:

(۱) اس نازک اور خطرناک موڑ پر اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں۔ (۲) صاف ذہن اور امن پسند غیر مسلموں سے اپنے روابط بڑھائیں اور انکو ساتھ لے کر اس میدان میں کام کریں۔